[illegible]

حافظ
فی الملک
محمد حسین

اس جلد میں سورۂ [illegible] حضرت شیخ الہند دام ظلہم العالی
کے اور آپ ہی کے متعلق [illegible] کو تحقیق میں
از حضرت شیخ الہند دام افضالہم صفحہ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تری صنعتوں کا ہو وصف کیا۔ تری شان جل جلالہٗ
تری قدرتوں کی ہو کیا ثنا۔ تری شان جل جلالہٗ

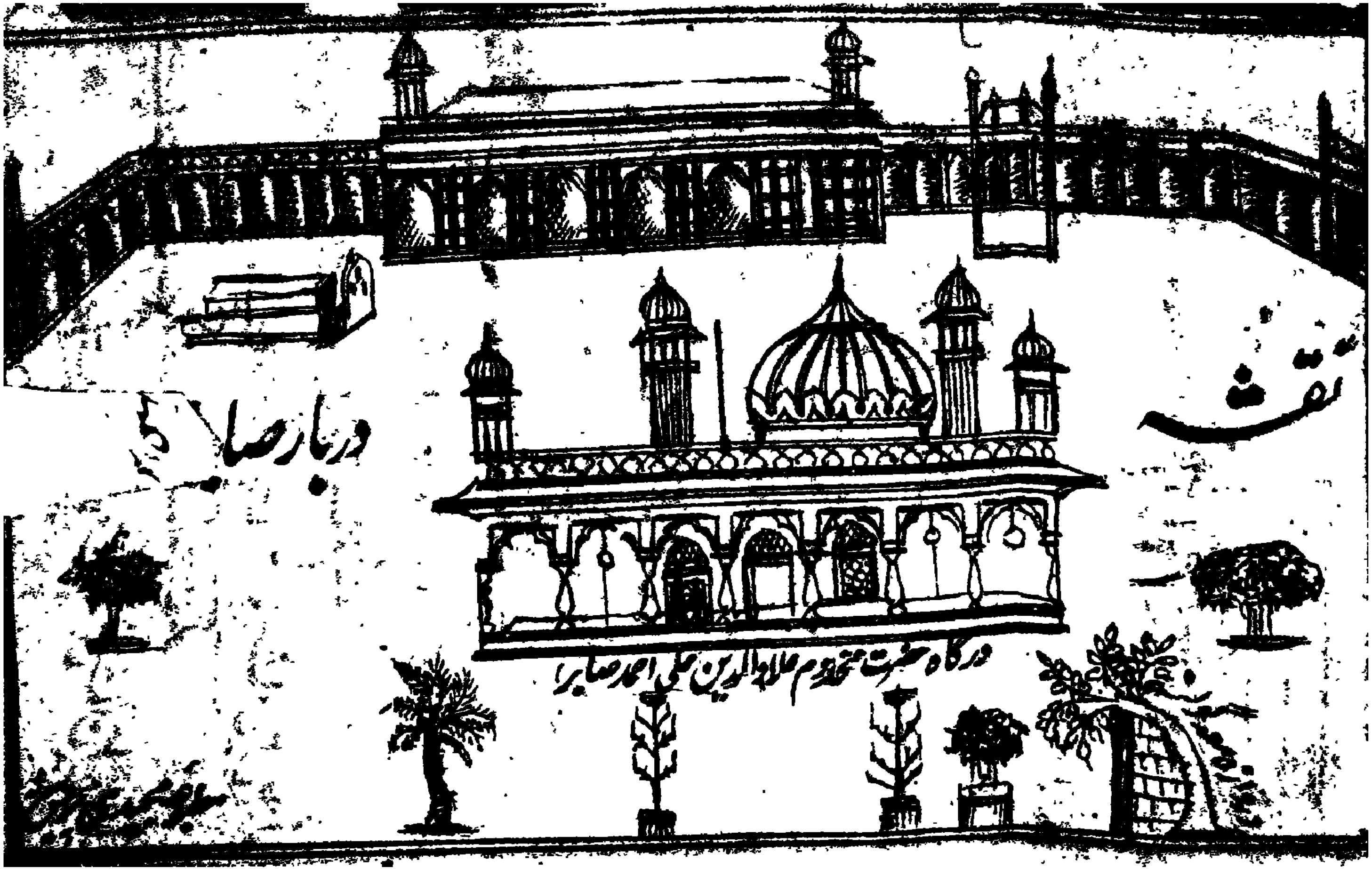
ترا دو جہان مین ہے شور و غل کہ توہی خالق جز و کل۔
سرِ عجز سب نے جھکا دیا۔ تری شان جل جلالہٗ

تو جمیل ہے تو جمال ہے۔ توہی جلوہ توہی جلال ہے
تو ہے ہر سو چمک رہا۔ تری شان جل جلالہٗ

یہ زمین بنے وہ فلک بنے۔ یہ بشر بنے وہ ملک بنے
ترے لفظ کُن کا ظہور تھا۔ تری شان جل جلالہٗ

جو نبی ہوئے کہ ولی ہوئے رہے منتظر ترے حکم کے
ترے امر کا نہ لگا پتا۔ تری شان جل جلالہٗ

جسے چاہے مردہ بنائے تو جسے چاہے زندہ اُٹھائے تو
ترے ہاتھ مین ہے بقا فنا۔ تری شان جل جلالہٗ


نقشہ دربار صابری
درگاہ حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابرؒ

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡن

جب حشر کے میدان مین آئینگے محمد ‌ ‌ ‌ اُمت کو عذابون سے چھڑائینگے محمد
سب نفسی پکارینگے نبی خوف خدا سے ‌ ‌ ‌ یا اُمتی کہتے ہوئے آ جائینگے محمد

سورۂ یٰسین کی تفسیر

مرتبہ

عاجز بندہ پنڈت وویکانند عرف حاجی عبدالکریم نواسی موضع ادکھنا متصل درگاہ حضرت شاہ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فائدہ نہایت دلچسپ دیکھنے مین آیا اس کی روشنی اور خوبی بہت بڑی ہے جسنے اپنے بھائی مسلمانون کے فائدہ پہنچانے کے لئے

باہتمام منشی شمس الدین پرنٹر

مطبع شمس الانوار میرٹھ مین چھپوا کر شائع کیا

کتبہ مفتی نصر علی غفرلہ

سابق سن ۱۰۰۰

۷۸۶

قضا جو سامنے آکر کھڑی تو سوجھ پڑی
جو مشکل موت کی دیکھا پڑی تو سوجھ پڑی

ہزار و نطرح سے تدبیر کی طبیبوں نے
ملی نہ موت کی آخر جڑی تو سوجھ پڑی

دیا جو ہاتھ میں پڑھنے کو نامہ اعمال
جو دیکھا جرم کی پاٹی پڑی تو سوجھ پڑی

وہاں پہ دولت و حشمت گیا تمامی بھول
جو مار گرز کی تن پر پڑی تو سوجھ پڑی

یہاں تو چین سی اپنے بسر کئے اوقات
قریب موت کی آئی گھڑی تو سوجھ پڑی

جب آ کھڑے ہوئے منکر نکیر پرسش کو
ندائے قہر کی جب ہی کھڑی تو سوجھ پڑی

کہے ہے بول خدا کون ہے نبی کس کا
لگائی ایک ہی کیکر چھڑی تو سوجھ پڑی

بہت ہی وقت وہ مشکل ہے دلاے غم و دیکا
قضا جو سامنے آکر کھڑی تو سوجھ پڑی

سنہ ۱۹۱۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر فیاضی سورۂ یٰسین

سورة یٰسین مکیة وھی ثلث وثمانون آیة

سورہ یٰسین مکیہ ہے اِس مین ۸۳ آیتین اور سات سو ستر کلمے اور تین ہزار تیس حرف ہین فضائل اس صورت شریفہ کے احادیث مین بہت مسطور ہین منجملہ اُنکے چند فوائد لکھے جاتے ہین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک ہر چیز کے لئے دل ہے اور دل قرآن شریف کا سورہ یٰسین ہے مراد دل سے خلاصہ ہے پس جو شخص کہ یٰسین پڑھے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور دارمی نے روایت کی ہے اور عطا بن رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انھون نے خبر پہنچی مجھکو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسنے پڑھی سورہ یٰسین شروع دن مین روا کی جاتی ہین حاجتین اُسکی یہ حدیث دارمی مرسلاً روایت کی ہے اور معقل بن یسار مزنی سے روایت ہے کہ تحقیق فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے پڑھی یٰسین اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بخشے جاتے ہین اُسکے سب گناہ اگلے اور پڑھو اسکو اپنے مُردون پر یعنی جو قریب موت کے ہون یا مُردون کی قبرون کے نزدیک کہ وہ بخشش کے زیادہ محتاج ہین اور فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسنے سورۂ یٰسین پڑھا ثواب ملتا ہے اُسے برابر اس شخص کے جسنے بیس دینار راہ خدا مین تصرف کئے اور جس نے پڑھا ہے اوسکے لئے ثواب ہے بیس حج کرنے کے برابر اور جس نے لکھی سورۂ یٰسین اور پاک اور صاف پانی سے دھوکے پی لی داخل کئے جاتے ہین اُس کے دل مین ہزار یقین اور ہزار نور اور ہزار برکتین اور ہزار رحمتین اور ہزار رزق اور دور کئے جاتے ہین اُس سے تمام بغض اور کینے اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

البتہ دوست رکھتا ہون مین کہ لینا میری اُمت کے ہر انسان کے دل مین ہو اور فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص سورہ یٰسین ہر رات پڑھے اور پھر وہ مر جائے
تو گویا وہ شہید مرا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا انہون نے کہ جس نے
پڑھی سورہ یٰسین وقت صبح کے دیجاتی ہے اُسے آسانی اور فراخی اُس رات کی صبح تک
اور فرمایا نہین ہے کوئی میت کہ پڑھی جاوے اُسکے پاس یٰسین مگر یہ کہ آسانی کرتا ہے
اللہ تعالیٰ اُس پر یعنی اگر قریب مرگ ہے تو نزع روح مین آسانی ہوتی ہے اور اگر مر گیا ہے
تو حساب قبر مین اُس پر آسانی ہوتی ہے اور ابی قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کبار تابعین
سے ہین روایت ہے کہ فرمایا اُنہون نے کہ جو کوئی پڑھے سورہ یٰسین مغفرت کی جائے اُسکے لئے اور جو
کوئی پڑھے اُسے ایسے حال مین کہ بھوکا ہو سیر ہو جائے اور جو کوئی پڑھے اُسے ایسے وقت مین کہ
راہ بھولا ہو راہ پائے اور جو کوئی پڑھے اُسے ایسے وقت مین کہ کوئی چیز اُسکی گم ہو گئی ہو تو پاوے
اُس چیز اور جو کوئی پڑھے کھانے کے وقت ایسے حال مین کہ کھانیکی قلت کا خوف ہو تو پورا ہو وہ
کھانا اُسکے لئے اور کفایت کرے اور جو کوئی پڑھے اُسے اُس عورت کے پاس کہ دشوار ہو بچہ کا
ہونا اُسپہ تو آسان ہو اُسکے لئے اور جس نے پڑھا اُسے گویا قرآن شریف گیارہ بار پڑھا اور ہر چیز کیلئے
دل ہے اور دل قرآن کریم کا یٰسین ہے روایت کیا اسے بیہقی نے شعب الایمان مین اور روایت
کی حاکم اور بیہقی نے ابی جعفر محمد بن علی یعنی امام زین العابدین سے کہ فرمایا اُنھون نے کہ جو شخص
سنگ دل ہو قسی القلب ہو اور چاہے کہ یہ بات اس سے جاتی رہے پس لازم ہے کہ اُسے لکھے
یٰسین و القرآن الحکیم ایک پیالے مین زعفران سے پھر اُسے دھو کے پی لے۔ اور روایت
ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے ایک شخص مجنون پر یٰسین پڑھی پس وہ اچھا ہو گیا۔ اور روایت
کی ابو الشیخ نے کتاب عظمت مین محمد بن سہل مقری سے انھون نے محمد بن عبد اللہ بن محمد عمرو
دباغ سے انہون نے اپنے باپ سے کہا کہ انہون نے مین ایک راستہ مین جاتا تھا اور اُسمین جھنتے
بہت تھے ناگہان دیکھا مین نے ایک عورت کو سُرخ کپڑے پہنے ہوئے ایک تخت پر بیٹھی ہوئی ہے

اور قندیلین روشن ہین اور وہ بلاتی ہے مجھے پس یہ دیکھتے ہی لیسین شریف شروع کی اور
آگ کی قندیلین بجھ گئین اور وہ کہنے لگی اے بندہ خدا کیا کیا تو نے میرے ساتھ پس ہین محفوظ
رہا اُس سے اور کہا مقری نے جب تمکو خوف ہو بادشاہ کا یا دشمن کا تو پڑہو یٰسین شریف اس کی
برکت سے سب خوف جاتا رہیگا اور جابر بن سمرہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
صبح کو لیسین شریف پڑہا کرتے تھے اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی کرے زیارت
اپنے ماں باپ کے قبر کی یا ایک کی اُن دونوں مین سے ہر ہفتہ مین چاہئے کہ پڑھے انکے پاس
لیسین پس بخشتا ہے اللہ تعالی واسطے اُن کے گناہ اُن کے بقدر شمار ہر حرف یٰسین کے اور
ایک روایت مین ہے کہ جس مسلمان مرد یا عورت کے سرہانے نزع کے وقت سورہ لیسین
پڑھی جاتی ہے اُن کے پاس کثرت سے فرشتے ہین اور اُسکے لئے دعا استغفار کرتے ہین
اور جو شخص خود پڑھا ہوا ہو اور تلاوت سورہ شریف کی اوس نے مداومت کی ہو وقت
مرنے کے اُسکی روح نکالی جائیگی جبتک کہ داروغہ بہشت اُسکو شراب بہشت لاکر نہ پلادے
اور وقت نزع قبر اور حشر اور وقت حساب یہ شخص خرم و شاد کام رہیگا۔ اور سورت مذکورہ
کا نام معمہ بھی ہے اور تمام کرتی ہے اپنے پڑہنے والے پر نیکیون اور بھلائیون کو اور اسکا نام
دافع بھی ہے۔ کیونکہ دور کرتی ہے اپنے پڑہنے والے سے سب برائیون کو اور قاضیہ بھی ہے
اسواسطے کہ روا کرتی ہے اپنے پڑہنے والے کی سب حاجتون کو خلاصہ یہ کہ فضائل اُسکے بیشمار ہین
بقدر گنجایش مختصرً بیان لکھے گئے۔ یہ مقطعات قرآنی مین سے ہے سوائے پروردگار عالم اور
اس کے رسول کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسکے معنون سے کوئی آگاہ نہین ہان
بعضے مفسرون نے بیان کیا ہے کہ یہ نام پروردگار کا ہے یا قرآن شریف کا اور بعضون نے
لکھا ہے کہ سورت کا نام ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ پڑہی حقتعالی نے طٰہٰ اور لیسین آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے اور
تفسیر ماوردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پاک مین سات نام ہین منجملہ

ایک نام یہ بھی ہے اسی واسطے اہلبیت کو آل یسین بھی کہتے ہین اور ممکن ہے کہ مراد اس سے
کلمہ سید ہو یعنی اے سردار نبیون کے کیا پروا اور کیا اندیشہ ہے اس بات کا کہ کفار مکہ کہتے ہین
کہ تم پیغامبر اللہ تعالی کے نہین ہو تو یہ بات ہرگز نہین بلکہ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ
عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ قسم ہے اس پکے قرآن کی تو بیشک ہے بھیجے ہوؤن مین سے اوپر سیدھی راہ
راہ کے یعنی قسم ہے قرآن حکمت والیکی کہ آپ بیشک اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے نبیون مین سے ہین
جو خلق کی ہدایت اور تعلیم توحید اور راہ راست بتانے کیلئے بھیجے گئے تھے تَنزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ٥
اتارا زبردست رحم کرنے والے کا یعنی یہ ایک قرآن پاک ہے اتارا ہوا اللہ تعالی غالب مہربان کا تج
لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ کہ تو ڈرا دے ایک لوگون کو کہ نہین سنا اُن کے
باپ دادون نے سو وہ خبر نہین رکھتے یعنی تاکہ ڈرا دین آپ اللہ تعالی کے عذاب سے اس قوم
کے لوگون کو کہ نہین ڈرائے گئے باپ دادا اُن کے نزدیک والے بسبب دوری زمانہ کے یا ڈرا دین
آپ اُن کو اُس شئے سے کہ ڈرائے گئے تھے اُس سے باپ دادا اُن کے حضرت اسمعیل علیہ السلام
کے زمانہ مین اور وہ ابتک بے خبر ہین لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ثابت ہو
چکی ہے بات اُن بہتون پر سو وہ نہ مانینگے یعنی ثابت ہوچکا وعدہ عذاب کا بہت سے
کافرون پر مگر وہ ایمان نہین لاتے اس سے مراد وہ لوگ ہین جو حق تعالی کے علم مین کفر پر
مرینگے یا مشرک مارے جائینگے جیسے ابوجہل اور ابی لہب وغیرہ کافر تھے۔ إِنَّا جَعَلْنَا فِي
أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُم مُّقْمَحُونَ ہمنے ڈالے ہین اُنکی گردنون مین طوق سو وہ
ہین ٹھوڑیون تک پھر اُنکے سر اوچھل رہے ہین یعنی اللہ تعالی نے اُن لوگون کے گردنون مین
طوق ڈالدئے ہین ایسے کہ وہ سر نہین ہلاسکتے۔ بلکہ گردن اوٹھائے ہوئے ہین۔ کیونکہ وہ
طوق ان کی ٹھوڑیون تک پہنچے ہین لکھا ہے کہ ابوجہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو تنہا پاؤنگا تو پتھرون سے آپکے سر مبارک کو صدمہ پہونچاؤنگا اتفاقاً ایک دن
اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے تنہا پایا پس ایک پتھر ہاتھ مین لیکر

آپ کے پاس آیا۔ اور چاہا کہ آپ کے سر مبارک کی طرف پھینکے۔ فوراً حکم خدا سے اس کا ہاتھ اسکی گردن میں طوق ہو گیا۔ اور پتھر ہاتھ سے چھٹ گیا۔ یہانتک کہ بڑے زور اور بڑی مشکل سے اُسکا ہاتھ گردن سے چھوٹا۔ ایسے ہی ایک شخص نے قوم بنی مخزوم میں سے چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر سے صدمہ پہونچائے اس قصد سے آپ کے قریب آیا فوراً اندھا ہوگیا اور حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝ اور بنائی ہم نے اُن لوگوں کے آگے دیوار اور اُنکے پیچھے دیوار اور پھر اوپر سے ڈھانک دیا سو اُن کو نہیں سوجھتا یعنی اللہ تعالیٰ نے اُنکے کفر و شرک کے باعث سے اُنکے آگے اور پیچھے پردے ڈالدیئے اور سر سے پیر تک اُنکو حجاب غفلت سے ڈھانک دیا۔ یہانتک کہ اُنکی آنکھیں دلائل قدرت اور راہ راست کے دیکھنے سے اندھی ہو گئی ہیں۔ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ اور برابر ہے تونے اُنکو ڈرایا نہ ڈرایا یقین نہیں کرتے یعنی آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں اُن کے نزدیک برابر ہیں اور وہ ایمان نہ لائینگے۔ کیونکہ علم ازلی میں اُن کی موت کفر پر ہے إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ۔ تو تو ڈر سنادے اُسکو جو چلے سمجھائے پر اور ڈرے رحمٰن سے بن دیکھے یعنی آپ تو ڈراتے ہیں ان لوگوں کو جو قرآن کریم کی پیروی کرتے اور نصیحت مانتے ہیں اور اپنے پروردگار سے بن دیکھے ڈرتے ہیں یا ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ساتھ اُس شے کے جو غائب ہے۔ یعنی معاملات قیامت فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ۝ سو اُس کو دے خوشخبری معافی کی اور عزت کے نیگ کی یعنی آپ ایسے ڈرنے والے کو گذشتہ گناہوں کی بخشش اور آئندہ ثواب کی خوشخبری دیجئے۔ شان نزول میں لکھا ہے کہ بنو سلمہ کے مکانات مسجد سے دور تھے اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ حکم دیں تو ہم اپنے گھر مسجد کے قریب بنالیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت شریف نازل فرمائی۔ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ

أَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ ہم ہین جو جلاتے ہین مردے اور لکہتے ہین جو آگے پہنچ چکے اور
اُن کے پیچھے نشان۔ ہے اور ہر چیز گنتی کرلی ہے۔ ہمنے ایک کہلی اصل ہین یعنی ہم جلاتے ہین
مردون کو اپنی قدرت سے یا دلون مردہ کو ہدایت سے اور لکہتے ہین اُن کے اچھے برے
کامون کو جو وہ آگے کرچکے اور لکہتے ہین ہم اپنی نشانیان اُن کے قدمون کی جب وہ مسجد
کی طرف جاتے ہین اور ہر قدم پر ہم انھین ثواب دیتے ہین اور ہر شے کا احاطہ کرلیا ہے
ہم نے لوح محفوظ مین لکھا ہے نہ بعد نازل ہونے اس آیت شریف کے جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سلمہ سے فرمایا کہ تم اپنے گھرون مین رہو۔ مسجد کے پاس مکان بنانے
کی ضرورت نہین کیونکہ دور سے مسجد مین جانیکا ثواب زیادہ ہے۔ اور تمھارے قدمون کے
نشان گھر سے مسجد تک جانےمین جسقدر زمین پر پڑتے ہین سب لکھے جاتے ہین اور ہر قدم
پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ثواب عنایت کرتا ہے اور بعضون نے لکہا ہے کہ آثار عام
ہے حسنہ ہو یا سیاہ حسنہ جیسے علم پڑہانا یا نیک کام کے لئے جانا یا صدقہ جاریہ جیسے مسجد یا پل
یا کنوان یا سرائے بنوانا یا سیئہ جیسے رواج باطل یا ظلم وغیرہ کرنا اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد
فرماتا ہے کہ ہم سب ذرہ ذرہ لکہتے ہین اور ہر ایک کو اُسکے عمل کے موافق جزا دینگے سچ ہے گندم
از گندم بروید جو ز جو از مکافات عمل غافل مشو۔ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَ
هَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اور بیان کر اُن کے واسطے ایک کہاوت اُس گاؤن کے لوگون کی جب آئے
اس مین بھیجے ہوئے یعنی آپ مکہ والون سے انطاکیہ گاؤن مین رہنے والون کی مثال بیان کیجئے
جبکہ آئے اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا اُن
کے خلیفہ سمعون نے دو حواریون کا جنکا نام صادق اور مصدوق تھا انطاکیہ کو بھیجا تاکہ
وہان کے لوگون کو بلاکر ہدایت کرین اور انہین راہ راست پر بلاوین جب دونون حواری انطاکیہ
کے قریب پہنچے تو ایک بوڑھے نے کہا تمہارے اس دعوی کے سچ ہونیکی دلیل کیا ہے اُنھون
نے کہا کہ ہم بحکم خدا سب بیماری کو اچھا کرتے ہین اور کوڑہی اور اندھے لوگونکو شفا دیتے ہین

اور اللہ تعالیٰ ہماری دعا سے ہر مرض کو دور کرتا ہے اس بوڑھے نے بیان کیا کہ میرا لڑکا
ایک مدت سے سخت بیمار ہے یہاں کے سب حکیم اسکا علاج کرتے کرتے عاجز ہو گئے اور کسی طور
سے آرام نہین ہوتا اگر وہ لڑکا تمھاری دعا سے اچھا ہو جاسے تو مین تمھارے خدا پر ایمان لاؤن
یہ دونون اُسکے ساتھ گئے اور لڑکے کے سرہانے کھڑے ہو کر دعا کی پروردگا عالم نے قبول فرمائی اور
اُس مریض مایوس نے فوراً صحت پائی وہ بوڑھا ایمان لایا۔ لکھا ہے کہ اس کا نام حبیب نجار
تھا جب یہ خبر انطاکیہ مین مشہور ہوئی کثرت سے لوگ اس حواریون کے پاس آتے تھے۔ اور انکی
دعا سے اچھے ہو ہو کے چلے جاتے تھے اسبات سے حواریون کی بہت شہرت ہوئی۔ یہانتک کہ وہان
کے بادشاہ کو جو بت پرست تھا خبر ہوئی کہ دو شخص تازہ وارد تھوڑے عرصہ سے یہان آئے
ہوئے ہین لوگون کو وحدانیت حق تعالیٰ کی طرف بلاتے ہین اور بت پرستی سے روکتے ہین
اور بت پرستون کو عذاب سے ڈراتے ہین پس اوس نے اُن دونون کو بلا کے قید کیا شمعون
یہ حال سنکے انطاکیہ مین آئے اور بادشاہ کے مصاحبون سے رسم وراہ پیدا کر کے اپنی عقل و
تدبیر سے بادشاہ کے مقربون مین داخل ہوئے۔ اسی قصہ کو اللہ تعالیٰ جلشانہ بیان فرماتا ہے
کہ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۔ جب بھیجے
ہمنے اُنکی طرف دو تو جھٹلایا پھر ہمنے زور دیا تیسرے سے تب کہا ہم تمھاری طرف آئے
ہین بھیجے ہوئے یعنی جب اُن دونون رسولون کو وہان کے لوگون نے جھٹلایا تب اللہ تعالیٰ
جلشانہ نے انکو غلبہ دیا تیسرے کے بھیجنے سے جو شمعون تھے یا سلوم یا یونس کہا انہون نے
کہ اہل انطاکیہ بیشک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہین۔ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ
الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۔ وہ بولے تم بھی انسان ہو جیسے ہم اور رحمٰن نے کچھ
نہین اُتارا تم سارے جھوٹ کہتے ہو یعنی انطاکیہ کے لوگون نے اُنسے کہا کہ جیسے ہم آدمی
ہین ویسے ہی تم بھی ہو پھر تم مین کیا اچھائی اور خصوصیت ہے جو تم رسول ہوئے اور
اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نہین اوتاری مگر تم جھوٹا دعوی کرتے ہو۔ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ

کہا ہمارا رب جانتا ہے ہم بیشک تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں یعنی انہوں نے جوابدیا
کہ ہم خود سے نہیں آئے بلکہ ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں وَمَا عَلَيْنَا
اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ اور ہمارا ذمہ یہی ہے پہنچا دینا کھولکر یعنی ہم پر سوا اسکے نہیں کہ ہم پیغام
ظاہر پہنچا دیں سو ہم نے اپنا کام پورا کیا اگر تم نہ مانوگے تو تم پر عذاب آئیگا۔ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا
بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ بولے ہمنے نامبارک دیکھا تمکو اگر
تم نہ چھوڑوگے تو ہم تمکو سنگسار کرینگے اور تمکو لگیگی ہمارے ہاتھ سے دکھ کی مار یعنی کہا
اہل انطاکیہ نے کہ تمہارا آنا ہمارے لئے شگون بد ہوا۔ کیونکہ جب سے تم یہاں آئے ہو مینہ نہیں
برسا اور کھیتی ہماری سوکھ گئی اپس اگر نہ باز رہوگے اپنے دین کی طرف بلانے سے تو ہم تمکو سنگسار
کرینگے اور تمکو ہمارے ہاتھ سے بڑا بھاری صدمہ پہنچیگا۔ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ
اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۔ کہنے لگے تمہاری نامبارکی تمہارے ساتھ ہے کیا اس سے کہ تمکو سمجھایا۔
کوئی نہیں پر تم لوگ ہو کہ حد پر نہیں رہتے یعنی رسولوں نے جوابدیا کہ شگون بد ہمارا تمہاری
شامت اعمال اور تمہارے عقائد باطلہ کے باعث ہے اور تم ہماری نصیحت کرنے اور راہ
راست بتانے کو شگون بد سمجھتے ہو اور ہمکو قتل اور مار پیٹ سے ڈراتے ہو یہ کوئی بات
نہیں بلکہ تم وہ قوم ہو جو دین کی حد سے گذر گئے ہو منقول ہے کہ بادشاہ ہمراہ شمعون بھی
بتخانے کو جاتے تھے اور خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتے تھے سب لوگ سمجھتے تھے کہ بتوں کو سجدہ کرتے
ہیں بادشاہ شمعون سے نہایت خوش تھا اور ایسا معتمد سمجھتا تھا کہ بغیر مشورہ کے کوئی
کام نہ کرتا تھا۔ ایک دن شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ [illegible]
مسافر آپ کے حکم سے قید خانے میں داخل کئے گئے ہیں [illegible]
بادشاہ نے کہا کہ ہمارے بتوں کے سوا اور خدا بتلاتے ہیں [illegible]
شمعون نے تعجب سے کہا ذرا اونکو [illegible] بھی تو [illegible]
نے اُن دونوں کو بلوایا وہ آئے اور شمعون کے دیکھتے اپنے [illegible]

اور بے تکلف بادشاہ کے سامنے بیٹھ گئے شمعون نے اُن سے دریافت کیا کہ تم کس کی پرستش
کرتے ہو انھوں نے جواب دیا ہم اُسکی پرستش کرتے ہیں جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے
شمعون نے کہا تمہارا اللہ کیا کرتا ہے انھوں نے جواب دیا کہ اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے
اور کوڑھیوں کو اچھا کرتا ہے اور حاجتمندوں کی حاجت روا کرتا ہے ۔ شمعون نے
بادشاہ سے کہا کہ کسی اندھے کو بلوائیے فی الفور حسب فرمان شاہی ملازم نے ایک اندھے
کو وہان حاضر کیا۔ اور شمعون نے اُن دونوں سے کہا کہ اب تم اپنے خدا سے دعا کرو کہ یہ اندھا
بینا ہوجائے اُن دونون نے دُعا کی حکم پروردگار سے اُسیوقت اُس اندھے کی آنکھیں روشن
ہوگئیں پھر شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو ہم اپنے خداؤں سے دعا کریں کہ وہ
کسی اندھے کو اچھا کریں بادشاہ نے آہستہ سے کہا کہ اے شمعون تم جانتے ہو کہ وہ کوئی چیز
پر قدرت نہیں رکھتے بلکہ خود ہی دیکھنے سننے سے معذور ہیں بادشاہ کا یہ جواب سنکر شمعون
خاموش ہو رہے اور پھر اُن حواریوں سے پوچھا کہ جو تمہارا اللہ اور رب ہے کیا وہ یہ بھی
کرتا ہے کہ مردہ کو زندہ کرتا ہے شمعون نے کہا کہ اگر تمہارا خدا مردہ کو زندہ کر دے تو ہم بھی اُس پر
ایمان لائیں پس اُن دونون نے اُس بادشاہ کی مردہ لڑکی کیلئے اپنے پروردگار سے
دعا کی اور وہ فوراً حکم خدا سے زندہ ہوگئی لکھا ہے کہ اُس لڑکی کو مرے ہوئے بہت عرصہ گذر
چکا تھا اور بعض نے لکھا ہے کہ سات ہی روز گذرے تھے۔ الغرض اُسکے زندہ ہونے سے
بادشاہ مع اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ایمان لایا اور کچھ لوگ جو جہالت کا فر تھے اس امر سے
ناخوش ہوگئے اور جمعیت کثیر اپنے ہمراہ لیکے رسول اور مومنوں کے قتل کے درپے ہوئے
حبیب نجار نے جب یہ خبر سُنی اُسی وقت اپنے گھر سے نکل اسطرف کو روانہ ہوا جیسا کہ تعالیٰ
فرماتا ہے وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ
أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ ترجمہ اور آیا شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا بولا اے قوم چلو راہ
پر بھیجے ہوؤں کی چلو راہ پر ایسوں کی جو تم سے نیگ نہیں مانگتے اور راہ سوجھے ہوئے ہیں جب

دوڑتا ہوا وہان آیا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم کے لوگو پیروی کرو اُن رسولونکی اور کہنا
انوایسے لوگون کا کہ پیغام خدا تمھین پہنچاتے ہین اور راہ نجات تمھین بتاتے ہین اور پھر تمسے
کچھ بدلا نہین مانگتے۔ اور وہ راہ راست پر ہین جس سے دونون جہان مین بھلا ہے وَمَالِیَ لَا
اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ اور مجھکو کیا ہے کہ مین بندگی نہ کرون اُسکی جسنے مجھکو بنایا
اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے یعنی مجھے کیا ہوگیا ہے کہ مین اس پروردگار کی عبادت نہ کرون
جس نے مجھے پیدا کیا اور عدم سے وجود مین لایا اور اُسی طرف پھر تمکو جانا ہے ءَاَتَّخِذُ مِنْ
دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئًا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ۝ بھلا مین
پکڑون اُسکے سوا اورون کو پوجنا اگر مجھپر چاہے رحمٰن تکلیف کچھہ کام نہ آئے مجھکو اُن کی شفارش
اور وہ نہ چھڑاوینگے یعنی کیا مین اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرونکو معبود سمجھون اور بتون کو
پوجون اور مین جانتا ہون کہ میرا پروردگار میرے لئے تکلیف چاہے تو اُن بتون کی شفارش
میرے کام نہ آئیگی اور نہ وہ مجھے اُس تکلیف سے بچا سکینگے اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ تو تو
مین بھٹکا رہون صریح یعنی اگر مین ایسا کرون تو صریح گمراہ ہوجاؤن قوم نے جب حبیب نجار کا
یہ کلام سُنا تو اُسکے قتل کا ارادہ کیا۔ اسوقت حبیب نے رسولونکی طرف مُنہ کرکے کہا اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ
بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝ مین یقین لایا تمھارے رب پر مجھ سے سن لو یعنی تمھارے خدا پر ایمان
لایا تم سنو اور میرے ایمان لانیکے گواہ رہو لکھا ہے کہ قوم نے حبیب کو اسقدر پتھر مارے کہ وہ
شہید ہوا اُسکی قبر انطاکیہ کے کسی بازار مین ہے اور ایک روایت یہ ہے۔ کہ جب وہ قوم کے
ظلم سے مرگیا تو پروردگار عالم نے اُسے زندہ کرکے بہشت مین پہنچا دیا اور حسن بصری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت یہ ہے۔ کہ جب قوم نے اُسکے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے
اُسے آسمان پر اُٹھالیا۔ اور ایک روایت یہ ہے۔ کہ رسول اور بادشاہ اور مومن سب شہید
ہوئے اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ سب قوم کے ہاتھ سے سلامت نکل گئے اور حبیب نجار قتل
کیا گیا یا آسمان پر گیا بہر صورت قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ حکم ہوا اُسکے لئے کہ چلا جا۔ بہشت مین .

جب وہ بہشت مین پہنچا اور انعام خداوندی سے سرفراز ہوا تو باوجود اسقدر صدمہ اور
تکلیف اوٹھانے کے اُسے بہشت مین بھی قوم کا خیال آیا اور قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ
بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۔ کہا کسی طرح میری قوم معلوم کرین کہ بخشا مجکو میرے
رب نے اور کیا مجکو عزت والون مین یعنی کاش میری قوم اسحال سے واقف ہوتی تو وہ بھی
ضرور ایمان لاتی اب پروردگار اُسکی قوم کے بارے مین فرماتا ہے۔ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ
مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ۔ اور اتاری نہین ہمنے اُسکی قوم پر
اُسکے پیچھے کوئی فوج آسمان سے اور ہم اتارا نہین کرتے یعنی حبیب نے قتل ہونے کے بعد اسکی
قوم کے ہلاک کرنے کے لئے اللہ تعالی نے کوئی لشکر آسمان سے نہین اتارا کیونکہ کافر کیا حقیقت
رکھتے تھے جن کے واسطے لشکر ملائکہ اتارا جاتا۔ اور جنگ بدر مین جو فرشتے اُترے تھے وہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے اُترے تھے نہ کافرون کے خیال سے پس اہل انطاکیہ کی
سزا دہی کیواسطے کوئی فرشتہ آسمان سے نہین آیا۔ بلکہ انکی ہلاکی کا باعث اِنْ كَانَتْ
اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ۔ بس تھی ایک چنگھاڑ پھر تب ہی سب بجھ رہے
یعنی جبرائیل علیہ السلام کی یہ ایک آواز ہے جب وہ اپنے دونون بازو دہلکے اس شہر پر
سے گذرے تو وہ سب اسطرح سے مر گئے جیسے آگ دفعتاً بجھ جاتی ہے اب اللہ تعالی اپنے
بندونکی نافرمانی پر افسوس کرتا ہے اور فرماتا ہے يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ
رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ کیا افسوس ہے بندون پر کوئی رسول نہین آیا انکے
پاس جس سے ٹھٹھا نہین کرتے یعنی افسوس ہے بندون پر کہ جب اونکے پاس کوئی پیغمبر انکی
ہدایت کے لئے آتا ہے تو اس سے تمسخر کرتے ہین اور اُسکے کہنے پر عمل نہین کرتے اَلَمْ
يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۔ کیا نہین دیکھتے کتنی کھپا چکے ہین
اُن سے پہلے سنگتیں کہ وہ اُن کے پاس پھر نہین آتے یعنی وہ نہین دیکھتے اور خیال نہین
کرتے کہ ہمنے اُنسے پہلے بہت سی قومین ہلاک کر ڈالین۔ اور کوئی اُن مین سے پھر کے اُنکے

پاس نہین آیا وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۔ و سارون مین کوئی نہین جو اکٹھے نہ آوین
ہمارے پاس پکڑے یعنی یہ سب جو پہلے ہلاک ہوے اور وہ مخالف جو پیچھلے ہین قیامت کیدن
اللہ کے سامنے حاضر کئے جاینگے اور اپنے اپنے قول وفعل کی سزا پاوینگے وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَ
رْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ اور ایک نشانی ہے انکو زمین مردہ
اسکو ہمنے جلایا اور نکالا اس مین سے اناج سو اسی مین سے کھاتے ہین اللہ تعالی کی قدرت
کاملہ کی نشانیون مین سے ان کے لئے یہی نشانی کیا کم ہے کہ زمین مردہ یعنی خشک کو باران
رحمت سے زندہ اور ہرا بھرا کرکے اس مین سے انکے لئے اناج پیدا کرتا ہے جو وہ کھاتے ہین
وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ اور بنائے ہمنے اسمین باغ
کھجور کے اور انگور کے اور بہائے اس مین بعضے چشمے کہ کھاوین اس کے میوون سے اور بنایا لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ
نہین انکے ہاتھون نے پھر شکر نہین کرتے یعنی بنائے اللہ تعالی نے زمین مین باغ کھجور کے
اور انگورونکے اور جاری کئے اسمین چشمے تاکہ کھاوین میوے ان باغون کے اور یہ باغ اور چشمے
اور نہرین انکی بنائی ہوئی نہین بلکہ محض قدرت الہی سے بنی ہوئی ہین پھر کیون شکر نہین کرتے
پروردگار کی نعمتونکا سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ
وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ پاکذات ہے جسنے بنائے جوڑے سب چیز کے اس قسم سے جو اگتا ہے زمین
اور آپ ان مین اور جن چیزون مین کہ انکو خبر نہین پاک ہے وہ خدائے برتر جس نے پیدا
کئے جوڑے ہر شئے کے جو زمین سے اگتے ہین جیسے نباتات اور اشجار اور انکے نفس مین
جیسے لڑکا لڑکی اور اس چیز سے جیسے وہ نہین جانتے ہر طور کی مخلوقات وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ
نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝ اور ایک نشانی ہے انکو رات اوپر کھینچ لیتے
ہم اس سے دن پھر تب ہی یہ رہجاتے ہین اندھیرے مین یعنی اللہ تعالی کی قدرت کی نشانیون
مین سے ایک نشانی رات بھی ہے کہ اس سے دن کھینچ لیتے ہین اور
رہ جاتے ہین وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ ...

اپنی ٹھہری راہ پر یہ ساد ہا ہے اُس زبردست باخبر کا یعنی ایک اور نشانی قدرت پروردگار کی یہ ہے اور سورج چلتا ہے اسکی مقرر کی ہوئی راہ پر جہاں تک اسکا دورہ پروردگار نے مقرر کیا ہے اور یہ دورہ اسکا مقرر کیا ہوا ہے اس پروردگار زبردست باحکمت والے کا وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ اور چاند کو ٹھہرا دی ہیں ہم نے منزلیں یہاں تک کہ پھر آرہا جیسی ٹہنی پرانی کھجور کی چاند کے لئے پروردگار نے منزلیں مقرر کر دی ہیں اور وہ انہیں منزلوں پر چلتا اور گھٹتا بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی مانند ہو جاتا ہے یہ بھی قدرت پروردگار کی ایک نشانی ہے لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ نہ سورج کو پہنچے کہ پکڑے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی ایک گھیرے میں پھرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا اندازہ ایسا ہے کہ نہ سورج چاند کو پا سکتا ہے اور نہ رات دن پر سبقت لیجا سکتی ہے بلکہ ہر ایک ستارا اور چاند اور سورج سب آسمان میں تیرتے ہیں جیسے پانی میں مچھلیاں اور یہ سب تسبیح کرتے ہیں اپنے پروردگار کی وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ اور ایک نشانی ہے انکو کہ ہم نے اٹھائی انکی نسل اس بھری کشتی میں یعنی نوح علیہ السلام کی کشتی میں جس میں آدمی اور حیوانات سب بھرے ہوئے تھے وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝ اور بنا دیئے ہم نے انکو اس طرح کے جس پر چڑھتے ہیں یعنی پروردگار عالم نے اونکے مثل ناؤ کے اور بہت سی سواریاں بنا دیں جیسے جہاز اور ڈونگیاں اور خشکی میں اونٹ اور گھوڑے وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ اور اگر ہم چاہیں تو انکو ڈبو دیں پھر کوئی نہ پہنچے انکی فریاد کو اور نہ وہ خلاصہ کئے جاویں مگر ہم اپنی مہر سے اور کام چلانے کو اور ایک وقت تک یعنی اگر پروردگار چاہے تو ڈبو دے انکی کشتیوں کو پھر کوئی ان کو ڈوبنے سے نہ بچا سکے اور نہ موت کے پنجے سے چھڑا سکے مگر اسکی رحمت سے چھوڑ دیا انکو ایک وقت معین تک اور بچاتا ہے انہیں اور دنیا کی

فائدہ دیتا ہے وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اور جب کہئے انکو بچو اپنے سامنے آنے سے اور اپنے پیچھے چھوڑنے سے شاید تمپر رحم ہو۔ یعنی جب کہا جاتا ہے کافروں سے کہ ڈرو اُسکے عذاب سے جو تم سے پہلے جھٹلا والوں پر آیا اور اُس عذاب سے کہ تمہارے پیچھے ہے یعنی عذاب قیامت و آخرت اور ایمان لاؤ پروردگار عالم پر تاکہ تم پہ رحم کرے اللہ تعالیٰ تو مُنہ پھیرتے ہین اور انکا عناد و فساد زیادہ ہوتا ہے وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۝ اور کوئی حکم نہین بھیجتا انکو اپنے رب کے حکمون سے جسکو ٹلا نہین رکھتے یعنی جب آتی ہے اونکے پاس کوئی نشانی اُن کے پروردگار کی نشانیون مین سے تو اُس سے منہ پھیر لیتے ہین وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ اور جب کہے انکو خرچ کرو اللہ کا دیا کہتے ہین منکر ایمان والون کو ہم کیون کھلاوین ایسے کو کہ اللہ چاہتا تو اوسکو کھلاتا تم لوگ تو نرے بہک رہے ہو صریح یعنی جب کہا جاتا ہے اُن سے کہ جو کچھ تمکو اللہ نے دیا ہے اسمین سے خیرات کرو اور محتاجون اور مسکینون کو کچھ دو تو کافر مسلمانون سے کہتے ہین کہ ہم کیون دین ایسے لوگونکو جنکو کہ دینا اللہ نے نہ چاہا کیونکہ تمھارے خیال مین اللہ تعالیٰ سب مخلوقات کے دینے پر قادر ہے پس جب اُس نے اُن لوگون کو نہین دیا تو ہم بھی نہین دیتے اور تم لوگ صریح بہکے ہوئے ہو کہ مشیت الٰہی کے خلاف کام کرنے کا حکم دیتے ہو تو اُن کافرون کی گمراہی کا باعث تھا کہ انھون نے خیرات کرنے مین تو مشیت ایزدی کا بہانہ کیا اور حکم ایزدی سے جو اُنکے آزمانے کے لئے تھا پھر گئے وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ اور کہتے ہین کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو یعنی کہتے ہین کافر مسلمانون سے کہ وعدہ قیام قیامت کب ہے اگر تم سچے ہو تو بتاؤ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ ۝ یہی راہ دیکھتے ہین ایک چنگھاڑ

کی جو اُنکو پکڑے گی جب آپس مین جھگڑ رہے ہونگے یعنی وہ انتظار نہین کرتے مگر ایک
آواز کا جو اُنکو پکڑ لیگی اور وہ معاملات دنیوی مین جھگڑ رہے ہونگے وہ یہ کہ اسرافیل
علیہ السلام بحکم پروردگار صور پھونکین گے اور ناگہان قیامت آجائیگی۔ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ
تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ۝ پھر نہ سکین گے کہ کچھ کہہ مرین اور نہ اپنے گھر کو
پھر جا وینگے یعنی پھر نہ کوئی وصیت کر سکینگے اور نہ اپنے گھر تک جا سکین گے بلکہ جہان
ہون گے وہین رہ جائینگے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ
اور پھونکا جاوے نرسنگا پھر تب ہی وہ قبرون سے اپنے رب کی طرف نکل پڑینگے یعنی
چالیس برس بعد [illegible] اللہ تعالیٰ دوسری بار صور پھونکا جائیگا۔ پس سب مردے اپنی اپنی
قبرون سے نکلکر اپنے پروردگار کی طرف دوڑے جائینگے اور ان چالیس برسون
میں قبرون پر عذاب بھی نہ ہوگا۔ [illegible] جب اٹھین گے۔ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا
مِن مَّرْقَدِنَا کہینگے اے خرابی ہماری کس نے اوٹھا دیا ہمکو ہماری نیند کی جگہ سے [illegible]
[illegible] کو جواب دینگے هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ۝ [illegible] یہ جو وعدہ
تمہارے رحمٰن نے [illegible] سچ کہا تھا پیغمبرون نے یعنی یہ وہی وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے
کیا تھا [illegible] اسکے رسولون نے تمکو خبر دیا تھا اور تم اوسے نا حق بکتے تھے بلکہ کہتے تھے
[illegible] إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝
[illegible] ایک چنگھاڑ پھر تب ہی وہ سارے ہمارے پاس پکڑے آئے یعنی نہ ہوگا یہ
[illegible] مگر ایک [illegible] آخر [illegible] بس سا قدری اس آواز کے سب لوگ
[illegible] مسلمان پروردگار کے آگے حاضر ہونگے۔ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ
إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ پھر آج کے دن ظلم نہ ہوگا کسی جی پر کچھ اور وہی بدلا پاؤگے جو کرتے
تھے یعنی آج وہ انصاف کا دن ہے کہ کسی نفس پر ایک ذرہ بھر بھی ظلم نہ ہوگا بلکہ
جو عمل جس نے کئے اسکی موافق بدلا پاوے گا خواہ وہ عمل اچھے ہون یا برے اور

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ٥ تحقیق بہشت کے لوگ آج ایک دھندے
مین ہین باتین کرتے یعنی بہشت کے لوگ آج اپنے شغل مین ہین آپس مین باتین کرتے
اور خوش ہوتے اور میوے کھاتے ہین هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ
وہ اور انکی عورتین سایون مین تختون پر بیٹھے ہین تکیہ لگائے یعنی بہشت والے اور انکی
بیبیان سایے مین تکیہ لگائے تختون پر بیٹھے ہین لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدَّعُونَ ٥
انکو وہان مین میوے اور انکو ہے جو مانگ لین یعنی اہل بہشت کے لئے ہر طرح کے میوے
ہین اور جو کچھ وہ چاہین ان کے لئے سب موجود ہے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے
منقول ہے کہ جو شے بہشتی کے خیال مین آئیگی وہ قدرت پروردگار سے اسکے سامنے
موجود ہو جائیگی اور اُسے مانگنے اور کہنے کی ضرورت نہوگی اور ان کے لئے سَلَامٌ
قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ٥ سلام بولتا ہے رب مہربان سے یعنی پروردگار مہربان کی طرف
سے بغیر واسطے کے اُن کے لئے سلام ہوگا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے
کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشتی راحتون اور نعمتون مین مصروف
ہونگے کہ ناگہان انپر نور پروردگار عالم فرمائےگا اسلام علیکم یا اہل جنت اور گنہگارون
کے لئے حکم ہوگا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ٥ اور تم الگ ہو جاؤ آج اے گنہگارو
یعنی آج کے دن جدا ہو جاؤ۔ اے نافرمانو فرمانبردارون سے کہ تمھارے لئے دوزخ ہے
اور انکے لئے بہشت ہے اس لئے کہ انھون نے نیک کام کئے اور تمنے برے أَلَمْ أَعْهَدْ
إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ٥ کیا مین نے نہ کہہ رکھا
تھا تمکو اے آدم کی اولاد کہ نہ پوجیو شیطان کو کہ وہ کھلا دشمن ہے تمھارا یعنی اے آدم کے
بیٹو کیا مین نے تمسے نہین کہا کہ شیطان کو نہ پوجیو کہ وہ تمھارا ظاہری دشمن ہے اسکی
عداوت تمھارے باپ آدم کے ساتھ سب پر ظاہر ہے وَأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ
مُّسْتَقِيمٌ ٥ اور یہ کہ پوجو اسکو یہ راہ سیدھی ہے یعنی پوجو مجکو اور میری عبادت کرو یہ راہ

سب بڑی جنت کی ہے وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝ اور
بہکا لیگیا تم میں سے بہت خلق کو پھر کیا تم کو بوجھ نہ تھی یعنی شیطان نے بہتوں کو
بہکا دیا اور گمراہ کیا تم نہ سمجھے تھے اور ہمارے حکم کو نہ جانتے تھے جو اس کے دام فریب
میں پھنسے۔ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ یہ دوزخ ہے جس کا تم کو وعدہ تھا یعنی
ہمارے حکم نہ ماننے اور شیطان کے کہنے پر چلنے کی سزا یہ دوزخ ہے جس کا وعدہ کر دیا
گیا دنیا میں اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ پیٹھو اس میں آج کے دن بدلا کفر
کا اپنے [illegible] ہو آج اس دوزخ میں سو بیٹھے کہ تم کفر کرتے تھے ہمارے پیغمبروں کو
جھٹلاتے تھے یہ دوزخ اسی کا بدلہ ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ
تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ آج ہم مہر کر دینگے انکے منہ پر اور بولینگے ہم سے
انکے ہاتھ اور بتادینگے انکے پاؤں جو وہ کماتے تھے یعنی آج انکے منہ پر مہر کر دینگے
اور وہ بول نہ سکینگے [illegible] اور [illegible] اعضا [illegible] کی گواہی دینگے [illegible]
[illegible] بیان کر [illegible] کہا ہے کہ [illegible] اعضا انکے افعال بد کی گواہی دینگے [illegible]
[illegible] انکے اعمال [illegible] گواہی دینگے [illegible] اللہ
تعالی [illegible] بیان کرتے [illegible]
[illegible] اعضو [illegible]
[illegible] بیان کرتے
[illegible] لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ۝ اور ہم چاہیں تو
مٹا دیں انکی آنکھیں پھر دوڑیں رستہ [illegible] پھر کہاں سے سوجھے یعنی اگر ہم چاہیں تو انکی
آنکھیں دنیا میں مٹا ڈالیں [illegible] پھریں انکو کچھ نہ سوجھے وَلَوْ نَشَآءُ
لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ۝ اور اگر ہم چاہیں صورت
بدل دیں انکی جہاں کی تہاں پھر نہ سکیں آگے چلنا اور نہ وہ الٹے پھریں یعنی اگر ہم چاہیں تو

انکی صورتین بدلڈالین اور وہ جہان ہون وہین رہجاوین نہ آگے بڑھ سکین اور نہ پیچھے ہٹ سکین اور نہ پہلی سی صورت کر سکین ۔ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ اور جس کو ہم بوڑھا کرین اوندھا کرین خلقت مین پھر کیا بوجھ نہین رکھتے یعنی جسے ہم بڑی عمر دیتے بوڑھا کرتے ہین اسکی خلقت بالدیتے ہین یعنی اسکی قوت صنعف سے اور جوانی بڑھاپے سے بدل دیتے ہین جیسے لڑکا سست ہوتا ہے ویسے ہی بوڑھا سست ہوجاتا ہے پس کیا نہین سمجھتے کہ جو پروردگار خلقت کے بدلنے پر قادر ہے وہ آنکھون کے مٹانے اور صورت کے بدلنے پر بھی قدرت کامل رکھتا ہے ٥

کرنا انکار اسکی قدرت سے نہایت جہل ہے ۔ ہمیشہ سب کچھ ہوتے ۔۔۔ یہ کچھ سہل ۔۔۔ کفار مکہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہین اللہ تعالی نے ان کا قول رد کرنے کیلئے فرمایا وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اور ہمنے نہین سکھایا اسے شعر کہنا اور یہ اس کے لایق نہین یعنی ہمنے اپنے پیغمبر کو شعر کہنا نہین سکھایا ۔ اور شعر کہنا اسکے لئے زیبا ہے کیونکہ اگر وہ شعر کہتے تو لوگون کو شک ہوتا کہ یہ قرآن بھی بسبب فصاحت و بلاغت شاعری کے بنالیا ہے بلکہ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ یہ تو نری سمجھوتی ہے اور قرآن ہے صاف تا کہ ڈر سناوے اسکو جسمین جان ہو اور ثابت ہو بات منکرون پر یعنی جو کچھ ہم نے اپنے رسولون پر اتارا یہ نصیحت اور ہدایت اور قرآن صاف روشن ہے تمام احکام کا بتانے والا تاکہ ڈراوے ہمارا رسول اس سے ان لوگون کو جنمین جان ہو مراد جان سے عقل و فہم ہے یا ایمان کیونکہ حیات ابدی ایمان سے ہے اور جاہل اور کافر مثل مردے کے ہین اور اس لئے کہ ثابت ہو عذاب کافرون پر قرآن پاک کے نہ ماننے سے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ کیا اور نہین دیکھتے ہم نے بنادئے انکو اپنے ہاتھون بنائے سے چوپائے پھر وہ ان کے مالک ہین یعنی کیا وہ

یہ نہین دیکھتے کہ ہمنے انکے لئے چوپائے مثل بکری گائے اونٹ وغیرہ کے بنادئے اور
وہ ان کے قبضہ اور اختیار مین ہین۔ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝
اور عاجز کر دیا انکو ان کے آگے پھر ان مین کوئی ہے انکی سواری اور کسی کو کھاتے ہین یعنی
ان جانورونکو مسخر کر دیا ہمنے انکے لئے پس بعضون پر وہ سوار ہوتے ہین جیسے اونٹ
اور گھوڑے اور بعضونکو وہ کھاتے ہین جیسے گائے اور بکری وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ
اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ اور ان کو ان مین فائدے ہین اور پینے کے گھاٹ پھر کیون شکر نہین
کرتے یعنی انکے لئے ان چارپایون مین فائدے ہین کھال اور بال وغیرہ کے اور پینے
کی چیزین ہین جیسے دودھ وغیرہ پھر یہ جو ان نعمتون کے کیون شکر نہین کرتے
وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ اور پکڑے ہین اللہ کے سوا
اور حاکم کہ شاید انکو پہنچے مدد یعنی کافرون نے پروردگار عالم کے سوا اور معبود ٹھیرائے
ہین اس خیال سے کہ وہ ان کی مدد کرینگے حالانکہ وہ سب لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ
هُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝ نہ سکین گے ان کی مدد کرنی اور یہ ان کی
فوج ہوکر پکڑے آوینگے یعنی کافرون نے خدائے تعالی کے سوا جنکو معبود
سمجھا ہے وہ معبود ان کی مدد ہرگز نہ کر سکینگے کیونکہ انکو کچھ قدرت نہین
اور کافران کے لشکر ہوکر قیامت کے دن پکڑے آئین گے اور دوزخ مین
ڈالے جائین گے۔ اب حق تعالی اپنے حبیب سے فرماتا ہے کہ فَلَا يَحْزُنْكَ
قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ اب تم غم نہ کھاؤ انکی بات سے ہم
جانتے ہین جو چھپاتے ہین اور جو کھولتے ہین یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آپ انکے کہنے سے کہ وہ ہمارا شریک ٹھیراتے ہین یا آپ ان کو شاعر اور ساحر بتلاتے
ہین غم نہ کیجئے کیونکہ ہم خوب جانتے ہین ان کے بغض و کینے کو جو وہ چھپاتے ہین
اور ان کے شرک اور کفر کو جو وہ ظاہر کرتے ہین روایت ہے کہ عاصی بن وائل

اور ابوجہل کچھ ہڈیان پرانی بوسیدہ ہاتھ مین لیکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین آئے اور کچھ سردار قریش بھی وہان موجود تھے یہ دونون آپ سے
عرض کرنے لگے کہ کون ایسا ہے جو ان بوسیدہ ہڈیون کو دوبارہ جلادے آپ نے
فرمایا کہ پروردگار عالم قیامت کے دن انھین بھی زندہ کریگا اور تجھے بھی اوٹھا دیگا
اسیوقت یہ آیت نازل ہوئی اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ
خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○ کیا دیکھتا نہین آدمی کہ ہم نے اُسکو بنایا ایک بوند سے پھر تب ہی
وہ ہوگیا جھگڑتا بولتا یعنی کیا نہین دیکھنے کا فر کہ پیدا کیا ہم نے انکو ایک منی کے
قطرے سے اور رفتہ رفتہ ترقی دیکے مان کے پیٹ سے باہر نکالکر اسے بڑا کیا
گویائی دی پھر وہ ہوگیا جھگڑنے والا ظاہر وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ۚ قَالَ مَنْ
یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ○ اور بٹھاتا ہے ہمپر کہاوت اور بھول گیا اپنی خلقت کہتے لگے
کون جلاویگا ہڈیان جب کھوکھری ہوگئی یعنی اپنے نزدیک ہمارے لئے ایک مثل
بنا لایا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور پوچھتا ہے کہ کون جلاوے گا ان بوسیدہ ہڈیون کو
دوبارہ اور نہین جانتا کہ اُسے کس نے پیدا کیا اور کون عدم سے وجود مین لایا [illegible]
الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ ۙ الَّذِیْ [illegible]
نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ○ تو کہہ اُن کو جلاوے گا جس نے [illegible]
وہ سب بنانا جانتا ہے جس نے بنا دی تمکو سبز درخت سے [illegible]
سے سلگاتے ہو یعنی کہدیجئے آپ اُن سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
ہڈیون کو وہی جلاویگا جس نے اپنی قدرت سے پہلی [illegible] پیدا [illegible]
کو پیدا کرنا جانتا ہے تمام مخلوق کا علم اُسے بخوبی ہے [illegible]
کہ جس نے تمہارے سبز درخت سے آگ نکالی پس اب تم [illegible] سے
کرتے ہو آگ پتھر سے نکلتی ہے یا بعضے سبز درختون سے جیسے [illegible]

اُنکی ٹہنیاں جب پسینے ہوا سے رگڑتی ہیں تو اُن سے آگ نکلتی ہے اُسی کی نسبت
حق تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ جو سبز و تر درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے وہ بوسیدہ
ہڈیوں کو تر و تازگی دینے پر بدرجہا اولی قدرت رکھتا ہے اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ بَلٰی وَھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ کیا جس نے بنائے
آسمان و زمین نہیں سکتا کہ بناوے ویسی اور کیوں نہیں اور وہ ہے اصل بنانیوالا
جانتا ہے سب کچھ یعنی جس نے زمین و آسمان پیدا کئے کیا وہ اُن کے مانند نہیں پیدا
کر سکتا بیشک وہ پیدا کر سکتا ہے اور وہی ہے پیدا کرنے والا تمام خلق کا اور جانتا ہے
ہر شے کے پیدا کرنیکا حال اور وہ بڑی قدرت والا ہے اور سب جانتا ہے اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ
اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ اُس کا حکم یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کے
پیدا کرنے کا حال فرماتا ہے تو اُسے صرف اتنا ہی حکم دیتا ہے کہ ہو پس وہ فوراً ہو جاتی
ہے اور اُس میں چشم زدن کی دیر نہیں ہوتی اور یہ اُسکی کمال قدرت کی دلیل ہے کہ
جو شے وہ چاہتا ہے اُسی دم ہو جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں یہ کلمہ ایک نشانی ہے
جب فرشتے سنتے ہیں سمجھ جاتے ہیں کہ کوئی شے پیدا ہوگی۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ
مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ ہے حکومت
ہر چیز کی اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے یعنی پاک ذات اور بے عیب ہے وہ پروردگار
جسکے قبضہ قدرت میں بادشاہت ہے ہر چیز کی اور اسی کی طرف پھر جانا ہے سب کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشتہار واجب الاظہار

اللہ کی شکر گذاری۔ اہل اسلام کو خوشخبری مولوی احسان الحق صاحب دہلوی کی طرف سے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں گذارش حال یہ ہے کہ قریباً چھ برس سے شہر دہلی میں ایک پنڈت جی دولیکا نند اللہ کے فضل سے مسلمان ہو گئے ہیں تمام مسلمانوں کو سپارہ قاعدہ قرآن شریف اپنی طرف سے مفت تقسیم کرتے ہیں اور پنڈت جی علم یونانی گرنتھ لاطین عبرانی۔ سوریانی۔ اور سنسکرت۔ انگریزی اور بہت سی زبانوں سے واقف ہیں انہوں نے دین اسلام قبول کر کے اسلام کی خوب خدمت کی ہے اور کسی مسلمان سے کسی قسم کا سوال نہیں آجکل چھ برس سے ہیں ہم کو شہر دہلی میں رہتے دیکھتا ہوں کہ ہزاروں قرآن مجید کی تفسیریں اور دین کی کتابیں تمام مسلمانوں کو وقف کرتے ہیں اور کسی مسلمان پر احسان نہیں جتلاتے اور کوئی ان سے پوچھتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمکو مسلمان بنادیا اور نماز سکھائی بڑی عنایت کی اور اپنی درگاہ میں سر جھکانا مجھے سکھایا یہی بڑا فضل کیا شہر دہلی میں کوئی اگر دریافت کرے ہزاروں آدمی بتلا دیں گے انہوں نے اپنی ذات سے ہزاروں اور ہم انکو اپنی ذات سے روپیہ خرچ کر کے جھچولی اور گاؤں گاؤں جاتے ہیں مسلمان بھائیوں کو وقف کرتے ہیں مسلمانوں کو کسی قسم کی وہ تکلیف نہیں دیتے اور نہ وہاں ریل کے واسطے کرایہ مانگتے ہیں اور نہ انکی روٹی کھاتے ہیں نہ مسلمانوں پر کوئی احسان جتاتے ہیں اور خدا کا شکر کرتے ہیں دعا کرتے ہیں کہ اللہ مسلمانوں کو نیک ہدایت دے دیکھئے یہی ایک کام بہت بڑا انہوں نے کیا ہے دہلی سے قریب ایک کوس پر ایک گاؤں ہے وہاں بہت سے مسلمان آریہ ہونے لگتے تھے وہاں پہنچ کر انہوں نے ایک مسجد بنادی اور ایک مولوی صاحب کو اپنی طرف سے قائم کر دیا اور وہاں پر اسکے بچوں کو پڑھانے کے واسطے دین اسلام کا ایک مدرسہ قائم کر دیا ان کاموں میں مسلمانوں کی کسی طرح کی امداد نہیں۔ اور نہ مسلمان ان باتوں پر غور کریں ہر ایک انسان کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے جیسے جسکی نیت ویسے ہی اسکو رحمت اللہ کی طرف سے عنایت ہوتی ہے مسلمان بھائی انکو اللہ ہدایت دیوے اور جیسے یہ پنڈت جی کو خدا نے توفیق دی اور دین اسلام میں شامل کر کے اپنی رحمت میں شامل کیا اسی طرح تمام مسلمان غریب اور امیر سب کو اپنی رحمت میں شامل کر یو سب آمین ثم آمین

المشتہر مولوی احسان الحق دہلوی

اسلام کی پہلی کتاب

یعنی

اسلام کے عقائد

تصنیف حضرت

جناب نواب میر صدر الدین حسین خان صاحب مد ظلہم

رئیس بڑودہ ملک گجرات

مطبوعہ ۱۳۲۵ھ

بکوشش مولوی محمد ابوالقاسم صاحب

مطبع سعید المطابع بنارس محلہ دارانگر میں چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کے پنج بنا یعنی پانچ ارکان ہین جو ہر مسلمان کو یاد رکھنا ضروری اور فرض ہین

اوّل - کلمۂ شہادت کو صدق دل سے پڑھنا اور معنی سمجھنا اور سات چیزون پر ایمان لانا۔

دوم - نماز دن رات مین پانچ وقت کی پڑھنا۔ فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا۔

سوم - روزے رکھنا برس مین ایک مہینے کے اور وہ مہینہ رمضان کا ہے۔

چہارم - زکوٰۃ دینا اپنے مال کی یعنی برس مین چالیسوان حصہ خیرات دینا۔

پنجم - حج کرنا کعبہ شریف کا اپنے عمر مین ایک بار اگر سفر کے خرچ کی قدرت ہو یہ پانچ چیزین خدا نے ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض کی ہین چنانچہ نابالغ اور دیوانہ کو معاف ہین۔

پہلا رکن اور پہلا فرض - یہ سات چیزین ہین۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

ایمان لایا مین واسطے اللہ کے اور فرشتون پر اور کتابون پر اور رسولون پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

اور دن قیامت پر اور تقدیر پر خیر اسکی اور شر اسکی اللہ کی طرف سے ہے اور جی اٹھنے پر بعد موت کے

کلمہ شریف

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

گواہی دیتا ہون کہ نہین ہے کوئی معبود سوا اللہ کے وہ ایک ہے نہین ہے شریک اسکا

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اور گواہی دیتا ہون کہ محمد صاحب بندے اس کے ہین اور رسول اس کے

یہ سات چیزین اور کلمہ شریف ترجمہ کے ساتھ ہر مرد و عورت بڈھے اور بچے کو زبانی یاد کرانا چاہیئے پس جو شخص کہ اوسکو یاد کرے اور سمجھکر پڑھے اور دل سے یقین لاوے اور سچ جانے اور زبان سے اقرار کرے تو وہ مسلمان ہے اور جو شخص کہ اسکو یونہی عربی مین پڑھ لیوے اور معنے نہ سمجھے تو وہ مسلمان نہین اور جو شخص کہ معنی بھی سمجھے اور دل سے یقین نہ لاوے

اور زبان سے گواہی دیوے تو وہ بھی مسلمان نہیں،

فائدہ ہوگا قبر میں منکر و نکیر دو فرشتے آکر تیت ... اسی بات کا سوال کرتے ہین اور جب تم کسی کافر یا بندہ و مسلمان بنانا چاہو تو یہی باتین سکھلاؤ تب وہ مسلمان ہوگا ہم کو بھی یہی باتین اور یہی کلمے ایمان لانے کے لئے یاد کرنا چاہیے تاکہ ایمان سلامت رہے اور ایمان کے ساتھ مرین اور خاتمہ بخیر ہو اور خدا کے سامنے سرخرو ہون اور قبر مین فرشتون کو جواب دے سکین۔

۱ **سوال** - ایمان کسے کہتے ہین؟

جواب۔ پیغمبر علیہ السلام جو کچھ خدا کے پاس سے لائے ہین اُسے دل سے سچ جاننا اور زبان سے اقرار کرنا۔

۲ **سوال**۔ تم کتنی چیزون پر ایمان لائے۔

جواب۔ سات چیزون پر۔ اللہ پر اور اُسکے فرشتون پر اور رسولون پر اور کتابون پر اور دن قیامت پر اور تقدیر کی نیکی بدی پر جو اللہ کیطرف سے ہے اور اُٹھنے پر بعد موت کے۔

۱ - اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ

۳ **سوال**۔ تم اللہ پر ایمان لائے تو اُسکی صفتین بیان کرو؟

جواب۔ وہ واحد ہے یعنی اکیلا ہے۔ اسکو ماں۔ باپ۔ بھائی بیٹا جورو یا اور کوئی شریک نہین اور وہ خالق ہے یعنی سب مخلوق کو اُسی نے

پیدا کیا ہے اور وہ رازق ہے یعنی سب کو روزی رزق دیتا ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۴ **سوال**۔ وہ کیسا ہے؟ اُس کی صورت بیان کرو؟

جواب۔ وہ بے مثال ہے۔ نہ اس کی صورت ہے نہ جسم ہے۔ اسکے ہاتھ۔ پاؤن۔ آنکھ۔ ناک۔ کان منہ نہین ہے مگر وہ دیکھتا ہے بغیر آنکھ کے اور سنتا ہے بغیر کان کے اور بولتا ہے بغیر منہ کے اور جو کچھ چاہے کرتا ہے بغیر ہاتھ پاؤن کے۔

۵ **سوال**۔ اُسے کھانے پینے کی ضرورت ہے یا نہین؟

جواب۔ نہ وہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے۔ نہ سوتا ہے اور نہ اُسے موت ہے۔

۶ **سوال**۔ وہ کب سے ہے اور کب تک رہے گا؟

جواب۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

۷ **سوال**۔ وہ کہان رہتا ہے؟

جواب۔ نہ آسمانون مین رہتا ہے اور نہ زمینون مین۔ بلکہ وہ سب جگہ ہے۔

۸ **سوال**۔ وہ کسی کو دکھائی دیتا ہے یا نہین؟

جواب۔ دُنیا مین اُسے دیکھنے کی کسی مین مجال نہین۔ ہان آخرت مین دیدار ہوگا۔

۹ **سوال**۔ وہ سب جگہ موجود ہے پھر کیون نہین دکھائی دیتا؟

جواب۔ وہ بے جسم ہے جیسے کہ ہوا اور روشنی بے جسم ہے اور دکھائی نہین دیتی اور جیسے کہ روح بے جسم ہے اور اُسکا تسلط تمام جسم مین ہے اور دکھائی

نہین دیتی انسان ہی خدا بے جسم ہے اور اُس کا تسلط تمام زمین و آسمان مین ہے وہ دکھائی نہین دیتا۔

۱۰ **سوال**۔ وہ اگر ہم کو نظر آتا تو ہم اُسے دیکھکر ایمان لاتے؟

جواب۔ وہ اگرچہ نظر نہین آتا مگر اُس نے مخلوق اسی لئے پیدا کی ہے کہ مخلوق کو دیکھکر خالق پر ایمان لاؤ اور قدرت کو دیکھکر قادر کو پہچانو۔

۲ وَمَلٰئِکَتِہٖ

۱۱ **سوال**۔ ملائک کسے کہتے ہین؟

جواب۔ فرشتون کو۔ وہ اللہ کے بندے ہین اور بہت سے آسمانون پر رہتے ہین اور تھوڑے زمین پر اور وہ سب گناہون سے پاک ہین نہ وہ مرد ہین نہ عورت اور اُنہین کھانے اور پینے کی بھی ضرورت نہین وہ سب ہمیشہ اللہ کی عبادت کرتے ہین اور جو کام اُن کے سپرد کئے ہین اُن مین لگے رہتے ہین اور اُن کو اللہ نے نور سے پیدا کیا ہے۔

۱۲ **سوال**۔ اُن کے سردار کون ہین؟

جواب۔ بہت سردار ہین مگر سب سے بڑے چار سردار ہین۔ اول حضرت جبرئیل۔ دوم حضرت میکائیل۔ سوم حضرت اسرافیل۔ چہارم حضرت عزرائیل۔

۱۳ **سوال**۔ یہ چارون کون سے کام پر متعین ہین؟

جواب۔ حضرت جبرئیل اللہ کی طرف سے پیغمبرون کو پیغام پہونچانے پر مقرر

ہین اور حضرت میکائیل بارش برسانے اور مخلوق کی رزق روزی کا حساب کرنے پر مقرر ہین اور حضرت اسرافیل قیامت کے روز صور پھونکنے پر مقرر ہین اور حضرت عزرائیل روح نکالنے اور جان لینے کا کام کرتے ہین اِن کا نام ملک الموت ہے۔

سوال - کراماً کاتبین کسے کہتے ہین؟

جواب - کراماً کاتبین دو فرشتے ہین ہر شخص کے کاندھے پر جو سیدہے کاندھے پر ہے وہ تمام نیکیان جو کچھ کہ آدمی سے سرزد ہوتی ہین لکھتا رہتا ہے اور جو بائین کاندھے پر ہے وہ تمام بدیان لکھتا ہے قیامت کے روز اعمال نامے سبھون کے ہاتھ مین دیے جائینگے اور یہ فرشتے گواہ ہونگے۔

سوال - منکر و نکیر کسے کہتے ہین؟

جواب - منکر و نکیر دو فرشتے ہین ہر شخص کے مرنے کے بعد قبر مین آکر یہ دونون سوال کرتے ہین کہ تو کس دین پر مرا اور تو کس کی پوجا یعنے عبادت کرتا تھا یعنی تیرا خدا کون ہے اور رسول کون۔ اگر وہ صحیح جواب دیتا ہے تو اُسے آرام سے رکھتے ہین اور اگر بیدین ہوتا ہے اور کسی غیر کو خدا بتاتا ہے یا دیندار ہوتا ہے اگر جواب دینا نہین آتا تو اُسے آگ کے گرز مارتے ہین۔ اور قیامت تک مصیبت مین رکھتے ہین۔

۳ - وَکُتُبِہٖ

سوال - قرآن کسے کہتے ہین؟

جواب - قرآن کتاب اللہ کی ہے جو اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم پر نازل ہوئی اور اُن کے ذریعہ سے ہم کو ملی اِس مین اللہ نے اپنی رضامندی اور نارضامندی کے کام بتائے ہین تاکہ ہم اِن نعمتون پر عمل کرین۔

۱۷ **سوال** - دوسرے پیغمبرون پر بھی کتابین نازل ہوئی ہین؟

جواب - ہان بہت سے رسولون پر کتابین نازل ہوئین۔ لیکن یہ چار کتابین زیادہ مشہور ہین۔ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن۔ توریت حضرت موسیٰ پر۔ زبور حضرت داوٗد پر۔ انجیل حضرت عیسیٰ پر۔ قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہین۔

۴- رُسُل

۱۸ **سوال** - رسول کسے کہتے ہین؟

جواب - سب رسول اللہ کے بندے ہین۔ اللہ نے اِنکو ہم لوگون کی ہدایت کیواسطے مامور کیا وہ ہمکو خدا کا راستہ بتانے کے لئے پیدا ہوئے تاکہ ہم خدا کو بھول نہ جائین اور شیطان کے فریب مین نہ آئین۔

سوال - کتنے پیغمبر ہوئے ہین؟

جواب - اِن کا شمار ٹھیک معلوم نہین۔ بعض لوگ ایک لاکھ چوبیس ہزار اور بعض آٹھ ہزار بتاتے ہین۔

سوال - سب سے پہلے کونسے پیغمبر ہوئے ہین اور سب کے بعد کونسے؟

جواب۔ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پیچھے۔

سوال۔ تم کونسے پیغمبر کی امت ہو؟ ٢١

جواب۔ ہم پیغمبر آخر الزمان کی امت ہیں جنکا نام احمد اور محمد ہے۔

سوال۔ ان کے بعد کوئی اور پیغمبر ہونگے؟ ٢٢

جواب۔ نہیں ہونگے کیونکہ خدا نے انپر نبوت ختم کر دی۔

سوال۔ بڑے درجے کے پیغمبر کونسے ہیں؟ ٢٣

جواب۔ چھ پیغمبر ہیں حضرت آدم صفی اللہ اور حضرت نوح نبی اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ۔ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سوال۔ ان پیغمبروں کے بڑے ہونیکا کیا ثبوت؟ ٢٤

جواب۔ انکی شریعت اگلی شریعتوں کو منسوخ کرتی تھی یعنی انکا قانون جب نکلتا تھا تو پچھلے قانون پر عمل کرنا بند اور موقوف ہوتا تھا۔ اس لئے یہ پیغمبر صاحب شریعت ہوئے ہیں یعنی نیا حکم اور نیا قانون جاری کرنیوالے۔

سوال۔ معجزہ کسے کہتے ہیں۔ ٢٥

جواب۔ معجزہ ایسی نادر اور تعجب کی بات کو کہتے ہیں کہ جو کسی بشر سے اس کا ہونا ممکن نہیں اور یہ پیغمبروں کی سچائی کے لئے انکی دعا سے حق تعالیٰ ظاہر کرتا ہے جیسے کہ حضرت محمد کی انگلی کے اشارہ سے چاند

دو ٹکڑے ہوگیا اور حضرت عیسےٰؑ کی دعا سے مُردہ زندہ ہوگیا اور حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اژدہا بن گئی اور حضرت صالحؑ کی دعا سے پتھر سے اونٹنی نکلی وغیرہ وغیرہ۔

۲۶ **سوال**۔ معراج کسے کہتے ہیں؟

جواب۔ اللہ تعالےٰ سے بے واسطے جبرئیلؑ کے بات کرنے کو معراج کہتے ہیں۔ حضرت موسےٰؑ کو کوہ طور پر معراج ہوئی اور ہمارے پیغمبرؐ کو عرشِ معلیٰ پر معراج ہوئی۔

۲۷ **سوال**۔ ہمارے حضرت رسول مقبول کہاں پیدا ہوئے؟

جواب۔ شہر مکہ میں۔

۲۸ **سوال**۔ آپ کے ماں باپ کا نام کیا ہے؟

جواب۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف اور ماں کا نام بی بی آمنہ بنت وہب ہے۔

۲۹ **سوال**۔ آپ کو پیغمبری کس عمر میں ملی؟

جواب۔ چالیس[۴۰] برس کی عمر میں۔

۳۰ **سوال**۔ آپ کی وفات کس عمر میں ہوئی؟

جواب۔ ترسیٹھ[۶۳] برس کی عمر میں۔

۳۱ **سوال**۔ کتنے برس آپ پیغمبر رہے؟ **جواب**۔ تیئس[۲۳] برس۔

۳۲ **سوال**- آپ کا مزار کہان ہے؟

جواب- مدینہ منوّرہ مین۔

۳۳ **سوال**- وہان آپ نے کیون ہجرت کی؟

جواب- پیغمبر ہونے کے بعد آپ تیرۂ[۱۳] برس مکّہ مین رہے اور اپنی قوم کو ہدایت کی کہ بت پرستی چھوڑ دو جب قوم نے بہت ستانا شروع کیا اور حد سے زیادہ ظلم کئے تو خدا کا حکم ہوا کہ آپ مدینہ چلے جاؤ اور وہان رہو اسی لئے آپ نے وہان ہجرت کی اور دس[۱۰] برس وہان رہے اور وہان وفات ہوئی۔

۳۴ **سوال**- مہاجرین و انصار کسے کہتے ہین؟

جواب جن صحابیون نے حضرتؐ کے ساتھ ہجرت کی وہ مہاجر کہلائے اور جنھون نے ہجرت کرنے والون کو اپنے گہر مین امن دیا یعنی مدینہ کے لوگ وہ انصار کہلاتے ہین۔

۳۵ **سوال**- صدی کسے کہتے ہین؟

جواب- سو برس کو ایک صدی کہتے ہین۔ ہمارے پیغمبرؐ کے زمانہ کو تیرہ[۱۳] سو برس ہو چکے اسلئے یہ چودہوین صدی کہلاتی ہے اور حضرت عیسےٰؑ کو اُنیس[۱۹] سو برس ہو چکے ہین اسلئے یہ بیسوین صدی کہلاتی ہے۔

۳۶ **سوال**- انگریز اور یہودی کس کی اُمت ہین؟

جواب- انگریز حضرت عیسیٰؑ کی اُمت ہین اور یہودی حضرت موسیٰؑ کی امت ہین

۵ - وَالْیَوْمُ الْاٰخِر

٣٧ **سوال** - قیامت کسے کہتے ہین؟

جواب - ایک روز ایسا آئیگا کہ حضرت اسرافیل صور پھونکین گے اور اسکی آواز سے تمام انسان وحیوان مرجائینگے اور تمام جہان پہاڑ اکھڑ جائینگے یہانتک کہ آسمان بھی پھٹ جائینگے اور زمینون کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوجائینگے اس روز سوائے خدا کے کوئی سلامت نہ رہیگا پھر جب چاہیگا تب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اسرافیل کو زندہ کریگا اور وہ پھر صور پھونکین گے تو تمام زمین وآسمان درست ہوجائینگے اور سب مردے زندہ ہوجائین گے۔

٣٨ **سوال** - اللہ تعالیٰ یہ سب بنائی ہوئی چیزون کو کس لئے توڑے گا؟

جواب - اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے سب کو موت ہے کیونکہ جسکی ابتدا ہے اسکی انتہا بھی ضرور ہے اور ہمیشہ رہنے والا سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی نہین۔

٣٩ **سوال** - قیامت کب قائم ہوگی؟

جواب - قیامت کی پیغمبر علیہ السلام نے یہ نشانیان بتائین کہ دنیا مین اسلام ضعیف ہوگا۔ توحید مٹیگی۔ شرک پھیلے گا۔ عیسائیون کو عروج ہوگا۔ جھوٹ۔ دغابازی۔ زنا۔ اور بے شرمی کی زیادتی ہوگی اور امام مہدی عرب سے ظاہر ہونگے اور کافرون اور مرتدون سے جہاد کرین گے اور سب ملکون مین ازسرنو دین پھیلا دینگے اور چوتھے آسمان سے حضرت عیسیٰ نازل ہونگے وہ بھی مہدی

کی مدد کرین گے اور کانا دجال آئیگا وہ لوگون کو جھوٹے کرشمے دکھا کر گمراہ کریگا
اور یاجوج ماجوج ایک قوم ہے وہ بھی آئینگے اور آفتاب مغرب سے نکلے گا اور
توبہ کے دروازے بند ہون گے وغیرہ وغیرہ۔

۶۔ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللهِ تَعَالٰے

سوال۔ تقدیر کسے کہتے ہین؟ ۴۰

جواب۔ جو بات کہ بندون سے واقع ہوتی ہے اسکا علم اللہ کو پہلے سے ہے اسلئے
اللہ نے اپنے علم کو لوح محفوظ پر لکھ رکھا ہے کہ فلان کام ایسا ہوگا اور فلان بات ایسی
ہوگی پس جو کچھ کہ اللہ نے اپنے علم سے لکھا ہے اسی طرح ہوتا ہے اور ہوگا اس مین
بال برابر فرق نہین آئیگا اسی کو تقدیر کہتے ہین۔

سوال۔ خدا نے جو بات ہمارے لئے لکھدی ہے وہی ہم سے ہوگی تو پھر ہمارے ۴۱
اعمال کی سزا ہمکو کیون ملنا چاہئے کیونکہ فرماتا ہے لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا
بِاِذْنِ اللهِ (ترجمہ) نہین ہلتا ایک ذرہ مگر حکم سے اللہ کے۔

جواب۔ خدا نے جو اعضاء ہم کو عنایت کئے ہین۔ آنکھ۔ ناک۔ ہاتھ۔ پاؤن
وغیرہ وہ سب ہماری قابو اور اختیار مین دئے ہین اور بھلی بُری بات کی سمجھ بوجھ
ہم کو عنایت کی ہے ہم حلوے کو کھاتے ہین اور زہر کو کیون ہاتھ نہین لگاتے
ہم جھونپڑی کو بُرا اور محل کو اچھا کیون کہتے ہین اِسلئے کہ ہم مین عقل کا مادّہ موجود
ہے اِس کے علاوہ ہم کو اچھی اور بُری باتین سمجھانے کے لئے خدا نے پیغمبر بھیجے اور کتابین

لـہ یہ حدیث قدسی ہے۔

نازل کین۔ پس جو کچھ بُرائی اور بھلائی ہم کرتے ہین وہ اِس معنی سے اپنے آپ کرتے ہین لہٰذا اِس کی جزا و سزا ہم کو ملنا چاہیے۔

اگر خدا فقط ہماری بُرائیون کی سزا ہمکو دیتا اور بھلائیون کی جزا نہ دیتا تو ہم کہہ سکتے کہ خدا نے ہمپر ظلم کیا مگر نہین وہ فرماتا ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ (ترجمہ) جس نے ذرہ بھر بھلائی کی وہ دیکھ لیگا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ بھی اُس کا عوض دیکھ لیگا شعر

نیکی کا بدلہ نیک ہے بدی کی بات ہے	اری اخوب دانقدے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

۴۲ **سوال**۔ لیکن خدا جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ہم محض مجبور ہین؟

جواب۔ غلط کہتے ہو۔ بیشک خدا کا چاہا ہوتا ہے مگر تم مجبور نہین ہو خدا نے جو لوح محفوظ کے درمیان ہین ہماری تقدیر لکھدی ہے سو اُس سے اپنا علم ظاہر کیا ہے ہمکو مجبور کرکے ہم سے بُرائی کرانے کو نہین چاہا اور نہین لکھا۔

۴۳ **سوال**۔ اگر ہم مجبور نہین ہین تو پورے مختار بھی نہین ہین۔

جواب۔ ہان ہم کو ایمان لانا چاہیے۔ اِس بات پر کہ جبر اور اختیار دونون کے درمیان ہین ہماری تقدیر ہے اور ہمیشہ ڈر ڈر کر قدم رکھنا چاہیے اور سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیے اور پھر اپنے کامون کو اُس کے حوالے کرنا چاہیے جو تقدیر کا مالک ہے اور جو صاحب لوح و قلم ہے۔

۴۴ **سوال**۔ تقدیر زبردست ہے یا تدبیر؟

ملہ پارہ ۳۰۔ سورہ زلزال۔

جواب تقدیر زبردست ہے اور تدبیر فرض ہے۔ اگر تم اپنے مال کو حفاظت سے رکھو اور پھر چوری جائے تو اُسے تقدیری امر سمجھنا چاہیے اور جاننا کہ خدا کی مرضی ایسی ہی تھی لیکن جب تم مال کو حفاظت سے نہ رکھو اور چوری ہو جائے تو وہ تمھارا قصور ہے ۔

گفت پیغمبر بآواز بلند	بر توکل زانوے اشتر بہ بند

ترجمہ - فرمایا پیغمبر صاحب نے بلند آواز سے کہ توکل کے ساتھ اونٹ کا زانو باندھو

مطلب یہ کہ بیٹھ نہ رہے۔

۷- دالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

۴۵ **سوال**- پھر قیامت آنے کے بعد کیا ہوگا۔

جواب- پھر خدا سب کو زندہ کریگا اور تخت پر انصاف کے لئے بیٹھے گا اور سب مخلوق کا انصاف ہوگا جس نے اللہ کی عبادت کی ہے اور اسکے پیغمبرون کو سچا جانا ہے اور اُس کے حکم پر عمل کیا ہے وہ لوگ جنّت مین جائینگے اور جن لوگون نے اللہ کو چھوڑ کر چاند سورج - آگ - پانی جھاڑ پتھر وغیرہ کو پوجا ہے اور بدکام کئے ہیں وہ سب دوزخ مین جائینگے۔

۴۶ **سوال**- میزان کسے کہتے ہین؟

جواب- میزان ایک ترازو ہے جسمین سب کی نیکی بدی تولی جائیگی جسکی بدی زیادہ ہوگی وہ دوزخ مین جائیگا اور جس کی نیکی زیادہ ہوگی وہ جنّت مین جائیگا۔

۴۷ **سوال**- پل صراط کسے کہتے ہین؟

جواب- پل صراط ایک پل ہے تلوار سے تیز تر اور بال سے باریک ۔ سے دوزخ

پر لاکر رکھین گے اور سب کو اُس پر چلنے کا حکم ہوگا بعض لوگ تو بجلی کی طرح جلد پار ہو جائینگے
اور بعض دھیمے دھیمے پہونچ جائینگے اپنے اپنے مرتبے کے موافق مگر جو گنہگار ہین
اور کافر اور مشرک ہین وہ کٹ کٹ کر اندر گر ینگے اور پار نہ ہو سکینگے

۴۸ **سوال** شفاعت کسے کہتے ہین؟

جواب اللہ تعالیٰ سے سفارش کرکے لوگون کے گناہ بخشوانے کو شفاعت کہتے ہین۔

۴۹ **سوال**۔ وہان کوئی شفاعت کریگا؟

جواب۔ ہان حضرت محمد علیہ السلام اپنی بہت سی اُمت کو اللہ تعالیٰ سے
بخشوائینگے اور پھر بہت سے پیغمبر اور اللہ کے پیارے اپنے اپنے گروہ کی شفاعت کرینگے
اور اللہ تعالیٰ اُن کی خاطر سے بہتون کو بخشے گا ؎

شنیدم کہ در روز امید و بیم	بدان را بہ نیکان بہ بخشد کریم

۵۰ **سوال**۔ دوزخ کسے کہتے ہین؟

جواب۔ دوزخ سات ہین۔ اُن مین بہت تیز آگ اور بڑے بڑے سانپ
بچھو اور سینکڑون طرح کا عذاب ہے۔ دوزخ کو اللہ نے اپنے نافرمان بندون کی
سزا دینے کے لئے بنایا ہے۔ اس مین کافر و مشرک ہمیشہ جلتے رہینگے اور گنہگار مومن اپنے
کئے کی سزا پاکر وہان سے خلاصی پائینگے کیونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ کلمہ گو اور توحید و
رسالت کے اقرار کرنے والے کو ضرور جنت ملیگی۔

۵۱ **سوال**۔ جنت کسے کہتے ہین؟

جواب - جنت آٹھ ہین - ہر ایک جنت مین سونے چاندی ہیرے موتی کے بڑے بڑے محل ہین اور باغ اور نہرین اور سب طرح کی نعمتین اور تمام دنیا کا عیش موجود ہے وہان کی عورتون کو حورین اور لڑکون کو غلمان کہتے ہین جو خدمت کے لئے ہر وقت حاضر رہین گے - جنت مین چار چیزون کا نام بھی نہ ہوگا - ایک موت دوم بڑھاپا - سوم بیماری چہارم مفلسی - غرضکہ کوئی مصیبت اور کوئی تکلیف وہان نہ ہوگی جنت اللہ نے نیک بندون کے واسطے پیدا کی ہے -

شرع کی معلومات

۵۲ **سوال** - شریعت کسے کہتے ہین؟

جواب - قرآن اور حدیث اور اجماعِ اُمّت اور قیاس اِن چارون چیزون سے جو قانون بنایا گیا ہے اُسے علم شریعت اور علم فقہ کہتے ہین -

۵۳ **سوال** - شریعت مین کیا باتین لکھی ہین؟

جواب - اوامر و نواہی -

۵۴ **سوال** - اوامر و نواہی کسے کہتے ہین؟

جواب - اوامر وہ حکم جسکو خدا نے کرنے کی اجازت دی اور نواہی وہ کام ہین جن کے کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے -

۵۵ **سوال** - اوامر کون کون سے ہین؟

جواب - کلمہ - نماز - روزہ - حج - زکوٰۃ یہ اوامر ہین -

۵۶ **سوال** - اور نواہی کون کون سے ہین؟

جواب - نواہی کی بھی پانچ قسمین ہین - ایک تو کفر - دوسرے شرک - تیسرے بدعت - چوتھے کبیرہ گناہ - پانچوین صغیرہ گناہ -

۵۷ **سوال** - کفر کسے کہتے ہیں؟

جواب - جن سات چیزون پر ایمان لانا فرض ہے اُس سے انکار کرنا خواہ ایک دو چیزون سے انکار ہو یا سب چیزون سے - اسی کو کفر کہتے ہین -

۵۸ **سوال** - اور شرک کسے کہتے ہین؟

جواب - خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا خواہ ذات مین شریک کرے خواہ صفات مین یا عبادت مین - اسکو شرک کہتے ہین -

۵۹ **سوال** - بدعت کسے کہتے ہین؟

جواب - دین کے اندر کوئی نئی بات ایسی قائم کرنا جو آنحضرت اور اُنکے صحابیون کیوقت مین قائم نہ ہو اُسے بدعت کہتے ہین جیسے بی بی کی صحنک اور رتجگا اور تعزیہ داری اور خواجہ خضر کی ناؤ اور پیرون کی مہندی اور صندل اور حضرت پیر کے جھنڈے وغیرہ -

۶۰ **سوال** کبیرہ گناہ کسے کہتے ہین؟

جواب کبیرہ گناہ یعنی بڑے گناہ جیسے کہ کسی کو قتل کرنا یا حمل گرانا یا اپنے آپ کو ہلاک کرنا یا شراب پینا یا زنا کرنا یا اغلام کرنا یا چوری کرنا یا کسی کا مال چھین لینا یا کسی پر تہمت لگانا یا ظلم کرنا یا جوا کھیلنا یا رشوت لینا یا غیبت

کرنا یا جھوٹی قسم کھانا وغیرہ وغیرہ۔ کبیرہ گناہوں کی گنتی چار سو سے کچھ اوپر ہے۔

۶۱ **سوال** ۔صغیرہ گناہ کسے کہتے ہین؟

جواب ۔صغیرہ گناہ چھوٹے گناہون کو کہتے ہین جو گنتی مین نہین آ سکتے اور عبادت کرنے یعنی نماز روزہ سے معاف ہو جاتے ہین۔ کبیرہ گناہ اور بدعت بغیر توبہ کے شفاعت سے بھی اگر خدا مہربانی کرے تو معاف ہو سکتے ہین مگر شرک اور کفر سے اگر زندگی مین باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے تو کبھی معاف نہین ہوتے اور نہ شفاعت اسکی کوئی کرے گا۔

۶۲ **سوال** ۔علم تفسیر کسے کہتے ہین؟

جواب ۔قرآن کی آیتون کے معنی اور مطلب اور شرح کو علم تفسیر کہتے ہین اور تفسیر جاننے والے کو مفسّر کہتے ہین۔

۶۳ **سوال** ۔علم حدیث کسے کہتے ہین؟

جواب ۔حدیث دو قسم کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اپنی زبان سے ارشاد فرمایا اُسے لوگون نے لکھکر جمع کیا ہے اُسکو قولی حدیث کہتے ہین اور جو جو کام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگون نے کرتے ہوئے دیکھا اُسے لکھ لیا اور جمع کیا۔ اُسے فعلی حدیث کہتے ہین اور اِس علم کا جاننے والا محدّث کہلاتا ہے۔

۶۴ **سوال** ۔علم فقہ یعنی علم شریعت مین کونسی کتابین معتبر ہین؟

جواب ۔درمختار۔ شرح ہدایہ۔ شرح وقایہ۔ کنز الدقائق۔

سوال - علم حدیث مین کونسی کتابین معتبر ہین؟ ٦٥

جواب - صحاح ستہ معتبر ہین یعنی چھ کتابین - صحیح بخاری - صحیح مسلم - ترمذی - سنن ابی داود - سنن نسائی - سنن ابن ماجہ -

سوال - علم تفسیر مین کونسی کتابین معتبر ہین - ٦٦

جواب - تفسیر خازن - تفسیر بیضاوی - کبیر - تفسیر جلالین -

مسائل متفرقہ

سوال - اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مین سب سے افضل کون ہے؟ ٦٧

جواب - حضرت ابوبکر صدیق - پھر حضرت عمر خطاب - پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم

سوال - ان کے افضل ہونے کی وجہ کیا ہے؟ ٦٨

جواب - انھون نے ایمان لاکر اسلام کو بہت مدد پہونچائی اور حضرت پیغمبر صاحب پر تن - من اور دھن کو فدا کرتے رہے - ان کی شان مین بہت سی حدیثین اور قرآن کی آیتین وارد ہین مگر عموماً وجہ تو یہ ہے اور خصوصاً وجہ یہ ہے کہ آنحضرت کی وفات کے بعد یہی چارون خلیفہ ہوئے اور حضور کی گدی کے وارث ٹھیرے[1]

[1] انکو رتبے مین ایک کو ترجیح دینے مین لڑنا جھگڑنا حماقت ہے - اہل سنت نے سلسلہ خلافت کے موافق ترجیح دی ہے اور اہل تشیع قرب قرابت کے مطابق ترجیح دیتے ہین اور اس مین کوئی مضائقہ نہین کیونکہ یہ مسئلہ داخل ایمان نہین - ایمان اوس چیز کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے لائے ہین آیۃ (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ) (ترجمہ) مین نے آج تمہارا دین کامل کردیا اور مین نے تم پر نعمت اپنی تمام کی) کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی -

۶۹ **سوال** - پھر اُن کے بعد کون افضل ہے؟

جواب - اُن کے بعد تمام آل و اصحاب و اہل بیت ایک سے ایک افضل ہین اور بعد آل و اصحاب کے تابعین کا مرتبہ ہے اور بعد تابعین کے تبع تابعین کا۔

۷۰ **سوال** - تابعین اور تبع تابعین کسے کہتے ہین -

جواب - جنھون نے حضرت رسول مقبولؐ کا زمانہ دیکھا ہے اور آپکی صحبت سے فیض اُٹھایا ہے وہ لوگ صحابہ ہین اور جنھون نے آپ کو نہین دیکھا ہے مگر آپکے صحابہ کو دیکھا ہے اور اُن کی صحبت سے فائدہ حاصل کیا ہے وہ لوگ تابعین ہین اور جن لوگون نے صحابہ کو بھی نہین دیکھا مگر تابعین کو دیکھا ہے اور اُن کی صحبت سے دینی نفع حاصل کیا ہے وہ لوگ تبع تابعین ہین۔

۷۱ **سوال** - اولیا کسے کہتے ہین؟

جواب - اولیا اللہ وہ ہین - جو اللہ کی عبادت اور طاعت کی باعث خدا کے محبوب اور پیارے بن گئے ہین جیسے کہ مردون مین حضرت خواجہ معین الدین اجمیری اور محی الدین جیلانی یعنی پیران پیر وغیرہ اور عورتون مین حضرت رابعہ بصری وغیرہ مشہور ہین۔

۷۲ **سوال** - قطب اور غوث اور ابدال اور مجذوب کسے کہتے ہین؟

جواب - اولیا کے بہت درجے ہین - کوئی قطب کہلاتا ہے اور کوئی ابدالون مین شمار ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

سوال - کرامت کسے کہتے ہین؟ ۷۳

جواب - جو بات اولیاؤن سے خلاف فطرت اور تعجب انگیز ظہور مین آتی ہے وہ کرامت کہلاتی ہے -

سوال - امام کسے کہتے ہین؟ ۷۴

جواب - پیشوا کو امام کہتے ہین - شیعہ مذہب مین صرف بارہ امام دین کے پیشوا سمجھے جاتے ہین سب سے پہلے امام حضرت علیؓ اور سب کے آخر امام حضرت امام مہدیؓ مگر مذہب سنت جماعت مین امامون کا شمار اس طرح نہین - ہان اہل بیت کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور بارہ امام بیشک اہل بیت ہین -

سوال - بارہ امامون کے نام کیا ہین؟ ۷۵

جواب - بارہ امامون کے نام یہ ہین حضرت علیؓ - امام حسنؓ - امام حسینؓ - امام زین العابدینؓ - امام جعفرؓ - امام باقرؓ - امام موسیٰ کاظمؓ - امام موسیٰ رضاؓ - امام تقیؓ - امام نقیؓ - امام عسکریؓ - امام مہدی رضی اللہ عنہم -

سوال - سنت جماعت مین چار امام کے نام سے چار مذہب مشہور ہین - ۷۶
حنفیؒ - شافعیؒ - مالکیؒ - حنبلیؒ - اس کا کیا سبب ہے؟

جواب - حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگون نے دین مین نئے نئے رخنے پیدا کیے اور جدے جدے فرقے ہونے لگے اسلئے ان چار عالمون نے خوب کوشش اور اجتہاد کرکے سچ جھوٹ کو جدا کیا اور قرآن وحدیث

واجتہاد سے فقہ کو مرتب کیا اور اُن کے جمع کئے ہوئے قانون کو سب نے پسند کیا اور اُس کے پیرو ہو گئے اِسلئے یہ چارون شخص علم فقہ کے مجتہد اور امام یعنی پیشوا کہلاتے ہین۔

سوال۔ مقلد اور غیر مقلد کے کیا معنی ہین؟

جواب۔ جن لوگون نے چارون امامون مین سے ایک کی پیروی یعنی تقلید اختیار کی وہ مقلد کہلاتا ہے جیسے حنفی امام ابوحنیفہ کا مقلد ہے اور شافعی امام محمد ادریس شافعی کا مقلد ہے اور غیر مقلد وہ ہے جو ان کی پیروی نہ کرے بلکہ آزاد رہے جو مسئلہ جس امام کا پسند آئے اُس پر عمل کرے یا حدیثون اور قرآن کی آیتون پر ہی عمل کرے۔ غیر مقلد کو اِس زمانے مین اہل حدیث اور وہابی کہتے ہین۔

سوال۔ اسلام مین اور کون کون سے فرقے ہین؟ ۷

جواب۔ اسلام مین بہتر[1] فرقے پیدا ہوئے جنکا ایک دوسرے سے عقائد مین اختلاف ہے۔

سوال۔ اِن فرقون کے نام کیا ہین؟

جواب۔ شیعہ۔ خارجی۔ معتزلہ۔ جبریہ۔ قدریہ۔ جہمیہ۔ مرجیہ وغیرہ۔

سوال۔ اس مین کونسا فرقہ راہ راست پر ہے؟ ۸

جواب۔ فرقۂ سنت جماعت کا۔ کیونکہ سنت کے معنی پیروی کرنیکے ہین اور جماعت کے معنی گروہ اور ٹولہ کے ہین۔ بس یہ ٹولہ آنحضرت کے قول اور فعل کے برابر پیروی کرتا ہے اور اپنے رسول اللہ کے قدم بقدم چلتا ہے

[1] اسلام کے بہتر فرقون کے حالات اور اُنکے عقائد کا اختلاف دیکھنا ہو تو کتاب انوار محمدی مطبوعہ نولکشور اور مذاہب الاسلام مطبوعہ پیسہ اخبار منگا کر دیکھئے اور علم عقائد اسلام اردو وعقائد شمسی ترجمہ عقائد نسفی مطبوعہ دہلی کو دیکھنا چاہیے اور تاریخ مذاہب اسلام بھی قابل دید ہے۔

سوال۔ جو فرقے کہ گمراہ ہیں کیا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہینگے اور کیا وہ اسلام سے خارج ہیں؟ ۸۱

جواب۔ ہمارے علماء نے تو بیشک جاہلوں کو ایسی ہی پٹی پڑھا رکھی ہے کہ سب فرقے جو ہمارے خلاف ہیں اسلام سے خارج ہیں اور دائمی دوزخی ہیں مگر یہ بات ضد اور تعصب کے سبب کہی جاتی ہے ورنہ قرآن و حدیث میں ہزاروں ثبوت اسکے موجود ہیں کہ سب کلمہ گو مسلمان ہیں اور اپنے اپنے اعمال کی سزا پاکر دوزخ سے جنت میں جائینگے مگر جس نے کہ شرک اور کفر کیا ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

سوال۔ ازل اور ابد کسے کہتے ہیں؟ ۸۲

جواب۔ ازل اُس زمانے کو کہتے ہیں کہ جب خدا نے سب کی روحوں کو پیدا کیا اور سب سے اقرار لیا کہ ہم تیرے سوا کسی کو نہ پوجینگے اور ابد اس زمانے کو کہتے ہیں جو قیامت کے بعد شروع ہوگا۔

مسلمان جنت میں اور کافر دوزخ میں رہینگے پھر کسی کو موت نہ آئیگی۔

سوال۔ عالم دُنیا کسے کہتے ہیں؟ ۸۳

جواب۔ پیدا ہونے سے موت تک کا زمانہ عالم دنیا کہلاتا ہے اور موت کے بعد سے قیامت میں زندہ ہونے تک کا زمانہ عالم برزخ یعنی قبر میں رہنے کا زمانہ اور پھر قیامت میں زندہ ہونے کے بعد کا زمانہ عالم آخرت کہلاتا ہے۔

سوال۔ دارالعمل اور دارالجزا کسے کہتے ہیں؟ ۸۴

جواب۔ دارالعمل دنیا کا نام ہے یعنی عمل کرنے کا گھر اور دارالجزا آخرت

کا نام ہے یعنی جو عمل اچھے یا بُرے کئے ہین اُس کے بدلہ پانیکا گھر۔

۸۱ **سوال**۔ دنیا کی زندگی کو پنج روزہ کیون کہتے ہین ؟

جواب۔ لڑکپن اور جوانی اور بڑھاپا۔ ان تین زمانون کو تین دن شمار کیا ہے اور ایک دن پیدائش کا اور ایک دن موت کا اِس طرح پانچ دن ہوئے۔

۸ **سوال**۔ دنیا مین ہمین خدا نے کیون پیدا کیا ؟

جواب۔ دو سبب سے ایک تو اللہ جلشانہٗ کی خدائی دیکھنے کے لئے تاکہ اس کی شان و قدرت کا تماشا دیکھکر اُسکی وحدانیت اور بزرگی کا اقرار کرین۔ دوم اُس کی عبادت کرنے کے لئے جیسا کہ پروردگار جگہ جگہ اور بار بار قرآن مجید مین فرماتا ہے۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ترجمہ:۔ کہدو ای نبی کہ نظر کرو اُن چیزون کو جو کہ آسمانون اور زمین کے درمیان مین ہین۔

(یعنے جملہ مخلوقات کو دیکھو)

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

اور نہین پیدا کیا مین نے جن اور انسان کو مگر واسطے عبادت کے

باقی ضروری مسائل اِس کے حصہ دوم اسلام کے اوامر مین دیکھو۔

والسلام

تمت

وہ کتب نواب صاحب کی جو کہ تیار و موجود ہیں

اسلام کے عقائد - اس مین بیان اصول دین اسلام کی نہایت ضروری تعلیم ہے بطرز عجیب قیمت ار

اسلام کی صداقت اس مین دین اسلام کی سچائی کی ایسے بہت معقول دلائل ہین جنسے کوئی مخالف بہکا نہیں سکتا - قیمت ار

اسلام کی خوبیان - اس بیان مین کہ دین اسلام سے ہر مذہب کے انسانون کو بے انتہا فوائد پہونچے اور پہونچ رہے ہیں - قیمت ار

اسلام کی نواہی - اس مین ہر قسم کے اقوال و افعال ممنوعہ و گناہان صغیرہ و کبیرہ کا بیان ہے - قیمت ار

اسلام کی ترقی - اس مین دین اسلام کی حیثیت دنیوی کی ترقیون کی ضروری امور و تدابیر ہین - قیمت ۲ر

اسلام کی تعلیم - اسلام کی تعلیم ضروری و دنیوی و دینی نہایت مفید عام - قیمت ار

محرم کی بدعتیں حصہ اول - اس مین سب عشرہ محرم و سوم کی بیہودہ رسوم ہے جو جاہلون مین رائج ہین - قیمت ار

نغمۂ صدر - غزلیات دلسوز عجیب نصائح دلپذیر درد انگیز در اصلاح امور ضروری اہل اسلام - قیمت ار

گنجینۂ آرام غزلیات در باب تعلیم ضروریات اصلاح مفید عام - قیمت ار

نالۂ صدر - غزلیات دلآویز و نصائح پر تاثیر و جگر سوز اہل اسلام - قیمت ار

اسلامی حقوق - اس مین ہر درجہ کے انسانون کے باہمی حقوق ضروری ہین - قیمت ۴ر

گلدستۂ تنگی - اس مین اہل اسلام کی بربادی کی چار بڑے باعث اور ان سب کے عجیب اصلاح و تدابیر اور چار باعث ترقی اسلام کے عجیب تعلیم ہے - قیمت ۲ر

گلدستۂ فیض - اس مین اہل اسلام کے دینی و دنیوی ترقیون کیواسطے عجیب سہل و مفید تعلیم ہے - قیمت ۲ر

گلدستۂ فاہ - اس مین لوگون کی عجیب حالی و دلی خرابی کا نقشہ اور اصلاح احوال کی تدبیر بزبان مختلف ہند فخر قوم کا ہم مبارک مضمون و حالات ہیں سب مفید عام ہین - قیمت ۴ر

گلدستۂ فلاح - اس مین علوم و فنون کے فوائد و ترقی کی تعلیم اور اہل یورپ کی ترقی دولت و علوم کے طریق و قواعد بغرض نمونہ و اقتباس مفید عام - قیمت ۲ر

گلدستۂ فوائد - اس مین یہ حیرت انگیز بحث ہے کہ کیا ہماری قوم انسانون یا مسلمانون مین شمار ہونے کے لائق ہو سکتی ہین اور ہر ایک انسان کے لئے کیا کیا شغل مفید اور کیا کیا مضر ہین - قیمت ۴ر

گلدستۂ تمیز - اس مین ہر ایک ملت کے ہر درجہ کے مردون اور عورتون کی تمام ضروریات زندگی اور فرائض منصبی روز مرہ کے نہایت مفید عام تعلیم ہے - قیمت ۸ر

گلدستۂ منافع حصہ اول و دوم - اس مین اعلی درجہ کے اخلاق و فرائض بشری اور ترقی قوم و ملک کے سچی تعلیم اور اس پر دلائل عقلی و نقلی عجیب ہین - قیمت ہر دو حصہ ۴ر

گلدستۂ علوم - اس مین جملہ علوم کی ضرورت اور تصانیف کے حالات اور تیرہ اقسام کے علوم دینی و دنیوی کے تیرہ وار کیفیت و فوائد کا بیان نہایت مفید عام ہین - قیمت ۶ر

دانائی کا سبق حصہ اول - اس مین ایک سو نصائح مفید عام بے نظیر ہین - قیمت ۳ر

دانائی کا سبق حصہ سوم - اس مین سو قسم کی نصائح مفصل در علم معاشرت و ترقی قوم و اخلاق نہایت مفید عام ۲ر

گلدستۂ ریویو - ممالک ہند و پنجاب کے اخبارات مین جو جو تعریفات و ریویو و تقریظ حضرت نواب صاحب موصوف کی کتابون کی بابت لکھی گئی ہین - انکا مجموعہ مفید عام حصہ اول - قیمت ار

اسلام کی خوبیان - انگریزی ۳ر

ملنے کا پتہ

مولوی محمد ابو القاسم صاحب - مالک مطبع سعید المطابع بنارس

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ

سلسلہ حالات نظر بندان اسلام

نمبر ۳

شیخ الہند

حضرت مولانا محمود حسن صاحب قبلہ محدث دیوبندی

کے

مختصر سوانح و حالات اسیری

جو

صدر دفاتر

انجمن اعانت نظر بندان اسلام دہلی نے شائع کیا

طبع اول دو ہزار — دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں باہتمام لالہ شاکر داس پرنٹر چھپا — قیمت ۳ر

کون ہے جو آج اپنے خدا کو قرض دے؟

نظر بندانِ اسلام کی مالی اعانت

کے لیئے ایک سرمایہ قایم کیا گیا ہے فدائیانِ اسلام و محبان ملت اِس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اگر ہر شخص ارادہ کرلے کہ وہ ہر روز صرف ایک پیسہ اپنے نظر بندوں کے لیئے دیا کریگا۔ تو روزانہ کروڑہا پیسے جمع ہو سکتے ہیں!

آپ جو کچھ جمع کر سکیں

انجمن کے خزانچی عبدالرحمن بی اے۔ ایل ایل بی۔ وکیل دہلی کے پتہ پر بھیجدیں کہ یہ کام نہ ہمارا ہے نہ آپ کا، نہ نظر بندوں کا بلکہ خدا کا کام ہے!

الملتمس

(ڈاکٹر) مختار احمد انصاری (ڈاکٹر) عبدالرحمان

سکرٹریان انجمن اعانت نظر بندانِ اسلام (دہلی)

الیٰ رحمۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

ایک مقدس بزرگ

حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب محدث دیوبندی دامت برکاتہم دیوبند کے ایک معزز باوقار شریف علمی خاندان کے ممتاز رکن ہیں۔ آپ کے والد محترم جناب مولانا مولوی ذوالفقار علی صاحب مرحوم ومغفور بڑے جیّد عالم اور ادبیات میں یگانہ روزگار تھے ہمیشہ علمی حدمات میں مشغول رہے اور بیش بہا علمی ادبی تصنیفات اپنی بہترین یادگار چھوڑ گئے۔ مولانا ذوالفقار علی صاحب کے چار صاحبزادے تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب۔ مولانا حامد حسن صاحب، حکیم محمد حسن صاحب۔ مولوی محمد محسن صاحب۔ مولانا محمود حسن صاحب دامت برکاتہم ان بھائیوں میں بڑے ہیں۔ خدا کی خاص رحمت اور نظر عنایت سے چاروں بھائی اہل علم وفضل تھے ان میں سے مولانا حامد حسن صاحب انتقال فرما گئے اور تین بھائی اب تک زندہ سلامت موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمود حسن صاحب نے اپنے فاضل بزرگوار والد کی آغوش تربیت میں

پرورش پانے کے بعد ہندوستان کے مسلم بزرگ متبحر عالم درویش کامل حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں علوم دینیہ کی تحصیل شروع کی اور اپنی جبلی ذکاوت اور ازلی سعادت اور محنت سے استاد کی شفقت علوم عقلیہ اور فنون نقلیہ میں اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل کرلی۔ برسوں اُستاد کی خدمت میں رہے اور اُنکی ایسی خدمت کی کہ ابنا زمانہ تعجب کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ حضرت نانوتوی کے شاگردوں میں بڑے بڑے فاضل اور باکمال لوگ پیدا ہوئے مگر مولانا محمود حسن صاحب کی سی وسعت نظری علوم نقلیہ وعقلیہ کی مہارت و دقایق رسی، نکتہ سنجی، معارف شناسی کسی دوسرے میں نہیں پائی گئی وَذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ

تحصیل علوم سے فراغت پاتے ہی درس وتعلیم کی خدمت شروع کردی اور دیوبند کی مشہور و معروف بلکہ ہندوستان کی ممتاز علمی درسگاہ یعنی دارالعلوم دیوبند میں تقریباً چالیس برس تک نہایت استقلال، یکسوئی، صدق نیت اور اخلاص سے علوم دینیہ کی تعلیم وتدریس میں مشغول رہے۔

دارالعلوم دیوبند کی موجودہ عظمت اور شہرت اوس کے مقدس سرپرستوں حضرت مولانا نانوتوی وحضرت مولانا گنگوہی نوراللہ مرقدہما کی توجہ باطنی کے بعد صرف اون کے سچے باکمال جانشین یعنی حضرت مولانا محمود حسن صاحب دامت برکاتہم کے خلوص کی برکت اور اون کے کمال علمی کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ اگرچہ آپ کو تمام علوم میں مہارت تامہ تھی مگر خاص فن حدیث میں تو آپکے فضل و کمال کا آوازہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہونچکر دوسری ولایتوں میں بھی گونج رہا تھا۔ روس وایران و فارس وعرب وترکستان وغیرہ وغیرہ سے

طالب علم صرف حضرت مولانا کی خدمت میں حدیث پڑھنے کی غرض سے حاضر ہوتے تھے اور فن حدیث کے بیش بہا انمول جواہرات سے دامن مقصود بھر لیجاتے تھے۔ بہت سے ذکی اور مستعد طالب علم مختلف ملکوں کے مشہور اساتذہ کی خدمتوں میں پہنچنے کے بعد حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضرت مولانا کی زبان فیض ترجمان سے احادیث نبویہ کے معانی و مضامین سنکر نہایت انصاف اور سچے دل سے اعتراف کرتے کہ مولانا جیسا فاضل اور باکمال عالم اس وقت دنیا میں موجود نہیں۔ مختلف ملکوں میں تو آپکے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کی تعداد معلوم ہونا بہت مشکل ہے لیکن ہندوستان میں آپکے بلا واسطہ شاگرد ہزاروں کی تعداد میں اور بالواسطہ یعنی شاگردوں کے شاگرد پچیس تیس ہزار سے کم نہوں گے۔ ہندوستان کی کوئی علمی درسگاہ ایسی نہ ہوگی جس میں حضرت مولانا کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد مسند درس و تعلیم پر متمکن نہ ہوں۔

آپکے خاص شاگرد مولوی حسین احمد صاحب مہاجر مدنی خاص حرم مسجد نبوی میں علوم دینیہ کی تعلیم دیتے تھے اور حرم نبوی کے علما و مدرسین میں ممتاز درجہ رکھتے اور نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور گویا اس طرح حضرت مولانا کا علمی فیض خاص حرم نبوی میں بھی تشنگان علوم کو سیراب کر رہا تھا۔

مدرسہ عالیہ دیوبند کے موجودہ مدرسین میں اکثر حضرت مولانا کے شاگرد یا فیض یافتہ ہیں۔ جناب فاضل اجل مولانا مولوی انور شاہ صاحب جو ایک باکمال عالم ہیں اور اسوقت مدرسہ دیوبند میں صدر مدرس کی خدمت انجام دے رہے ہیں حضرت مولانا ہی کے روحانی فرزند اور خاص تربیت یافتہ ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم جناب شمس العلماء مولانا مولوی حافظ محمد احمد صاحب یوں تو اِس وجہ سے کہ وہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ ہیں مولانا کے مخدوم زادہ ہیں لیکن روحانی طور پر وہ بھی حضرت مولانا کے فیض تربیت کے زیر بار احسان ہیں۔ مولانا نے باوجود اِس کے کہ حافظ صاحب اون کے تربیت یافتہ اور شاگرد تھے صرف مخدوم زادگی کی وجہ سے ہمیشہ اُن کی وہ عزت کی جو ایک لائق شریف النفس شخص اپنے استادوں یا استادزادوں کی کرتا ہے۔

چونکہ ہندوستان کا تمام علمی طبقہ تقریبًا ⅔ مولانا سے ہی فیض یافتہ ہے اور اِس طرح اگر یہ کہا جائے کہ آپ تمام ہندوستان کے علمی طبقہ کے سردار اور پیشرو ہیں تو بالکل بے جا نہ ہوگا کیونکہ جو لوگ آپ سے بواسطہ یا بلاواسطہ مستفید بھی نہ ہوں وہ بھی آپکے تبحر اور کمال کے بصدق دل معترف ہیں الا شیٔ ذمۃ قلیلۃ لا اعتداد بھم۔

حضرت مولانا کی علمی روش وہی تھی جو دہلی کے مشہور و معروف اور ہندوستان کے ممتاز علمی خاندان یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہما کی تھی اور آپ کا علمی سلسلہ اسی خاندان تک منتہی ہوتا ہے۔

علوم ظاہریہ کے اِس بے نظیر کمال کے علاوہ آپ علوم باطنیہ میں بھی شیخ کامل کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور علوم ظاہریہ کی تعلیم و تدریس کے علاوہ طالبان حق کی تلقین و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ ملکات نفسانیہ کی تہذیب اور اصلاح قلوب بھی ہمیشہ فرماتے رہتے تھے۔ مسلمان آپ کی زیارت کو غنیمت اور خدمت کو ذخیرۂ آخرت سمجھتے اور آپکے فیض صحبت حاصل کرنے کے لئے تمام اقطاع ہندوستان سے

دور دراز سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور فیض برداری کو فخر اور وسیلہ سعادت خیال کرتے۔ دن میں حضرت اقدس حدیث وتفسیر کی تعلیم میں مشغول رہتے تو رات کو خدا کے سامنے کھڑے ہو کر خشوع وخضوع تضرع و مناجات میں گزارتے۔ دنیا کی لذت راحت و زینت کا کبھی خیال نہ فرماتے ہمیشہ سادگی اور زہد کے ساتھ زندگی گذارتے اور آخرت کا خیال ہر وقت پیش نظر رکھتے۔ باوجود ان تمام کمالات کے تواضع اور انکسار کا یہ عالم تھا کہ ادنےٰ مسلمان سے اپنے آپ کو حقیر سمجھتے اور ہر شخص کے ساتھ بحال تواضع و انکسار پیش آتے آپ کے حسن اخلاق اور کشادہ پیشانی کے ساتھ پیش آنے کی وجہ سے ادنےٰ سے ادنےٰ شخص بھی یہ سمجھتا کہ مولانا کو سب سے زیادہ میرے ساتھ تعلق اور محبت ہے۔ مہمان نوازی آپ کا ایک خاص امتیازی وصف تھا۔ مہمانوں میں ہر قسم اور ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے اور حضرت مولانا بنفس نفیس تمام مہمانوں کی خدمت کرتے۔ کھانا کھلاتے۔ خود اون کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ اون کے سونے کے لیے انتظام فرماتے اور ہر قسم کی ضروریات کا خیال رکھتے بسا اوقات اپنے شاگردوں اور مریدوں کے لیے بھی (جو بطور مہمان ہوتے) اون کے سوجانے کے بعد سرہانے استنجے کے ڈھیلے اور پانی کا لوٹا بھر کر رکھ دیتے۔

الغرض علم وفضل۔ زہد وتقوےٰ۔ صبر وقناعت۔ حلم وتواضع اخلاص وعبادت استقلال واستقامت آپ کے ایسے اوصاف ہیں جو مثل دوپہر کے آفتاب کے روشن ہیں۔

آپ کی تمام عمر خلق خدا کی خدمت میں گذری اور آپ کی ذات ستودہ صفات

تمام اوصاف حسنہ کا مجسم نمونہ ہے آپ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کے سچے مصداق نیابت رسول کے واقعی مظہر حاملین شریعت مطہرہ کے حقیقی افسر ہیں۔

ایسے پاکباز فدائے ملت کو بموجب فرمان نبوی لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین بارگاہ رسالت کے ساتھ جس قدر عشق ہو اور روضہ انور کی جاروب کشی کے ساتھ جس قدر شغف ہو تھوڑا ہے اس لیئے باوجودیکہ کئی مرتبہ زیارت حرمین سے مشرف ہو چکے تھے مگر خانہ خدا کی جاروب کشی اور روضہ انور کی خاک بوسی کا شوق آپ کے دل کو ہمیشہ بے چین رکھتا تھا۔

اسی غلبۂ شوق کی وجہ سے آپ نے ۱۳۳۳ھ ہجری میں زیارت حرمین شریفین کا ارادہ کیا لیکن اس خیال سے کہ اگر آپ کے باطنی فرزندوں یعنی شاگردوں اور عقیدت مندوں کو اس سفر کی اطلاع ہوگی۔ تو ہزارہا آدمی زیارت اور خدمت کے لیئے حاضر ہوں گے۔ اور ان کی یہ تکلیف آپ کو گوارا نہ تھی آپ نے سوائے چند خاص خاص لوگوں کے کسی پر اپنا ارادہ ظاہر نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ روانگی میں بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے۔ اب تو کسی نہ کسی طرح لوگوں کو خبر ہونے لگی۔ جس کو خبر ہوئی وہ دیوبند حاضر ہوا۔ تقریباً روانگی سے ایک ہفتہ پیشتر سے روزانہ دولت خانہ پر سو پچاس آدمیوں کا ہجوم ہونے لگا۔ اور عین روانگی کے دن تو سیکڑوں آدمی دیوبند اور دہلی کے درمیانی اسٹیشنوں پر بھی آکر ملتے گئے۔ دہلی کے اسٹیشن پر ایک بڑا مجمع ساتھ تھا۔ اسی درمیان میں نہ معلوم کس نے اور کس طرح یہ شہرت

اوڑاوی کہ مولانا ہجرت کرکے تشریف لیئے جارہے ہیں اِس خیال سے بہت سے خادم بے چین ہوگئے اور حضرت سے دریافت کیا کہ کیا حضور والا ہجرت کی نیت سے تشریف لیئے جارہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں بھائی میں نے ہجرت کی نیت نہیں کی ہے۔ ہاں ایک سرسری خیال دل میں ہے کہ اگر خدا نے چاہا تو کچھ عرصہ تک خانۂ خدا کی جاروب کشی اور روضۂ مطہرہ کی خاک بوسی سے مشرف ہوں لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس ارادے اور خیال سے کب تک قیام کروں گا کیونکہ آب و ہوا کی موافقت یا مخالفت اسباب کی مساعدت ایسے امور ہیں کہ اون کے مستقبل کا کسی کو علم نہیں خدا جانے کیا ہو۔ حضرت اقدس کی اس تقریر سے لوگوں کو اطمینان ہوا اور ہجرت کے ارادے سے جانے کا خیال دلوں سے دُور ہوگیا۔ دیوبند کی گاڑی ۴ بجے صبح کے دہلی پہونچی تھی اور دہلی سے بمبئی کی گاڑی ۷ بجے روانہ ہوتی تھی ۳ گھنٹے کے درمیانی وقفہ میں دہلی کے سینکڑوں آدمی اسٹیشن پر جمع ہوگئے اور حضرت اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت اقدس سے اپنے لیئے دعا کرائی اور حضور والا کے بخیریت پہونچنے اور بعافیت واپس آنے کیلئے رُو رُو کر دعائیں کیں۔

سات یا ساڑھے سات بجے گاڑی روانہ ہوئی۔ حضرت اقدس خداحافظ کہہ کر بمبئی روانہ ہوئے اور سینکڑوں خدام باچشم گریاں و دلِ بریاں اپنے اپنے مقاموں کو واپس ہوئے۔

سفرِ حجاز کی پوری مصاحبت کا ارادہ رکھنے والے تین شخص آپ کے ہمراہ تھے مولوی عزیز گل صاحب۔ مولوی حاجی خان محمد صاحب۔ اور سید ہادی حسن صاحب خان جہانپوری ان کے علاوہ مولوی وحید بھی تھے جو مولوی حسین احمد صاحب کے بھتیجے ہیں اور ان کا خاندان

مدینہ طیبہ میں مہاجرانہ اقامت رکھتا ہے مولوی وحید بھی مدینہ طیبہ سے صرف تحصیل علم کی غرض سے ہندوستان آئے ہوئے تھے اور حضرت اقدس کی خدمت میں تحصیل علم میں مصروف تھے اور اب اپنے دارالہجرت کو واپس جانے کے ارادہ سے حضرت مولانا کے ہمراہ تھے۔ دہلی سے روانگی کے بعد مولانا اقدس [illegible] ....

بعض اصحاب کے اصرار سے رتلام اترے اور ایک شب وروز قیام فرماکر بمبئی روانہ ہوئے۔ بعض شاگردوں اور ارادتمندوں کے بے حد مگر مودبانہ اصرار سے سُورت اُترے اور غالباً دو تین روز اطراف سورت میں قیام فرماکر بمبئی پہونچے بمبئی میں جناب مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب وجناب مولوی محمد سہول صاحب بھاگل پوری وجناب مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب وجناب مولوی محمد میاں صاحب بھی بارادہ حج بیت اللہ پہونچ چکے تھے۔ جہاز کی روانگی میں شاید ایک روز ہی باقی تھا کہ حضور والا بمبئی پہونچے۔ عازمان حجاز جہاز کے ٹکٹ لے چکے تھے دوسرے دن تمام قافلہ روانہ ہوگیا۔

مکہ معظمہ پہونچکر خانۂ خدا کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حج بیت اللہ کے ارکان ادا کرنے لگے۔ حاجی خان محمد صاحب جو حضور والا کے خاص خادم اور جان نثار ارادتمند تھے بیمار ہوئے اور ایام حج ہی میں انتقال فرما گئے۔ حج سے فارغ ہوکر مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب نے واپسی کا ارادہ کیا اور مکہ معظمہ ہی سے واپس چلے آئے باقی ہمراہیان وحضرت مولانا مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور سید الکونین رسول الثقلین کی زیارت سے

مشرف ہوئے پھر مولوی مرتضیٰ حسن صاحب و مولوی محمد سہول صاحب و مولوی محمد میاں صاحب وغیرہ غالباً ساتھ ساتھ تشریف لائے تھے۔ حضرت مولانا دامت برکاتہم غالباً مدینہ منورہ میں برائے چندے ٹھیر گئے۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی وہیں قیام فرمایا اثنا رسال میں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لائے غرضکہ حضور اکرم سرور نبی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کی خاک بوسی اور خانۂ خدا کی چار دیواری جوان مقدس نفوس کا مقصد اعلیٰ اور قیام حجاز سے مقصود اہم تھا اسی میں مشغول رہ کر باطمینان و سرور قلب دن گذارتے تھے۔

غالباً شعبان ۱۳۳۴ھ میں شریف مکہ نے سلطان المعظم سے بغاوت کی اور مکہ معظمہ کے اطراف میں لڑائی شروع ہوگئی۔ اس بغاوت کی وجہ سے مکہ معظمہ میں اسباب معیشت کی سخت گرانی ہوگئی نیز موسم کی گرمی اس شدت کی پڑی کہ ناقابل برداشت ہوگئی ان وجوہ سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے واپسی کا ارادہ کیا اور آخر شوال یا اوائل ذیقعدہ میں وہاں سے روانہ ہو کر وسط ذیقعدہ میں بمبئی پہونچ گئے۔ مولانا خلیل احمد صاحب مدرسۂ مظاہر العلوم سہارنپور کے صدر مدرس ہیں اور نہایت معمور الاوقات ذاکر شاغل بزرگ ہیں۔ آپ اسی ۱۳۳۳ھ میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے کچھ روز قبل حج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ دس گیارہ مہینے حجاز میں قیام فرما کر آپ واپس تشریف لائے تھے۔

واپسی میں آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ اور حاجی مقبول احمد صاحب اور سید ہادی حسن صاحب بھی تھے۔ بمبئی پہونچتے ہی مولانا کو سرکاری طور پر روک لیا گیا اور پولیس افسروں اور انتظامی حکام نے مولانا کے اظہار اور بیان لیے اور ایک دو

روز اسی کشمکش میں کہ کر یہ اطلاع دی کہ آپ کو معہ ہمراہیان بحکم گورنمنٹ نینی تال جانا ہوگا مولانا نے نہایت اطمینان قلب کے ساتھ احکام گورنمنٹ کی تعمیل منظور فرمائی چنانچہ سرکاری نگرانی میں آپ معہ ہمراہیان نینی تال کو روانہ کئے گئے۔

سہارنپور اور دیگر مقامات سے کچھ لوگ مولانا کے استقبال کے لیے بمبئی اور بہت سے اشخاص دہلی وغیرہ اسٹیشنوں پر حاضر ہوئے تھے وہ سب یہ معلوم کر کے بے چین ہو گئے۔ کیونکہ مولانا ایک خلوت نشیں زاہد اور سیاسیات (پالیٹیکس) سے بالکل اجنبی زندگی بسر کرنے والے شخص تھے۔

مولانا معہ ہمراہیان کے نینی تال پہونچے ممالک متحدہ کی گورنمنٹ کی جانب سے مولانا کے قیام وغیرہ ضروریات کا بندوبست کر دیا گیا اور سنا ہے کہ سید ہادی حسن صاحب کو علیحدہ رکھا گیا۔ مولانا خلیل احمد صاحب سے نینی تال میں متعدد مرتبہ بیان لیے گئے۔ اور اون کے قیام نینی تال کا سلسلہ اچھا خاصہ دراز ہو گیا مولانا کے خدام اور مریدین اور شاگرد جو ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان کے مختلف اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس بے موقع اور بے وجہ نظربندی سے بے چین تھے مگر جیسا کہ مسلمانوں کا قومی اور مذہبی شعار ہے اونھوں نے کسی بے قاعدگی اور خلاف آئین طرز عمل کا اظہار نہ کیا اور نہایت صبر و استقلال سے احکم الحاکمین کی بارگاہ میں دعائیں کیں اور نتیجہ کا انتظار کرتے رہے۔

مولانا کے اس طویل قیام نینی تال کے زمانہ میں حکام نے کیا تحقیقات کی اور مولانا سے کس قسم کے سوالات کئے گئے اور کیا کیا باتیں دریافت کی گئیں اور مولانا نے کیا بیان فرمایا۔ یہ تمام واقعات ہمیں معلوم نہیں اور نہ گورنمنٹ کی جانب

نے اِس عجیب غریب نظر بندی کے وجوہ بتلائے گئے۔ غرضکہ یہ تمام باتیں ابتک تاریکی میں ہیں جن پر کسی قسم کی روشنی نہیں ڈالی گئی۔ ہاں مولانا خلیل احمد صاحب کی ایک تقریر سے جو آپ نے جلسہ منعقدہ ۷ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں فرمائی تھی صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طلبی اور نظر بندی صرف اشتباہ کی بناء پر تھی جو کسی مخالفانہ خبر رسانی سے گورنمنٹ کو پیدا ہو گیا تھا۔

مولانا خلیل احمد صاحب ابھی نینی تال میں ہی تھے کہ گورنمنٹ نے مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب کو دفعتہً اُنکی جائے ملازمت (غالباً لکھنؤ) سے نینی تال بُلایا اور اُن کے اظہار و بیانات لیے گئے۔ سید ہادی حسن صاحب کے بھی جداگانہ بیان لیے گئے مولانا خلیل احمد صاحب تقریباً اٹھارہ بیس روز نینی تال میں اسی حالت نظر بندی میں رہے بالآخر شمس العلماء مولوی حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند و مولانا مولوی حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی وغیرہ معلوم نہیں کہ باشارہ گورنمنٹ یا از خود نینی تال گئے اور مولانا خلیل احمد صاحب اور انکی اہلیہ محترمہ اور حاجی مقبول احمد صاحب و مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب انکی ہمراہی میں باجازت سر جیمس مسٹن بہادر تشریف لائے گو سید ہادی حسن صاحب کو روک لیا گیا۔ اور پھر ایک عرصہ کی نظر بندی کے بعد رہا کیا گیا۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دامت برکاتہم کے متعلق وہ انکی حجاز تک گورنمنٹ کی جانب سے کسی غیر معمولی دیکھ بھال کا کسی کو علم کیا وہم بھی نہ تھا جہاں تک ہمارا خیال ہے صوبہ کی گورنمنٹ یا گورنمنٹ آف انڈیا کے عمال و ارکان کو حضرت اقدس کے متعلق اُس وقت تک اشتباہ کی کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ اس کا بیّن قرینہ یہ ہے کہ

مولانا خلیل احمد صاحب سے تو روانگی حجاز کے وقت بمبئی میں حال گورنمنٹ نے یہ سوالات بھی کئے تھے۔ کہ آپ عرب کو کیوں جاتے ہیں اور کس ارادہ سے جاتے ہیں اور ہجرت کا قصد ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ مگر حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے اس قسم کے سوالات کی بھی حاجت نہیں سمجھی گئی حالانکہ مولانا محمود حسن صاحب مولوی خلیل احمد صاحب کے بعد بمبئی پہونچے تھے اور مولوی خلیل احمد صاحب سے سوالات و تحقیقات پہلے ہو چکی تھی۔ ظاہر ہے کہ مولانا سے اس قسم کی تحقیقات نہ کرنا اس امر کی صاف دلیل ہے کہ گورنمنٹ کو ان کے طرز عمل کے متعلق کوئی اشتباہ نہ تھا اور جیسے کہ عام طور پر اہل اسلام ادائے فریضہ حج کے لئے جاتے ہیں مولانا کا سفر حج بھی ایک خاص اسلامی مذہبی سفر سمجھا گیا اور کسی قسم کی تحقیقات یا نگرانی نہیں کی گئی۔

مولانا محمود حسن صاحب کو ہندوستان چھوڑے ہوئے ایک سال گذر گیا سال بھر کے بعد مولانا خلیل احمد صاحب کی واپسی پر ان کے ساتھ مذکورہ بالا واقعہ پیش آیا معلوم نہیں کہ مولانا خلیل احمد صاحب کے اس واقعہ کے نتیجہ کے طور پر یا اور کسی جہت سے حکام گورنمنٹ کو حضرت مولانا محمود حسن صاحب دامت فیوضہم جیسے مقدس بزرگ، پاکباز، صاف باطن، فدائے ملت، زاہد و مخلص بے ریا کی پاک ہستی کے متعلق کچھ اشتباہ پیدا ہو گیا اور اسی وقت سے یہ مسلسل واقعات شروع ہو گئے۔ جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

مولوی خلیل احمد صاحب و مولوی مطلوب الرحمن صاحب کی رہائی کے بعد مولوی مرتضیٰ حسن صاحب مرادآباد سے بلائے گئے اور ان کے اظہار لئے گئے مولوی

محمد سہول صاحب کے مقامی طور پر کلکتہ میں اظہار لیئے گئے۔ مولوی محمد حنیف صاحب (جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے داماد اور بھانجے ہیں) بلائے گئے اور اُن کے اظہار لیئے گئے۔ الغرض کئی مہینے تک یہ سلسلہ برابر قایم رہا۔

مولوی مسعود صاحب (جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے داماد اور بھانجے ہیں) ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ میں حج کو گئے اور حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر واپس آرہے تھے۔ کہ بمبئی میں ان کو روک لیا گیا اور وہیں سے زیر نگرانی الہ آباد پہونچائے گئے اور طویل عرصہ تک وہاں رکھے گئے اظہار لیئے گئے اور افواہاً سنا گیا کہ ان پر بہت سختی کی گئی اور تکلیف پہونچائی گئی تقریبًا ایک مہینہ کے بعد ان کو گھر جانے کی اجازت دی گئی۔

حافظ جلیل صاحب حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے خاص خادم ہیں ان کو دیوبند سے پولیس افسر لے گیا اور کئی دن رکھا اور اظہار و بیان لے کر رہائی دی گئی ان لوگوں کے علاوہ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے محررہ ذیل کثیر التعداد اصحاب سے مقامی طور پر اظہار اور بیانات لیئے گئے ہیں:۔

جناب حکیم عبدالرزاق صاحب (دہلی) مولوی محمد شفیع صاحب مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم (دہلی) (یہ مولانا مولوی محمود حسن صاحب کے داماد ہیں) مولوی حافظ محمد احمد صاحب شمس العلما مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب مددگار مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ مولوی سراج احمد صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند مولوی حکیم محمد حسن صاحب برادر حقیقی حضرت مولانا محمود حسن صاحب۔ مولوی محمد حسن صاحب برادر حقیقی حضرت مولانا ممدوح۔ مولوی ظہور محمد صاحب مدرس مدرسہ رڑکی ضلع سہارنپور

مولوی محمد یسین صاحب۔ حافظ اداؤ حسین صاحب اڑکی ضلع سہارنپور۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادیوں کے بیانات بھی ایک افسر نے دولت خانہ پر حاضر ہوکر لئے۔ مولوی انور شاہ صاحب کشمیری قائم مقام صدر مدرس دار العلوم دیوبند مولوی شبیر احمد صاحب مدرس دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مولوی شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری۔ مولانا مولوی نواب محی الدین احمد خان صاحب مراد آبادی قاضی ریاست بھوپال و دیگر اشخاص۔

ان طلبیوں۔ اظہاروں اور محدود نظر بندیوں کے علاوہ بہت لوگوں کی تلاشیاں بھی ہوئیں مثلاً جناب حکیم عبد الرزاق صاحب کی دہلی میں۔ حاجی احمد مرزا صاحب۔ فوٹوگرافر کی دہلی میں۔ سید نور الحسن صاحب کی ہیٹری ضلع مظفر نگر میں سید ہادی حسن صاحب کی خانجہاں پور میں۔ مولوی محمد حسین صاحب کی راندیر میں مولوی حمد اللہ صاحب کی پانی پت ضلع کرنال میں وغیرہ وغیرہ

جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے کسی تلاشی میں کوئی ایسی چیز پولیس کے ہاتھ نہیں آئی جو اشتباہ پیدا کر سکے۔ مولوی حمد اللہ صاحب پانی پتی کو نظر بند بھی کر دیا گیا ہے اور اب تک اسی حالت نظر بندی میں بمقام موگہ (پنجاب) مقیم ہیں

اسی ۳۴ھ ہجری کے حج سے مولوی عبد الحنان صاحب ہزاروی واپس آئے تو ان کو دہلی میں حکام سی۔ آئی۔ ڈی نے بلا کر کئی روز تک محدود نظر بندی کی حالت میں رکھا ان کے مکان کی تلاشی بھی لی۔ اور متعدد مجلسوں میں بیانات لے کر بالآخر رہا کر دیا۔

الغرض یہاں تو یہ واقعات پیش آئے کہ عمال گورنمنٹ نے نہ معلوم

کس سراغ رسانی کے اعتماد پر لوگوں کو بلا کر یا مقامی طور پر اٹھا۔ و بیانات لینے کا طویل سلسلہ قایم کر دیا اور تلاشیاں لے کر اور نظر بندی کے احکام جاری کر کے ایک بے چینی پیدا کر دی۔ اُدھر حضرت مولانا محمود حسن صاحب پر کیا گذری اسکی مختصر سرگذشت جو ہمیں متعدد حجاز سے واپس آنے والوں کے ذریعہ سے معلوم ہوئی حسب ذیل ہے :۔

حرم خدا کی توہین اور ایک مقدس بزرگ کی معہ رفقا گرفتاری

حضرت مولانا جوار بیت اللہ میں مقیم تھے خدا کے پاک گھر کی زیارت اور حرم کعبہ میں نماز و عبادت۔ آستانہ رب العالمین پر جبہ سائی۔ تضرع و مناجات اور فارغ اوقات میں تعلیم و تدریس آپکے روزانہ مشاغل تھے۔ ایک پاک ہستی اور وہ بھی مولانا جیسی خدا کے لئے زندگی رکھنے والے کے یہی مشاغل ہوتے ہیں مولانا باطمینان قلب و سرور خاطر فارغ البال ایام زندگی بسر کر رہے تھے کہ نیرنگ حوادث نے ایک عجیب سانحہ پیدا کیا۔

وہ یہ کہ ایک خان بہادر مبارک علی خان صاحب جو اطراف دکن کے رہنے والے تھے مکہ معظمہ پہونچے اور اپنے بعض مددگاروں کی اعانت و امداد سے شریف مکہ کے دربار تک رسائی حاصل کی اور پھر ایک فتویٰ مرتب کرایا جس میں شریف مکہ کے قابل نفرت فعل (سلطان المعظم سے بغاوت) کی تحسین

تھی اور شریف کا اس فعل میں حق پر ہونا ثابت کرنا چاہتا تھا اور ترکوں پر کافر ملحد۔ زندیق ہونے کا حکم لگایا گیا تہا۔ فتویٰ مرتب کرانے سے اونکی غرض اصلی جو کچھ بھی ہو اور یہ ان کا اپنا ذاتی منصوبہ ہو یا کسی دوسرے کی نیابت میں وہ یہ خدمت انجام دے رہے ہوں لیکن ظاہر یہ کیا گیا تھا کہ شریف مکہ کے اعلان خود مختاری اور حرم مقدس کے اندر خونریزی کی خبروں سے ہندوستان کے مسلمانوں میں جو بے چینی پیدا ہو رہی ہے اس فتوے سے اُس کا دفعیہ مقصود ہے گویا اسلامی روایات کے بموجب شریف مکہ کی بغاوت پر چند خود غرض یا مجبور علماء کے فتوے سے پردہ ڈالنا مقصود تھا۔ مکہ معظمہ کے بعض علماء سے دستخط کرانے میں کامیابی حاصل ہونے کے بعد وہ فتویٰ حضرت مولانا محمود حسن صاحب کیخدمت میں بھی پیش کیا گیا مولانا نے اوسے ملاحظہ فرمایا تو فتوے کا عنوان اس طرح مرقوم تھا۔

علماء حجاز و فضلاء مکہ معظمہ کا فتویٰ

مولانا نے فرمایا کہ اسپر دستخط کرنے سے میں دو وجہ سے معذور ہوں۔ اول یہ کہ عنوان سوال میں ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ فضلاء عرب و علماء مکہ معظمہ کا فتویٰ ہے اور میں ایک ہندی مسافر ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس میں ترکوں کے کفر و الحاد پر جن وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے اور جو واقعات اون کے ارتداد و زندقہ کی دلیل کے طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر اون کی صحت و واقعیت کا علم نہیں اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں میں اُس حکم پر دستخط نہیں کر سکتا جس کے دلائل کی صحت کا مجھے علم نہ ہو۔

مولانا کا عذر نہایت صحیح اور معقول تھا مگر جن لوگوں کے یہاں ضمیر فروشی ہی معراج ترقی سمجھی جاتی ہو اور احکام شریعت حقہ کی خلاف ورزی ہی مرقاۃ کمال ہو اُن کے ضمیر اس جواب سے کب مطمئن ہو سکتے تھے

قاری عبدالحق صاحب اور سید احمد صاحب دو کاندار کہ یہ دونوں صاحب خان بہادر کے مددگار تھے۔ تینوں کے دل میں مولانا کے عذر و انکار کی وجہ سے عداوت بیٹھ گئی اور انھوں نے شریف مکہ کے دربار میں مولانا کے خلاف نقش زنی شروع کر دی خان بہادر صاحب تو وہ فتوی لے کر چلے آئے مکران کے قائم مقام اور مددگاروں نے نہ معلوم مولانا کی طرف سے کیا کیا باتیں شریف مکہ تک پہونچا کر اور کیا کیا رنگ آمیزیاں کر کے شریف مکہ کو مولانا کی جانب سے بدگمان کر دیا۔

مولانا جس مکان میں مقیم تھے اُس میں حضرت مولانا کے ساتھ مولوی حسین احمد صاحب مہاجر مدنی جن کا تمام خاندان ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں سالہا سال سے سکونت رکھتا ہے اور مولوی حسین احمد صاحب خاص حرم نبوی میں علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس میں ممتاز درجہ کے علماء میں شمار کیے جاتے تھے اور مولانا کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور صرف حضرت اقدس کی خدمت و معیت کو سعادت اُخروی خیال کر کے مولانا کے ہمراہ مکہ معظمہ آ گئے تھے اور مولوی وحید جو مولوی حسین احمد صاحب کے بھتیجے ہیں اور مولانا کے خادم مولوی عزیز گل صاحب بھی ہمراہ تھے۔

مکہ معظمہ کے ایک معزز اور مشہور تاجر نے سید احمد دوکاندار سے کوئی جلد بنوائی تھی کیونکہ اون کے یہاں جلد سازی کا کام ہوتا تھا وہ جلد بنا کر اون سے دام اگر

صاحب کی دوکان پر دینے آئے وہاں مولوی حسین احمد صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے جلد پر مالک یا کتاب کا نام انگریزی حروف میں چھاپا تھا۔ سوداگر صاحب نے جلد کو دیکھ کر فرمایا کہ جلد تو اچھی خوبصورت بنی ہے مگر بجائے انگریزی حروف کے اگر عربی حروف میں نام لکھا جاتا تو بہت اچھا ہوتا۔ سید احمد صاحب نے کہا کہ چونکہ انگریزی اور عربی دونوں قسم کے حروف رائج ہیں اسلئے لکھتے وقت کوئی خاص خیال عربی حروف کا نہیں رکھا گیا۔ اتفاق سے جو حروف ہاتھ تلے آگئے وہی استعمال کر دئیے۔ مولوی حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں تو انگریزی حروف کا اس قدر رواج نہ تھا اب ہو گیا ہو تو اور بات ہے۔

سید احمد صاحب کو اتنی بات اون کی طبعی نیش زنی کو ابھارنے کے لئے کافی تھی اونھوں نے شریف مکہ کے یہاں اسکو اس طرح پہونچایا کہ مولوی حسین احمد جو مولانا محمود حسن صاحب کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص ہے وہ مکہ معظمہ میں بدامنی پھیلاتا ہے اور لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ اب تو مکہ میں انگریزی ہی انگریزی پھیل گئی ہے اور خدا کا گھر بھی انگریزی اثر کے ماتحت ہوتا جاتا ہے۔ شریف مکہ نے حکم نافذ کر دیا کہ مولوی حسین احمد صاحب کو گرفتار کر کے قید کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ گرفتار ہو کر جیل خانہ بھیجدئے گئے۔

مولوی حسین احمد صاحب جیل خانہ میں گئے اور شریف مکہ انگریزی قنصل سے ملنے کے لئے جدہ گئے اون کے پیچھے اون کی پیش گاہ سے حضرت مولانا کے پاس یہ حکم پہونچا کہ چونکہ آپ کو انگریزی حکومت نے طلب کیا ہے اس لئے آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فوراً جدہ جانے کے لئے تیار ہو جائیے اور یہ کہ آپکے

ہمراہی بھی آپ کے ساتھ جائیں گے۔ یہیں پر ایک اور اتفاق دیکھئے کہ چودھری مولوی لطافت حسین صاحب جو اطراف سندیلہ کے رہنے والے ایک معزز شخص ہیں اپنے خاندان کے چند اشخاص کے ہمراہ حج کو گئے تھے حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ کا ارادہ تھا مگر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مابین بوجہ جنگ جاری ہونے کے امن نہ تھا اس لیئے نہ جا سکے۔ اُن کے ہمراہیوں نے ہندوستان واپس آنے کا ارادہ کیا چودھری صاحب نے فرمایا کہ میرا دل نہیں مانتا کہ میں بغیر زیارت حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہندوستان واپس جاؤں۔ اچھا آپ لوگ ہندوستان چلے جایئے میں کچھ دنوں یہاں ٹھیرتا ہوں اگر کسی طرح ممکن ہوا تو میں مدینہ طیبہ حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کرونگا اور نہیں تو کسی آیندہ جہاز میں ہندوستان آجاؤں گا۔ ان کے ہمراہی تو ہندوستان چلے آئے اور یہ اکیلے مکہ معظمہ میں ٹھیر گئے۔ چونکہ یہ حضرت مولانا کے خادم اور ارادتمند تھے مولانا کو یہ معلوم ہو کر کہ یہ اکیلے رہ گئے ہیں افسوس ہوا اور فرمایا کہ اگر آپ کو کچھ تامل نہ ہو تو اپنے مکان کو چھوڑ دیجئے اور ہمارے پاس ہی آجایئے کیونکہ تنہائی میں علاوہ پریشانی کے مصارف بھی زیادہ بڑھ جائینگے۔

چودھری صاحب نے حضور کی معیت کو غنیمت خیال کر کے اپنے مکان کو چھوڑ دیا اور حضرت مولانا کی خدمت میں آگئے۔ ابھی انہیں آئے ہوئے دو تین ہی روز ہوئے تھے کہ مولانا کو شریف مکہ کا مذکورہ بالا حکم پہونچا اور چودھری صاحب بھی مولانا کے ہمراہیوں میں داخل ہو کر اون کے شریک حال ہو گئے۔

جس روز مولانا کے پاس شریف مکہ کا یہ حکم پہونچا اُسی روز مکہ معظمہ میں اس کی شہرت ہو گئی اور تمام مسلمان بے چین ہو گئے۔ مکہ معظمہ کے معزز اور سر برآوردہ

اصحاب کا ایک وفد شریف مکہ کے محکمہ میں گیا اور کہا کہ مولانا کو کیوں جدہ بھیجا جاتا ہے
ان کا قصور بتایا جائے ورنہ اس حکم کو منسوخ کیا جائے۔ جواب ملا کہ چونکہ یہ حکم
شریف نے جدہ سے بھیجا ہے اور وہ خود یہاں موجود نہیں اس لئے نہ یہ
منسوخ ہو سکتا ہے نہ اسمیں کوئی تغیر و تبدل کیا جا سکتا ہے۔

ارکان وفد نے عرض کیا کہ اچھا کم از کم شریف مکہ کی واپسی تک حضرت مولانا
کی روانگی ملتوی کر دی جائے شریف کے آنے پر ہم اونکی خدمت میں عرض معروض
کر لیں گے محکمہ نے باصرار تمام اُس روز مولانا کی روانگی ملتوی رکھی اور اتفاق سے
اُسی رات کو شریف مکہ بھی واپس آگئے۔ صبح کو پھر یہ وفد شریف کے پاس گیا اور
کہا مولانا محمود حسن صاحب ایک گوشہ نشین زاہد بزرگ ہیں۔ آسمان علم کے روشن
آفتاب ہیں۔ دنیا سے بے تعلق خدا کی عبادت اور تضرع و مناجات میں مشغول
رہتے ہیں اون سے ایسا کیا قصور ہوا ہے کہ آپ اون کو جدہ کو بھیجتے ہیں
اول تو جہاں تک ہمارا اور تمام مسلمانوں کا خیال اور عقیدہ ہے وہ بالکل پاک باز
اور بے گناہ ہیں۔ دوسرے اگر بالفرض اون کا کوئی جرم ہے تو اُسے ظاہر کیا جائے
اور اُن سے یہیں باضابطہ مواخذہ کر لیا جائے۔ تیسرے مسلمانوں کے ایک مقدس
مسلم بزرگ اور فقیرانہ زندگی بسر کرنے والے اور پالٹیکس (سیاسیات) کیا تمام دنیا
سے تعلق نہ رکھنے والے متدین عالم کے ساتھ بلاوجہ ایسی سختی کا معاملہ کرنا تمام
مسلمانوں پر بہت برا اثر ڈالے گا۔ امید ہے کہ اس حکم کو منسوخ کیا جائے گا۔

اس تمام بیان پر جواب ملا کہ مولانا کو انگریزی حکومت نے طلب کیا ہے
اور مولانا انگریزی گورنمنٹ کی ہی رعایا ہیں اسلئے ہم گورنمنٹ انگریزی کے حوالہ

کئے دیتے ہیں۔

اس کے جواب میں کہا گیا کہ مکہ معظمہ کی تاریخ میں اسکی کوئی نظیر نہیں کہ کسی بااختیار مسلمان حاکم نے مکہ معظمہ سے کسی کو گرفتار کرکے کسی غیر مسلم حکومت (گورنمنٹ) کے حوالہ کیا ہو اگر آپ نے ایسا کیا تو تاریخ عرب کے اوراق میں قیامت تک حرم خدا کی توہین آپ کی طرف منسوب رہے گی۔

اس سے پہلے بہت سے لوگ سخت سے سخت جرائم کرکے عرب میں چلے جاتے تھے اور حرم میں پناہ گزین ہونے کے بعد کسی حکومت (گورنمنٹ) کو نہ طلب کرنیکی مجال تھی اور نہ کبھی عرب کی حکومت (گورنمنٹ) نے کسی حکومت (گورنمنٹ) کو اس کے مجرم حوالے کئے۔ اس وقت بھی بعض لوگ قتل کے مجرم حرم میں موجود ہیں جو انگریزی حکومت (گورنمنٹ) سے فرار ہوکر عرب میں بے خوف زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نیز یہ امر بھی خاص توجہ کے قابل ہے کہ اگر کسی حکومت (گورنمنٹ) کا کسی دوسری حکومت (گورنمنٹ) سے یہ معاہدہ بھی ہو کہ ایک دوسرے کے ملزم حوالہ کر دئے جائیں تو یہ معاہدہ بھی اون الزامات تک محدود رہتا ہے جو اقتصادیات سے تعلق رکھتے ہوں سیاسی۔ پولیٹیکل الزامات اس معاہدہ کے دائرہ اثر سے باہر رہتے ہیں۔ اور مولانا سے کسی ایسے اقتصادی جرم کے سرزد ہونے کا تو وہم بھی نہیں ہو سکتا جسکی وجہ سے وہ اس گرفتاری اور حوالگی کے مستحق سمجھے جائیں۔ اس پر بھی وہی جواب ملا کہ انگریزی گورنمنٹ اپنی رعایا کے آدمی طلب کرتی ہے۔ اس لئے ہم نہیں روک سکتے۔ آخر ارکان وفد مایوس ہوکر باچشم گریاں واپس چلے آئے اور اسی روز شریف مکہ کی حکومت (گورنمنٹ) کی جانب سے انکی نگرانی میں مولانا جدہ کو روانہ

کر دئے گئے۔ اس وقت مولوی عزیر گل مولوی وحید۔ چودھری نصرت حسین صاحب اور مولانا چار شخص تھے۔ کیونکہ مولوی حسین احمد صاحب قید میں تھے۔

مولانا کی روانگی کے بعد شریف کو معلوم ہوا کہ مولوی حسین احمد صاحب مدینہ منورہ کے ممتاز عالم اور خاص حرم نبوی کے مدرس ہیں اور یہ کہ وہ بے گناہ قید کئے گئے ہیں۔ اور مسلمانوں میں اونکی قید کی وجہ سے بے چینی ہے اسلئے انہوں نے ان کی رہائی کا حکم دے دیا۔ مولوی حسین احمد صاحب رہا ہو کر آئے تو دیکھتے کیا ہیں ع

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

نہ مولانا ہیں نہ اون کے ہمراہی اور جب یہ معلوم ہوا کہ مولانا کو اس کیفیت سے جدہ بھیجا گیا ہے تو اون کی آنکھوں پر دنیا سیاہ ہو گئی اونہوں نے حکومت سے درخواست کی کہ چونکہ حضرت مولانا میرے استاد اور شیخ ہیں اور میں صرف انکی خدمت گذاری کے لیئے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ حاضر ہوا تھا اور اونہیں میرے پیچھے جدہ بھیجدیا گیا تو حکومت مجھے بھی جدہ بھیجدے۔ شریف کی حکومت نے جواب دیا کہ انگریزی حکومت (گورنمنٹ) نے آپ کو ہم سے نہیں مانگا ہے اس لیئے ہم آپ کو جدہ نہیں بھیجیں گے۔ مولوی حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ اگرچہ بالخصوص میری طلبی نہ ہو تاہم میں مولانا کے ہمراہیوں میں تو ضرور ہوں اور جبکہ اون کے دیگر ہمراہیوں کو بھیجا گیا ہے تو مجھے بھی بھیجا جائے۔ آخرکار شریف کی حکومت نے مولوی حسین احمد کو بھی جدہ بھیجدیا اور وہ خوشی خوشی مولانا کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

جدہ میں مولانا معہ اپنے ہمراہیوں کے کچھ دنوں تک سرکاری نگرانی میں

رکھے گئے اور پھر جدہ سے قاہرہ کو روانہ کر دیئے گئے۔ قاہرہ سے حضرت مولانا کے ہمراہیوں کے خطوط آتے رہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے خود حضرت مولانا کا کوئی خط قاہرہ سے ہندوستان میں نہیں آیا۔

مولوی حسین احمد صاحب اور مولوی وحید اور مولوی عزیر گل صاحب کے خطوط آئے جن پر سنسر کی مہر ہوتی تھی اون خطوں سے معلوم ہوا کہ مولانا اور اُن کے ہمراہی جنگی قیدیوں کے محبس میں رکھے گئے ہیں۔

کئی مہینے وہاں قید رکھکر مالٹا میں منتقل کر دیا گیا جہاں اب تک بہ حیثیت اسیرانِ جنگ کی حیثیت سے مقید ہے۔ مالٹا سے حضرت مولانا کے دو تین خط ہندوستان پہونچے ہیں جن میں آپ نہایت اطمینان قلب کے ساتھ اپنے بچوں، نواسوں نواسیوں کو تسلی دلاسا دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "خدا نے چاہا تو عنقریب ہم تم ملیں گے"۔ سنسر کی مہر خط پر ضرور ہوتی ہے اور تاریخ روانگی سے تقریباً بیس پچیس روز اور کبھی اس سے زیادہ عرصے کے بعد خط پہونچتا ہے۔

یہ وہ واقعات ہیں جو مختلف ذرائع سے ہم تک پہونچے ہیں ممکن ہے کہ ان کے اندر تاریخوں کا تعین اور ایام وغیرہ کی تعداد میں کچھ کمی بیشی ہوگئی ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ بعض واقعات کی ترتیب میں تقدم تاخر ہوگیا ہو یا کسی واقعہ کی واقعیت مشتبہ ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ ان واقعات کا اکثری حصہ صحیح ہے ✦

مولانا کی نظر بندی اور ہندوستانی مسلمان

مولانا کی گرفتاری صفر یا ربیع الاول ۱۳۳۵ھ ہجری میں ہوئی ہے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان کے حجاج[1] واپس آچکے تھے۔ اسلئے بہت دنوں تک تو ہندوستان کے مسلمانوں کو اطلاع ہی نہیں ہوئی جب قاہرہ سے مولانا کے ہمراہیوں کے خطوط آئے تو اون کے گھر والوں کو اور اون سے بعض متعلقین کو خبر ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ خبر پھیلتی گئی اور جس جس جگہ اور جن حلقوں میں یہ خبر پہونچتی گئی وہ انگشت حیرت بدندان رہ گئے۔ اور اضطراب دبے دبے پھیلتی گئی اور مسلمانوں نے آئینی حدود کے اندر مولانا کی آزادی کے لیئے ہر قسم کی کوشش شروع کردی مثلاً (۱) اخباروں میں مضامین کا سلسلہ شروع ہوا اور استفسارات و استجابات و مطالبات غرض مختلف اقسام کے مضامین لکھے گئے۔ گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی۔ مولانا کے طرز عمل کے متعلق تمام مسلمانوں کا عام اعتماد اور عقیدہ ظاہر کیا گیا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے حسب ذیل مسلم اخباروں نے مولانا کی نظربندی کے بارہ میں مضامین لکھے ہیں۔ صداقت کلکتہ۔ جمہور کلکتہ۔ نئی روشنی الہ آباد۔ مساوات الہ آباد۔ مشرق گورکھپور۔ ہمدم لکھنو۔ مدینہ بجنور۔ الخلیل بجنور۔ خطیب دہلی۔ الصباح ...

[1] حضرت مدنی تو حجاز میں ہی رہے رہی اور مولانا کی رہائی کے بعد واپس آئے انہوں نے اپنی واپسی پر تفصیلی حالات بیان کئے

(۲) وزیر ہند بہادر اور وائسرائے بہادر کی خدمت میں مولانا و دیگر نظربندانِ اسلام کی آزادی کے لیئے ہزاروں تار بھیجے گئے۔

(۳) آنریبل سید رضا علی صاحب نے صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ کی قانونی کونسل کے اجلاس میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی نظربندی کے متعلق سوال کیا۔

(۴) علماء دارالعلوم دیوبند کا ایک وفد ماہ نومبر ۱۹۱۸ء کو ہز آنر سر جیمس مسٹن بہادر نفٹننٹ گورنر صوبہ متحدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ لسان الہند مولانا شبیر احمد صاحب نے ایک تحریر پڑھی جس میں علماء دارالعلوم کی طرف سے دیوبند کے روحانی مربی کی آزادی کے لیئے درخواست کی گئی تھی۔ اگرچہ یہ تحریر بعض وجوہ سے ابتک اشاعت سے عام مسلمانوں کے سامنے بے نقاب نہیں ہوئی تاہم ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ انہوں نے تمام ہندوستان کے مسلمانوں اور حضرت مولانا کے ہزاروں روحانی فرزندوں یعنی شاگردوں اور مریدوں کے جذبات کی صحیح صحیح ترجمانی کی ہوگی اور مسلمانوں کے اوس عام اعتماد کو جو وہ حضرت مولانا کی بے گناہی کے متعلق رکھتے ہیں صاف طور پر ظاہر کردیا ہوگا۔

(۵) معززین و حکام برطانیہ نے سر جیمس مسٹن بہادر سے مولانا کی رہائی کے متعلق خاص طور پر درخواستیں کیں۔

مذکورہ بالا طریقے ہی وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعہ سے آئینی حدود کے اندر کسی نظربند کی رہائی کے متعلق کوشش کی جاسکتی ہے اور قوم کی آواز حکومت کے ارکان کے کانوں تک پہونچائی جاسکتی ہے۔

اور اگرچہ ارکان حکومت اب تک اونکی آواز پر متوجہ نہیں ہوئے تاہم ہمیں اب بھی گورنمنٹ برطانیہ کی روایات آئین طرازی پر نظر ہے اور اُس کے انصاف پر بھروسہ ہے۔

تمام مسلمان احکم الحاکمین شہنشاہ حقیقی مالک الملک رب العٰلمین کی پرجلال وجبروت بارگاہ میں تضرع ونیاز کیساتھ سربسجود ہوکر نہایت دردول کے ساتھ مولانا کی جلد سے جلد آزادی کے لیئے شب وروز دعائیں کرتے ہیں۔ اور مولائے حقیقی کے فضل وکرم سے امید رکھتے ہیں کہ وہ لاکھوں مسلمانوں کی صدق و اخلاص سوز وگداز بھری دعاؤں کو ضرور قبول فرمائے گا اور ایک دن آسمان ہند و تقدیس کے آفتاب یعنی حضرت مولانا کے جمال پُر جلال سے مسلمانوں کی آنکھیں منور اور قلوب کو مسرور فرمائے گا۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيز +

حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی نظربندی یا جنگی قید کے وجوہ

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں حضرت مولانا جب تک کہ ہندوستان میں رہے۔ اون کے حرکات وسکنات کے متعلق گورنمنٹ کی جانب سے کسی خاص نگہداشت کا ہمیں یا کسی کو کوئی علم نہیں اور ظاہر یہی ہے کہ کوئی خاص دیکھ بھال نہیں تھی جس کی کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ مولانا

سے حج کو تشریف لے جاتے وقت کسی قسم کا تعرض نہیں کیا گیا۔ اور حقیقت میں بات بھی یہی ہے کہ حضرت مولانا جن کی تمام عمر الٰہیات و اقتصادیات کے معارف اور اعلیٰ مضامین کی تعلیم و تدریس میں گذرے۔ جو ہزاروں نفوس انسانی کی تکمیل کا فخر اور بجا فخر کرسکتے ہیں۔ جو سیاست مدنیہ و تدبیر منزل کے حکیمانہ و فلسفیانہ دقائق کے ماہر ہیں جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمودہ زرین اصول من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ (آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر مفید امور میں دخل نہ دے) کے فلسفے سے بہترین واقفیت رکھتے ہیں اون کی نسبت یہ وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ کسی ایسی لایعنی تحریک یا تجویز یا سازش میں حصہ لیں گے۔ جو ان کے اعلیٰ علم و تدین و فہم و فراست تقویٰ و دیانت صدق و وفا، عہد اخلاص و امانت کے خلاف ہو۔ اسی وجہ سے حضرت مولانا کی نظر بندی کا واقعہ مسلمانوں کی نظر میں نہایت تعجب خیز اور اہم واقعہ ہے۔ اور گورنمنٹ کی جانب سے اس عجیب وغریب نظر بندی کے وجوہ و اسباب پر کوئی روشنی بھی نہیں ڈالی گئی۔ ہاں جب آنریبل سید رضا علی صاحب نے صوبہ متحدہ کی قانونی کونسل میں مولانا کی نظربندی کے متعلق سوال کیا۔ تو اون کو حسب ذیل جواب دیا گیا۔

"مولانا محمود حسن صاحب اسوقت مالٹا میں ایک جنگی قیدی کی حیثیت سے اسیران جنگ کے کیمپ میں جس کا نام الفضل خان کیمپ ہو رکھے گئے ہیں (صوبہ متحدہ) کی گورنمنٹ کو خبر ملی ہو کہ مولانا کی گرفتاری ہندوستان کے حدود کے باہر عمل میں لائی گئی۔ کیونکہ تحریری اور دیگر اقسام کی شہادتوں سے معلوم

پایا جاتا ہے کہ انہوں نے ہز مجسٹی ملک معظم کے دشمنوں کو ان کی فوجی تجاویز میں مدد دی"۔ انتہے مختصراً۔

یہ بات قابل غور ہے کہ مولانا کی نظر بندی کی جو وجہ اس جواب میں بتائی گئی ہے وہ کس حد تک معقول ہے اسکے متعلق گزارش ہے کہ اول تو یہ بات مولانا جیسے بے تعلق فقیرانہ زندگی بسر کرنے والے پاکباز کے متعلق باور کرنا بہت بعید ہے۔ جو شخص مولانا کے حالات زندگی سے ذرا بھی واقفیت رکھتا ہے وہ اِس الزام کو ذرہ برابر وقعت نہیں دے سکتا۔ کہاں مولانا کی بے لوث زندگی اور کہاں ملک معظم کے دشمن اور کہاں فوجی تجاویز میں مدد رسانی دوسرے یہ کہ مولانا نے اگر ایسا کیا تو کب کیا۔ آیا ہندوستان میں موجودگی کے وقت یا ہندوستان سے باہر جاکر۔ اگر ہندوستان میں موجودگی کے زمانہ میں انہوں نے ایسا کیا تو اون کے سفر حجاز سے پہلے گورنمنٹ کو اسکی اطلاع ہوئی یا نہیں۔ اگر اونکی روانگی سے پہلے گورنمنٹ کو اسکی اطلاع ہو چکی تھی تو پھر کیا وجہ کہ ان کو ہندوستان سے باہر جانے دیا اور جاتے وقت کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی گئی۔ اور اگر جانے سے پہلے اطلاع نہیں ہوئی تو اون ذرائع کو وسائل خبر رسانی کے اعتبار کی کیا وجہ جنہوں نے ایک (خدانخواستہ) باغیانہ خیال رکھنے والے کے باغیانہ خیالات پر مطلع ہونے کے باوجود اوسکی موجودگی کے وقت حکام گورنمنٹ کو کوئی اطلاع نہیں دی۔ اور جب وہ حدود ہندوستان سے باہر چلا گیا تو اوسکے خلاف زہر اگلنے لگے۔ اور اگر مولانا نے ہندوستان سے باہر جاکر اس قسم کی کارروائی کی تو

اوس کے ثبوت کی کیا شکل ہے۔
تیسرے یہ کہ کونسل کے اِس جواب سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ مولانا کی نظر بندی اگرچہ حدود ہندوستان سے باہر ہوئی مگر ہوئی گورنمنٹ کے اشارے اور حکم سے کیونکہ اس جواب میں گرفتاری عمل میں لائے جانے کی وجہ یہ بتائی گئی کہ مولانا نے ملک معظم کے دشمنوں کو اون کی فوجی تجاویز میں مددوی اور ظاہر ہے کہ اس الزام کے لحاظ سے مولانا گورنمنٹ انگریزی کے ملزم ہوئے نہ حکومت عرب کے اور اون کی گرفتاری بحق ملک معظم ہوئی نہ بحق شریف مکہ۔ کیونکہ اِس جواب میں مولانا پر شریف مکہ یا اونکی حکومت کے متعلق کسی جرم کے ارتکاب کا الزام نہیں بتایا گیا۔
لیکن اس جواب کے بعد جب ہم ۵ر نومبر ۱۹۱۷ء کو بجواب وفد علماء دیوبند لفٹنٹ گورنر بہادر کے یہ الفاظ سنتے ہیں "میں اس مجلس میں جو کہونگا بالکل صحیح اور صاف کہونگا مجھ سے میرے خاص دوستوں نے اس بارہ میں کہا لیکن میں نے اون سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مولانا کی نظر بندی ہمارے یہاں اور ہمارے حکم سے نہیں ہوئی۔ شریف نے گرفتار کر کے ہمارے حوالے کیا ہے وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی" (الخلیل ۲۴۔ فروری ۱۹۱۸ء) تو ہمارے تعجب اور حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی۔ کیونکہ حکومت کے اعلےٰ ذمہ داران کی جانب سے ایک ہی واقعہ کے متعلق ایسے مختلف اور متضاد بیانات کا ہونا ناقابل حل معما نہیں تو اور کیا ہے۔ کونسل کے جواب میں ظاہر کیا گیا کہ مولانا کی نظر بندی بحق ملک معظم ہوئی۔ اور میسر رکھ کی تقریر میں درجسب بیان

سر جیمس مسٹن بہادر بالکل صحیح اور صاف ہے) کہا گیا کہ مولانا کی نظر بندی ہمارے حکم سے نہیں ہوئی۔ حالانکہ بحق ملک معظم نظر بندی کا ہونا ضروری طور پر اسکا مقتضی ہے کہ انگریزی گورنمنٹوں میں سے کسی نہ کسی گورنمنٹ کے حکم سے ہوئی ہو۔ کونسل کے جواب میں نظر بندی کی وجہ ملک معظم کے دشمن کو مدد دینا قرار دیگئی۔ اور میرٹھ کی تقریر میں کہا گیا کہ شریف نے گرفتار کرکے ہمارے حوالے کیا ہے وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی۔

کونسل کے جواب میں مولانا پر ملک معظم کے دشمنوں کو مدد دینے کا الزام بیان کیا گیا۔ اور اس الزام کی نوعیت اور پھر حدود ہندوستان سے باہر جاکر گرفتاری عمل میں لائے جانے کا مقتضا یہ ہے کہ یہ الزام مولانا پر ہندوستان کی موجودگی کے زمانے تک گورنمنٹ کے زیر نظر نہیں لایا گیا۔ ورنہ اس الزام کے زیر نظر آنے کے بعد اون کو ہندوستان سے باہر جانے کا موقعہ دینے کے کوئی معنی نہیں۔ لیکن لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر میرٹھ کی تقریر میں اظہار کرم کے لہجہ میں فرماتے ہیں "میں نے نہیں چاہا کہ میرے ذریعہ سے اونکو تکلیف پہونچے" سوال یہ ہے کہ اگر اس حالت میں کہ مولانا پر یہ الزام نہیں تھا کسی نے اونہیں تکلیف پہونچانی نہیں چاہی تھی۔ تو اسمیں خاص مولانا کے حال کیا کرم۔ رعایا کے وہ تمام افراد جنہیں غیر ملزم ہونے کی حالت میں تکلیف نہیں پہونچائی جاتی۔ اس اونکے کرم کے زیر بار احسان ہیں۔

اور اگر باوجود اس الزام کے اونہیں تکلیف پہونچانا نہیں چاہا تو پھر جس الزام کو پہلے لفٹنٹ گورنر نے مولانا کی تکلیف رسانی کے لیے کافی نہیں سمجھ

اوسی الزام کو کونسل کے جواب میں اونکی نظر بندی کا سبب کس بنا پر قرار دیا گیا۔
اسی مسٹر بٹلر کی تقریر میں لفٹنٹ گورنر بہادر فرماتے ہیں کہ "واقعہ یہی ہے کہ شریف نے نظر بند کر کے دیا ہے اور میری گورنمنٹ کا اوس سے تعلق نہیں ہے" اسپر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شریف نے کیوں گرفتار کر کے نظر بند کیا اس سوال کا کوئی جواب سرکاری بیانات میں سوائے لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کے ان لفظوں کے نہیں ملتا "شریف نے گرفتار کر کے ہمارے حوالے کیا ہے وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی" لیکن ظاہر ہے کہ ہندوستان کے لاکھوں مسلمانوں کے قلوب کی بے چینی اور اضطراب رفع کرنے کے بارے میں یہ جواب کس قدر ناکافی ہے۔ اور محض اس بنا پر کہ "وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی" ایک ایسے مذہبی مقتدا کو جنگی قید میں رکھنا اور لاکھوں وفادار مسلم رعایا کی بے چینی اور درد دل کی پروا نہ کرنا کہاں تک مآل اندیشی اور نصفت شعاری سمجھی جا سکتی ہے
پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر شریف نے مولانا کو اپنی حکومت کا مجرم قرار دے کر نظر بند کیا تھا تو اپنے یہاں کیوں نہ رکھا۔ شریف کی حکومت نے گورنمنٹ انگریزی سے جیلخانہ کا کام لینے میں آخر کیا مصلحت سمجھی۔ اور خود انگریزی گورنمنٹ نے شریف کی خاطر تمام مسلمانوں کو جو مولانا کو مقدس پاکباز اور بے گناہ سمجھتے ہیں۔ بدگمان کرنا کس لئے گوارا کیا۔
اور اگر شریف کی حکومت نے مولانا کو گورنمنٹ انگریزی کی طلب پر نظر بند کر کے اوسکے حوالے کیا ہے جیسا کہ ہم واقعات نظر بندی میں زبانی خبروں کی بنا پر لکھ چکے ہیں تو اس حالت میں لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کا بار بار یہ فرمانا

کہ "مولانا کی نظر بندی ہمارے حکم سے نہیں ہوئی۔ میری گورنمنٹ کا اوس سے تعلق نہیں ہے۔ شریف نے نظر بند کرکے ہمارے حوالے کیا ہے وہاں کوئی بات نہیں ہوگی" طفل تسلی نہیں تو اور کیا ہے۔

جہاں تک ہمارا اور عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے یہ الزام مولانا کے متعلق محض تہمت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

رہیں وہ تحریری اور دیگر اقسام کی شہادتیں جن کا کونسل کے جواب میں حوالہ دیا گیا ہے اون کے متعلق ہم ایسی کوئی قطعی رائے قائم نہیں کر سکتے کیونکہ جب تک وہ شہادتیں عدالت کے سامنے نہ آئیں اور قانون و انصاف اونہیں قابل اعتبار نہ قرار دیں۔ اوسوقت تک قابل اطمینان نہیں ہوسکتیں۔

اگر خدانخواستہ مولانا کا ضمیر اس قسم کا ہوتا جیسا کہ اونکو نظر بند یا قید کرنے والوں نے خیال کیا ہے تو ضرور تھا کہ ہندوستان میں اون کے پچیس تیس ہزار ہم خیال موجود ہوتے (کیونکہ اون کے سلسلہ وار شاگردوں یا مریدوں کی تعداد اس مقدار سے ہرگز کم نہیں) لیکن جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہوچکا ہے اون کے ہزاروں شاگردوں اور ارادتمندوں سے کوئی ناگوار واقعات ظہور میں نہیں آئے اور سوائے معدودے چند اشخاص کے گورنمنٹ نے بھی ان کے ہزاروں مریدوں اور شاگردوں سے کسی قسم کی تحقیقات نہیں کی اور جن لوگوں کے بیانات وغیرہ بھی لیے اون کو بھی بالآخر چھوڑ دیا حالانکہ اون کے خیالات اور حالات مولانا کے خیالات و حالات کے ہی عکس اور پرتو ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس صاف اور کھلی ہوئی دلالتِ حال سے نتیجہ پر نہ پہونچا جائے اور مولانا کے دامن تقدس کو

ہر قسم کے شائبہ شکوک سے پاک و صاف نہ سمجھا جائے۔
اصل بات یہ ہے کہ ہر مقدس ہستی کے ساتھ جہاں بہت سے اُس کے دلدادہ اور جاں نثار ہوتے ہیں وہاں بعض لوگ اُس کے دشمن اور حاسد بھی ہوتے ہیں اسی طرح جہاں ذمہ دار اشخاص میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے والے محتاط بزرگ ہوتے ہیں وہیں بہت سے ناعاقبت اندیش ناتجربہ کار بھی اس جماعت میں دیکھے جاتے ہیں جو رسی کا سانپ بنانے اور جہاں سوئی نہ جائے وہاں بھالا گھسانے کو ہی اپنا کمال اور مایۂ فخر سمجھتے ہیں۔ مولانا کے بارہ میں اور نہ صرف مولانا بلکہ اکثر نظر بندوں کے بارہ میں ہمارا یہی خیال ہے کہ وہ ناعاقبت اندیشی ناتجربہ کاری حسد یا خود غرضی کا شکار ہوئے ہیں۔ اور اِسی غلط فہمی کو دور کرنے اور انصاف چاہنے کی خاطر تمام مسلمان آواز بلند کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا کی ذات پر نظر بندی کا اثر

حضرت مولانا ایک سن رسیدہ بزرگ ہیں اسوقت اُنکی عمر ۶۰-۷۰ کے درمیانی مراحل طے کر رہی ہے اِس عمر میں مولانا کو حالت نظر بندی یا قید میں رکھنا ظاہر ہے کہ اونکی جسمانی اور روحانی حالت کو صدمۂ عظیمہ پہونچا رہا ہے۔ مولانا کی صحت وغیرہ حالات پر گورنمنٹ کی جانب سے کوئی روشنی نہیں ڈالی جاتی اور اس وجہ سے کہ وہ دور دراز مسافت پر قاہرہ اور پھر مالٹا میں رکھے گئے ہیں

اون کے متعلقین کو دوسرے ذرائع سے بھی اون کی حالت معلوم کرنا مشکل ہے مولانا کے خطوط اگرچہ آتے ہیں اور اون میں مولانا یہی تحریر فرماتے ہیں کہ میں خیریت اور آرام سے ہوں" لیکن یہ اُس مقدس بزرگ کے الفاظ ہیں جو کڑی سے کڑی مصیبت اور سخت سے سخت حالت کو بھی ظاہر نہیں کرتے اور اپنی تمام تکالیف اور مصائب کا صبر و شکر سے مقابلہ کرتے ہیں اور ہر قسم کی چھوٹی بڑی تکلیف کو خدا کی طرف سے خیال فرماکر کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے اور نہ صرف لسان الحال بلکہ زبان قال سے ہر وقت یہی کہتے رہتے ہیں ؎

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو
دل شدہ مبتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو

اور احکام قضا و قدر کے سامنے سر تسلیم خم کئے رہتے ہیں۔ اِسکے علاوہ حضرت مولانا کو یہ خیال بھی ہوگا کہ میرے بچّے اور گھر والے میری تکلیف کی خبر سے بے چین ہو جائیں گے۔

ہمیں اونکے پہلے حالات کا تجربہ ہے کہ دولت خانہ پر تشریف رکھنے کے زمانہ میں سخت سے سخت بیماری کی خبر بھی اپنے متعلقین و خدام کو نہ دیتے اور نہ کسی حاضر باش کو یہ اجازت ہوتی کہ وہ کسی کو خبر دے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا کی بغل میں پھوڑا نکلا اور اُس میں شگاف کی نوبت آئی اور نہایت سخت تکلیف ہوئی آپ تو بھلا کسی کو کیوں خبر دیتے ایک خادم نے حضور سے بغیر دریافت کئے دہلی میں آپکے خدام کو بذریعہ خط کے اطلاع کردی۔ خدام یہ معلوم کرکے بے چین ہوگئے اور ایک

جماعت بغرض عیادت دیو بند پہونچی۔ آپ خلاف معمول ایک دم اِس جماعت کی حاضری سے متعجب ہوئے اور فرمانے لگے کہ کس بے وقوف نے میری تکلیف کی اطلاع آپ صاحبوں کو کر کے خواہ مخواہ تکلیف دی۔

اِس بنا پر گمان غالب ہے کہ اگر مقام نظر بندی میں آپ کو کوئی تکلیف بھی ہوگی تو نہ خود تحریر فرمائینگے اور نہ ہمراہیوں کو اجازت ہوگی کہ وہ لکھیں +

مولانا کے ہمراہی

حضرت مولانا کے ہمراہیوں میں مولوی حسین احمد صاحب اور مولوی وحید صاحب بھی ہیں یہ دونوں مہاجرین مدینہ طیبہ میں سے ہیں اور اگرچہ مولوی وحید (جو بغرض طالب علمی ہندوستان آئے ہوئے تھے) حضرت مولانا کے ساتھ عرب کو گئے تھے۔ مگر مولوی حسین احمد صاحب تو مدینہ طیبہ ہی میں مقیم تھے اور وہاں سے حضرت مولانا کے ہمراہ مکہ معظمہ تک محض خدمت گذاری کے خیال سے آئے تھے۔ اور چودہری نصرت حسین صاحب تو مولانا کی روانگی جدہ سے صرف تین چار روز پہلے ہی مولانا کے مکان میں آئے تھے اور جیساکہ آنریبل سید رضا علی صاحب کے سوال کے جواب میں مولانا کے ہمراہیوں کے طرز عمل کے خلاف کچھ کہا بھی نہیں گیا جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اون کے متعلق عمال گورنمنٹ کو بھی کوئی شکایت نہیں ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اون کو آزادی سے محروم کر کے نظر بند بلکہ قیدی کی حیثیت میں رکھا گیا ہو کیا یہ طرز عمل اور استبدادی کارروائی گورنمنٹ برطانیہ کی روایات آئین طرازی

کچھ تعلق رکھتی ہے ؟

اسی طرح مولوی عزیز گل ایک طالب علم ہیں جو مولانا کی خدمت میں رہتے تھے اور ایک باکمال اُستاد سے تحصیل علم کے شوق میں مولانا کے ہمراہ سفر حجاز اختیار کیا اون کے متعلق بھی حکم نظربندی کھلم کھلا تحکم نہیں تو کیا ہے ۔

مولانا کی صاف باطنی اور اطمینان قلب

(۱) جیساکہ پہلے لکھا جا چکا ہے مولانا کا ارادہ کچھ دنوں جوار رب العزت میں رہنے کا تھا مگر بارادۂ ہجرت تشریف نہیں لے گئے تھے۔ خود مولانا نے دو شخصوں کے سوال کے جواب میں یہی فرمایا تھا کہ میں ہجرت کے ارادہ سے نہیں جاتا ہوں اور یہ اونکی صاف باطنی کی واضح دلیل ہے۔

(۲) مولانا کے متعدد خطوط جو ہندوستان پہونچے ہیں اور سنسر کی مُہر بھی ان پر لگی ہوئی ہے اِن خطوط میں حضور اقدس اپنے بچوں نواسیوں نواسوں اور دیگر متعلقین کو تسلی دیتے ہوئے بھی امید ظاہر فرماتے رہے ہیں کہ میں عنقریب تم لوگوں سے ملنے والا ہوں یا عنقریب خدا تعالیٰ ہمیں تمہیں خوشی کے ساتھ ملا دے گا۔ یہ الفاظ اِس امر پر کافی روشنی ڈالتے ہیں کہ مولانا کو اپنی بیگناہی کا پورا یقین اور اون کا ضمیر نتیجہ کی طرف سے بالکل مطمئن ہے اور فوجی سنسر نے بھی حضور اقدس کی اِن امید آمیز عبارتوں سے تعرض نہیں کیا۔

(۱۳) حضرت مولانا کی تمام زندگی علوم و معارف کی تعلیم و تلقین میں گذری آپ کی ذات ستودہ صفات اسلامی برکات کی مجسم تصویر ہے کبھی راہ حق سے ایک بال برابر بھی آپ کا انحراف کسی نے محسوس نہیں کیا۔ آپ ہمیشہ اپنے شاگردوں مریدوں متعلقین کو وفاء عہد اور امانت، اتباع حق کی تعلیم اور نصیحت فرماتے رہے اور ان تمام امور اور اوصاف حسنہ کے لیۓ اپنی ذات کو عملی نمونہ بنائے ہوئے تھے۔

ان حالات پر نظر کرتے ہوئے غیر ممکن ہے کہ اونکی طبیعت میں ایک لمحہ کے لیۓ بھی بغاوت یا نقض عہد کا خیال گذرنے کا یقین کیا جاسکے ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان ہونے کے اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے مذہبی اور روحانی محبت ہونی لازمی ہے اور ہر مسلمان اپنے کلمہ شریک بھائی کو روحانی حیثیت سے اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ خواہ وہ مغرب بعید کا رہنے والا ہو یا مشرق اقصیٰ کا اور یہ ایسا رشتۂ اخوت ہے کہ اسکو کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی توڑ نہیں سکتی۔ اِس لحاظ سے اگر ایک فدائے ملت پاکباز ہستی کو اپنے مسلمان بھائیوں سے مذہبی ہمدردی ہو خواہ وہ ترک ہوں یا مصری ایرانی ہوں یا روسی۔ مراقش کے مسلمان ہوں یا طرابلس کے تو اس میں کونسا سیاسی جرم ہے۔ سیاسیات کا حلقۂ اثر جُدا ہے اور مذہب و روحانیات کا جُدا۔ تو پھر کیا وجہ کہ مسلمان محض اِس روحانی اور مذہبی ہمدردی رکھنے کی وجہ سے پولٹیکل مجرم قرار دیئے جائیں اور اون کے ساتھ حربی قیدیوں کا سا معاملہ کیا جائے۔ حالانکہ مسلمانوں نے مُلکی قوانین کی انتہائی پابندی کی بنا پر موجودہ جنگ کے زمانہ میں ترکوں کے ساتھ اپنی مذہبی ہمدردی

اور روحانی دلسوزی ظاہر کرنے میں بھی نہایت احتیاط سے کام لیا ہے اور محض اس خیال سے کہ اس وقت ابن قلبی اور روحانی تعلق کے اظہار میں غلط فہمی کا احتمال ہے اپنے جذبات کو دبا یا ہے۔

آخر میں تبرکاً ہم حضرت مولانا کا ایک والا نامہ درج کرتے ہیں جس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیئے باعث سعادت ہوگا۔ اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتے ہیں۔

حضرت مولٰنا کا ایک خط

حضرت اقدس کا والا نامہ جو مالٹا سے بنام جناب مولوی حکیم محمد حسن صاحب آیا تھا اُس کا اقتباس حسب ذیل ہے :-

الحمدُ للہ رب العٰلمین والعاقبۃُ للمتقین۔ !!

اخ معظم - - - - - - - اکرمکم اللہ۔ وسلم

کل انتظار مدید کے بعد آپ کا خط ساتویں جمادی الاول کا لکھا ہوا ہم کو ملا جس میں سب کی خیریت مجمل معلوم ہو کر مسرت ہوئی۔ الحمد للہ! عزیز مسعود کے بعد تقریباً چھ ماہ میں آپ کا خط آیا۔ بہت غنیمت معلوم ہوا بقول شخصے ؎ یوں اسیران قفس تک کوئی پہونچا گلبرگ جیسے غربت میں شفیقان وطن کا کاغذ

چند خطوط میں نے اور بعض رفقا نے اور بھی روانہ کئے ہیں۔ غالباً پہونچے ہوں گے بالجملہ ہم سب بحمد اللہ خیریت سے ہیں اور راحت سے ہیں۔ آپکو خط[1] لکھنے کے

[1] اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے مصر سے بھی کوئی خط مکان کو روانہ فرمایا ہے۔ مگر جہاں تک ہمیں علم ہے مصر کا لکھا ہوا کوئی خط ہندوستان نہیں پہونچا ہے اسلیئے ممکن ہے کہ اس عبارت میں خط لکھنے سے کسی ہمراہی کا خط لکھنا مراد ہو [illegible]

پندرہ بیس روز بعد یہ ہوا کہ ہم لوگ مصر سے کچھ ترقی کرکے مالٹا آگئے ہیں۔ مسافت تو کچھ بڑھ گئی مگر تکلیف کچھ نہیں بلکہ یہاں راحت زیادہ ہے۔ الحمدللہ گو اس عرصہ میں حالات وطن سے بے خبری رہی مگر وہ مدد دراز کے وہ حالات معلوم ہوئے جو خواب میں بھی نہ دیکھے تھے۔ آدمی جب تک زندہ ہے حرکت زمانی تو کسی وقت رکتی نہیں مگر حرکت زمانی اور حرکت مکانی دونوں ملکر بہت سے اختلافات جدیدہ کی موجب ہوگئیں شعر ؎

ستبدی لك الایام ما کنت جاھلا
ویاتیك بالاخبار من لم تزود

ترجمہ عنقریب زمانہ بہت سی نامعلوم باتیں تجھ پر ظاہر کردے گا۔ اور تجھے وہ شخص خبریں دے گا جسے تو نے کوئی توشہ یا اجرت بھی نہیں دی ۱۲۔

متعدد اسباق و دیگر مشاغل میں اچھی طرح گذر رہی ہے۔ ادھر وترجون من اللہ مالا یرجون کا مبارک سلسلہ بھی ایسا نہیں کہ جو کسی وقت منقطع ہوجائے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

گھر میں سب کو اور مکان میں بچوں کو سلام کہہ دو "

اس والا نامہ میں اپنے اسم گرامی کے ساتھ حضرت مولانا نمبر ۲۲۱۹
تحریر فرماتے
ہیں غالباً یہ نمبر اسیری
کا ہوگا۔

حضرت مولٰنا کے ایک خادم نے اپنے دردِ دل کا اس طرح اظہار کیا ہے

أَلَا يَا مَالِتَا! طُوبَىٰ وَبُشْرَىٰ ... ثَوَىٰ بِكِ مَنْ مَحَا آثَارَ كُفْرٍ

ہاں اے مالٹا! تجھے مبارکباد اور خوشخبری ہو کیونکہ تیرے اندر وہ بزرگ مقیم ہے جس نے کفر کے نشان مٹا دیے

وَلَمْ تَكُ قَبْلَهُ إِلَّا خَرَابًا ... خُمُولًا غَيْرَ مَعْرُوفٍ بِخَيْرٍ

اس سے پہلے (اے مالٹا) ایک ویرانہ اور گمنام مقام تھا جس کی کوئی بھلائی معروف و مشہور نہ تھی۔

فَلَمَّا حَلَّهَا عَادَتْ رِيَاضًا ... مُنَضَّرَةً مِّنَ التَّقْوَىٰ وَذِكْرٍ

جب اس نفس مقدس نے اس میں نزول فرمایا تو وہ ذکر اللہ اور تقوے کا سرسبز باغ بن گیا

مُكَلَّلَةً بِأَزْهَارِ الْمَزَايَا ... وَأَزْهَارُ الْمَزَايَا خَيْرُ زَهْرٍ

ایسا باغ جس میں تمام اوصاف حمیدہ کے پھول کھلے ہیں اور درحقیقت فضائل کے پھول بہترین پھول ہیں

أَلَا يَا مَالِتَا! كُونِي سَلَامًا ... عَلَىٰ مَحْمُودِنَا الرَّاضِي بِقَدْرٍ

ہاں اے مالٹا! تو ہمارے مقتدا مولانا محمود حسن پر جو خدا کے حکم پر سر تسلیم خم کیے بیٹھے ہیں مجسم سلامتی بن جا

إِمَامُ الْخَلْقِ قُدْوَتُهُمْ جَمِيعًا ... لَهُ كَرَمٌ إِلَى الْآفَاقِ يَسْرِي

حضرت مولانا موجودہ مخلوق کے امام اور پیشوا ہیں ان کا صیتِ کرم دنیا کے کناروں تک پہنچا ہوا ہے،

جُنَيْدُ الْعَصْرِ سِرِّيُّ الزَّمَانِ ۔۔۔ غُيُوثُ فُيُوضِهٖ تَهْمِيْ وَتَجْرِيْ

اس زمانہ کے جنید اور سری سقطی آپ ہی ہیں، آپ کے فیوض کی بارشیں برستی اور بہتی ہیں

فَرِيْدٌ فِيْ خَلَائِقِهِ الْعِذَابِ ۔۔۔ وَحِيْدٌ فِي التُّقٰى مِنْ غَيْرِ فَخْرٍ

اپنی شیریں عادات میں فرد اور تقوے اور پرہیزگاری میں یکتائے زمانہ ہیں

اَشَدُّ النَّاسِ اَمْثَلُهُمْ بَلَاءً ۔۔۔ فَيَا شَمْسَ الْهُدٰى يَا طَوْدَ صَبْرٍ

جو شخص مخلوق میں برگزیدہ ہوتا ہو اس پر مصائب بھی سخت ہوتی ہیں تو اے ہدایت کے آفتاب و صبر و ثبات قدم

ذَكَرْنَا يُوْسُفَ الصِّدِّيْقَ لَمَّا ۔۔۔ اُسِرْتَ بِغَيْرِ اسْتِحْقَاقِ صَبْرٍ

ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام یاد آگئے جبکہ آپ کو بغیر اظہار کسی جرم کے قید کر دیا گیا

لِحَرِّ الْبَيْنِ فِيْ صَدْرِ الْكَئِيْبِ ۔۔۔ تَفِيْضُ دُمُوْعُهٗ حُمْرًا كَجَمْرٍ

آتش غم فراق کی گرمی سے جو محب غمگین کے سینہ میں جاگزیں ہو سکے آنسو انگاروں کی مانند سرخ بہتے ہیں

سَيَجْزِلُكَ الْعَزِيْزُ مَحَلَّ عِزٍّ ۔۔۔ وَيَنْصُرُكَ النَّصِيْرُ اَعَزَّ نَصْرٍ

عنقریب خدائے عزیز آپ کو مقام عزت میں جگہ دے گا ۔ اور خدائے نصیر آپ کی قوی مدد فرمائیگا

سَيَكْفِيْكَ الْاِلٰهُ فَاَنْتَ مَرْءٌ ۔۔۔ كَفَاكَ اللهُ قِدْمًا كُلَّ شَرٍّ

اور عنقریب خدا تعالیٰ کی مدد آپ کو کافی ہوگی ۔ کیونکہ آپ وہ شخص ہیں جسے خدا نے ہمیشہ ہر قسم کے شر سے بچایا

[illegible]

پہلا ایڈیشن جو کہ دو ہزار چھپا تھا چند روز میں ختم ہو گیا

اب دوسرا ایڈیشن نئی آب و تاب سے شائع کیا جاتا ہے

سلسلہ حالات نظر بندان اسلام

نمبر (۱) [illegible] نمبر (۲) (دوسرا ایڈیشن)

محمد علی و شوکت صاحبان کی نظر بندی

کے خطوط

حصہ اول

جس میں حضرت مولانا محمد علی و شوکت علی صاحبان کی اصلی عکسی تصویر [illegible]

قیمت [illegible]

ہندوستانی مسلمانوں کی نظربندی کے متعلق مکاتبات

جمہور انجمن اعانت نظربندان اسلام کا ایک مطبوعہ رسالہ ہمارے پاس آیا ہے اس میں مسٹر شوکت علی اور مسٹر محمد علی کی نظربندی کے سلسلے کے چند اہم خطوط ہیں جنکی فہرست ذیل میں درج ہے:-

(۱) اعلیٰ حضرت نواب بیگم صاحبہ کا خط مسٹر [illegible] کے نام

(۲) دوسرا خط ایضاً

(۳) [illegible]

(۴) مسز بسنٹ کی ملاقات وائسرائے سے

(۵) [illegible] بیگم صاحبہ کا خط مسز بسنٹ کے نام

(۶) [illegible] مسز بسنٹ [illegible]

(۷) آبادی بانو بیگم صاحبہ کا خط مسٹر [illegible] کے نام

(۸) پیام [illegible] سالانہ اجلاس [illegible] میں پڑھا گیا۔

اس مجموعہ کے [illegible] میں مسٹر تاج الدین صاحب [illegible] تحریر فرماتے ہیں [illegible] اسلام کی [illegible] ہزار ہا رسائل کی طرح [illegible] ایک نظر دیکھے جائیں [illegible] اس رسالہ کو [illegible] شائع کیا جاتا ہے [illegible] اسکو پڑھیں گے اور [illegible] احساس پیدا کریں [illegible] انجمن اعانت نظربندان اسلام کا [illegible] رسائل [illegible] شائع ہو جائیں گے [illegible] کا پہلا جز ہے جیسا کہ مسٹر [illegible] صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے دیگر رسائل بھی تیار ہیں اور عنقریب شائع ہو جائیں گے [illegible]

کا تذکرہ [illegible] ہندوستان [illegible] سے متعلق [illegible] کے [illegible] ہمارا [illegible] کے علاوہ [illegible]
[illegible] اس
[illegible]
[illegible] ہندوستان [illegible]
[illegible] ہم [illegible] غرض [illegible] رسائل [illegible]
[illegible] علی [illegible]
مسٹر شوکت علی اور مسٹر محمد علی کی عکسی تصویریں شامل کر دی گئی ہیں۔ مسلمانوں کی [illegible] رسالہ [illegible]
کی طرف خاص طور پر [illegible] رسالہ [illegible] ایک طرف وہ مسٹر محمد علی و
شوکت علی کے حالات [illegible] حاصل کر سکتے ہیں اور دوسری طرف [illegible]
[illegible] رسالہ [illegible]
[illegible] ہے۔

صداقت

صدر دفتر انجمن اعانت نظر بندان اسلام دہلی سے ہمیں [illegible] چند اہم [illegible] ایک [illegible] بغرض ریویو موصول ہوا ہے جس میں مسٹر شوکت علی و محمد علی کی نظر بندی کے متعلق [illegible] شائع کیے گئے ہیں [illegible]
[illegible] چند اہم [illegible] حسب ذیل اقتباس [illegible] بصیرت کے لیے [illegible]
[illegible] نظر بندی کے متعلق مسلسل اور [illegible]
کو ایک ترتیب کے ساتھ ناظرین کے سامنے پیش کر دینا ان [illegible]
[illegible] بیگم صاحبہ [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] پیش کیا ہے [illegible]
[illegible] تاریخ [illegible] ہندوستان [illegible] مورخ [illegible]
[illegible] حضرت [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

سے گزرتا ہے تو پرسکون سمندر میں مد و جزر پیدا ہوتا ہے اور اس کو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ایک [illegible]
[illegible]
[illegible] ہوتے۔ اس صداقت کے [illegible] اول ہوں اسکی قوم [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible] اپنے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کے [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible] بیان [illegible]
[illegible] ہے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] کے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] چکے ہیں کہ

امپیریل کونسل دہلی میں آنریبل راجہ صاحب محمود آباد، میر اسد علی، مسٹر جناح اور مسٹر سریندر ناتھ بنرجی نے نظر بندوں کے متعلق سوالات کئے مگر جواب ملا کہ تفصیلی حالات علی العموم مشتہر کرنا مفاد عامہ کے خلاف ہے۔

غریب رعایا کا دماغ شاید اس مفاد عامہ کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور اس عقدہ کو وہی دماغ حل کرسکتا ہے جو ایوان حکومت میں پہونچکر حکومت کے نشہ میں غرق رہتا ہے اور وہ نہیں خیال کرسکتا کہ اس قدر یاس انگیز و دلشکن جواب وفا شعار رعایا کے جذبات پر کس قسم کی بجلی گرا رہا ہے۔ عجیب بات ہے کہ کسی ظنی مجرم کو سزا دینا تو مفاد عامہ کے خلاف نہیں لیکن اسکا جرم بتانا مفاد عامہ کے خلاف ہے۔ اگر اس "مفاد عامہ" کے وہی معنی ہیں جنکو لغت لکھ چکا ہے تو پھر ظاہر ہے کہ نظر بند کا یا تو کوئی جرم ہے یا نہیں۔ اگر واقعی جرم ہے تو اسکے اعلان و اشتہار سے تو سبق و عبرت ہوتی اور یہ سراسر مفاد عامہ ہے لیکن اگر کوئی جرم درحقیقت نہیں ہے جس کا نہ بتانا اس احتمال کو قوی کرتا ہے، تو دنیا حیران ہوگی کہ پھر ان کو حکومت برطانیہ کے سایہ میں کس لیئے نظر بند کیا گیا ہے۔ اگر محض سیاسةً ان کو نظر بند کیا گیا ہے تو گو یہ طریقہ انصاف کے خلاف ہے لیکن اسکا اظہار مفاد عامہ کے پھر بھی خلاف نہ تھا کم از کم ہندوستان کی مفاد عامہ کو یہ تو معلوم ہو جاتا کہ بعض اشخاص کو بلا جرم بھی محض سیاست و مدبرانہ کی سنک بٹھانے کے لیئے نظر بند کر دیا گیا ہے۔ پس کیا سر ولیم ونسنٹ مہربانی فرما کر یہ بھی تشریح فرمانا گوارا کرینگے کہ "مفاد عامہ" کا لفظ کس لغت کی رو سے استعمال کیا گیا ہے۔

حال ہی میں بنگال کونسل کا اجلاس ہز ایکسلنسی لارڈ رونالڈشے گورنر بنگال کی زیر صدارت ہوا مختلف سوالات کئے گئے۔ آنریبل بابو اکھل چندر پال نے نظر بندوں کے متعلق سوال کیا کہ انکی تعداد قانون تحفظ ہند کے نفاذ سے اب تک کتنی ہے؟ اور ان کے جرائم کیا ہیں؟

جواب میں یہ تو بتا دیا گیا کہ تحفظ ہند کی بے پناہ تلوار کے شہید اس قدر ہیں، لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ ان کی شہادت کی وجہ کیا ہے۔ انکے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ

"نفاذ قانون سے اب تک ۵۰۰ بلکہ زیادہ ہو چکے ہیں لیکن گورنمنٹ اسکی تشریح مناسب نہیں سمجھتی کہ ان پر الزامات کیا عائد کیئے گئے ہیں"۔

اس قسم کے جوابات سے ثابت ہوتا ہے کہ اب بھی حکومت اس مسئلہ میں اپنی عزم صمیم پر قائم ہے اور اس قسم کے بیسیوں سے رعایا کو یقین کرنے کا موقع دیا جا رہا ہے کہ مسئلہ نظر بندی میں انصاف کے ساتھ تدبر و تمیز کا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا۔

لیکن یقین ہے کہ اگر ایک بار حکومت سے پچاس ہزار منظور کرا لیے تو مقابل میں بھی سوالات کرنے
میں اپنی ضد پر قائم رہیں گے۔ کیونکہ محکوم کا فرض یہی ہے کہ وہ حاکم کے طریقہ کار کی پیروی کرے۔ چنانچہ
یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ ۱۹ مارچ کو امپیریل کونسل کے اجلاس میں آنریبل سر سریندر ناتھ
بنرجی یہ تحریک کرینگے کہ

ہر صوبہ میں ایسی کمیٹیاں بنائی جائیں جن میں ہندوستانیوں کی تعداد کافی ہو
وہ ان اشخاص کے متعلق تحقیقات کر کے اظہار خیالات کریں جو قانون تحفظ
ہند یا بنگال و مدراس و بمبئی کے ۱۸۱۸ء کے دونوں نمبروں کے ماتحت نظر بند
کیے گئے ہیں یا آئندہ نظر بند کیے جائینگے۔

ایک دوسرا فرض

کونسلوں میں سلسلہ سوالات شروع کرانے کے چند ممبروں سے ہو یا انجمن اعانت نظر بندان اسلام
دہلی کا دوسرا فرض یہ تھا کہ وہ خود مخصوص نظر بندوں کے حالات کتاب کی صورت میں شائع
کرے۔ چنانچہ اس خیال کا اعلان اس نے اپنے وجود کے اول ہی دن کر دیا تھا اور یہ معلوم کر کے
حوصلہ افزا ہے کہ ابھی پورے دو ماہ نہیں گزرے جو اس تجویز نے عملی صورت اختیار کر لی ہے
چنانچہ اس سلسلہ کا پہلا نمبر اسوقت ہمارے سامنے ہے اور دوسرا نمبر عنقریب شائع ہو کر نظر افروز ہوگا
اسکی ترتیب و تسوید مکمل ہو چکی ہے۔ زیر تبصرہ نمبر مذکور فدایان ملک و ملت مسٹر محمد علی و
مولانا شوکت علی کے متعلق ہے۔ اسمیں چند اہم خطوط ہیں جن میں بعض خطوط امام الاحرار
مسٹر محمد علی کی والدہ محترمہ کے بھی ہیں۔ ایک خط یوسف چند داڑھ کے قانونی مشیر مسٹر گلمانی کا
ہے جس میں مفصلاً واقعات سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ دونوں حامیان حریت و صداقت کیوں نظر بند کیے
گئے۔ آخر میں امام الاحرار کا پیغام عمل بھی ہے۔ ابتدا میں ہر دو صاحبان کا عمدہ فوٹو ہے۔ یہ رسالہ
اردو و انگریزی دونوں زبانوں میں ہے۔ جب مسٹر تلک جلا وطن کیے گئے تھے تو دادا بھائی نے ایک کتاب
اس زمانہ میں لکھی تھی۔ جب وہ شائع ہوئی تو سنا گیا ہے کہ اس کا ایک ایڈیشن ایک ہفتہ میں ختم ہو گیا
حالانکہ وہ ایک نظر بند کی خود تصنیف کردہ کتاب تھی لیکن یہ دو نظر بندوں کے حالات یا افسانہ ہائے
مصائب ہیں اور یا پھر اہل عبرت کے لیے یہ کتاب جیا تحفہ ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ مسلمان جو اپنے
نظر بندوں کا نام سنکر کوہ آتش فشاں کی طرح حرکت میں آجاتے ہیں۔ ان کی توجہ اس رسالہ کے
اول ایڈیشن کو کتنی مدت میں ختم کرتی ہے۔ سینڈ کاغذ کے ۲۰ صفحات پر یہ رسالہ ختم ہوا ہے اکا

ٹرنی کاغذ کے زیادہ دیکھنے والے رسالہ کی قیمت مع فوٹو ۱۲ر اور انگریزی کی صرف ۸ر ہے۔

الخلیل انجمن اعانت نظر بندان اسلام دہلی نے نظر بند مسلمانوں کے حالات طبع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس کا پہلا نمبر ۲۸ خطوط اور بیانات پر مشتمل ہے جس میں والدہ صاحبہ مسٹر محمد علی و شوکت علی کے خطوط اور مسلمانان بمبئی کے نام پیام۔ مسٹر گاندھی کا خط اور دیگر دلچسپ بیانات ہیں۔ یہ خطوط اس وجہ سے دلچسپ ہیں کہ جن اخبارات میں چھپے تھے ان کے پرچے ہزاروں کی تعداد میں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئے۔ یہ ۵۶ صفحہ کا مجموعہ عمدہ سفید کاغذ پر خوشخط چھاپا ہے۔ شروع میں مسٹر محمد علی و شوکت علی کا فوٹو ہے۔ اس کے بعد اور اشاعتیں ہوں گی بعد تمام نظر بندان اسلام کے متعلق دو پہلو بات رسائل تیار کیے جا رہے ہیں۔ اردو خطوط ۴ر اور انگریزی ۸ر دفتر انجمن اعانت نظر بندان اسلام دہلی سے منگائیے۔

نقاش چند اہم خطوط۔ سنٹرل بک ڈپو دہلی کے نام سے ہمارے پاس ہے۔ ناظرین کرام واقف نہیں ہو سکتے [illegible] زندگی کا کچھ ثبوت دیا ہے۔ اس سلسلہ کے مفید ہونے میں کلام نہیں۔ ہمارے پاس پہلا نمبر ریویو کے لیے آیا ہے جس میں [illegible] و شوکت علی کے خطوط سر [illegible] آزاد و مسٹر بیسنٹ کے نام اور چند اور اہم خطوط اور بیانات ہیں اور یہ خطوط حریت و آزادی کا سبق سکھانے والے ہیں اس لیے ہر مسلمان کا خصوصاً اور ہر ہندوستانی کا بالعموم فرض ہے کہ وہ اس کا ایک نسخہ خرید کر پڑھے کاغذ عمدہ اور لکھائی چھپائی صاف ہے حجم [illegible] قیمت ۔ جو ہرگز زیادہ نہیں [illegible] سنٹرل بک ڈپو کے دفتر سے طلب کیجیے۔ اس رسالہ کے شروع میں مسٹر محمد علی اور ان کے بھائی مسٹر شوکت علی کی تصویر بھی ہے۔

اخبار عام سلسلہ حالات نظر بندان اسلام نمبر ۱ یہ سلسلہ انجمن اعانت نظر بندان اسلام کے صدر دفتر دہلی سے شائع ہونا شروع ہوا ہے جس کا یہ پہلا نمبر ہے اس میں مسٹر شوکت علی و محمد علی صاحبان کے

نظربندی کی وجہ سے نہایت غیر معمولی شہرت حاصل کر چکے ہیں ان کے متعلق جو آپکی والدہ صاحبہ محترمہ آبادی بانو بیگم صاحبہ نے جو خطوط مدراس کے سر سی۔ پی۔ رامسوامی آئر صاحب مسز بیسنٹ اور مسٹر نہرو کے نام لکھے تھے۔ وہ درج ہیں۔ علاوہ ازیں سی۔ آئی۔ ڈی کے افسر کی ملاقات کے بعد کے حالات اور آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ کلکتہ کے نام جو پیام تھا۔ اور مسٹر لمنٹے کا خط مسز بیسنٹ کے نام درج ہیں۔ ان خطوط کو ہم انگریزی زبان میں مختلف اخبارات میں پڑھ چکے ہیں۔ نہایت جوش خروش کے یہ پیغام ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کتاب میں دونوں برادران کی تصویریں بھی درج ہے کیسی وضعدار صورتیں ہیں ان کے چھڑانے کے لئے جو سرگرم کوششیں طرح طرح پر اہل اسلام کر رہے ہیں وہ ظاہر ہیں دیکھیں کب تک گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے۔ تمام نظربندان اسلام کیا اہل ہنود اور کیا اہل اسلام کے ساتھ عام اہل ہند کی ہمدردی ہونا لازمی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اگرچہ غلطی یا سہو ہو جانا ہر ایک فرد بشر سے ممکن ہے۔ لیکن گورنمنٹ عالیہ بلا وجہ کسی کو نظربند کرنا قرین انصاف نہیں سمجھتی۔ کیونکہ ایسا کرنے سے گورنمنٹ عالیہ کو مطلق کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ سخت کی دوسری اٹھانا ہے نظربندان اور دوسرے خویشوں کا سا معاملہ ہے۔ خداوند کریم اپنے تمام گنہگار بندگان پر رحم فرمادیں۔ یہ کتاب ۴؍ قیمت پر صدر دفتر ہذا مقام دہلی سے مل سکتی ہے ❖

مرشد

انجمن اعانت نظربندان اسلام دہلی نے ۲۰ صفحہ کا ایک رسالہ مسمیٰ بہ اسم "خطوط" کے نام سے شائع کیا ہے جسمیں مسٹر محمد علی شوکت علی کی عکسی تصاویر بھی ہیں

ان تصاویر کو دیکھ کر پھر محترم اور اسیر الفت اسلام فرد کے بدن میں پھریریاں آنے لگتی ہیں جو حضرت ڈاڑھی کو معمولی فروعات سمجھتے ہیں ذرا ان دونوں کی صورتیں دیکھیں کہ معمولی فروعات والی چیز ان کے چہرہ پر کس قدر بڑھ گئی ہے۔

یہی اصلی محترم جنھوں نے شعائر اسلام کے احترام کو اپنے چہرہ پر قائم کر لیا ہے۔ اس کتاب سے مسٹر محمد علی و شوکت علی کی مختصر تاریخ نظربندی اور اوس کے دلکش واقعات کا علم ہر شخص کو ہو جائیگا اور اسکو انکے حالات پر غور کرنے اور اپنے دل سے فیصلہ کرنے کی طاقت پیدا ہوگی۔ اس گراں زمانہ میں ایسی مفید کتاب کی قیمت صرف ۴؍ بہت کم ہے مگر ضرورت تھی کہ قیمت کم رکھی جائے تاکہ ہر کس و ناکس اسکو خرید کر پڑھ سکے۔ انجمن اعانت نظربندان اسلام دھلی سے منگائیے۔ اردو کتاب کی قیمت ۴؍ ہے اور انگریزی کی چار آنے (۴؍) ❖

مندرجہ بالا اخبارات کے علاوہ ہندوستان کے کل اردو اور انگریزی اخبارات نے نہایت عمدہ الفاظ میں اس کتاب پر ریویو کیے ہیں ان میں قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں۔

(انگریزی)۔ روزانہ بمبئی کرانیکل ینگ انڈیا۔ تریبیون۔ سوم سولر۔ نیو انڈیا۔ نقد لیڈر۔ ایڈوکیٹ (اردو) دہلی گزٹ۔ الناظر۔ تیشین۔ وکیل۔ ستارہ ہند۔ مشرق وغیرہ وغیرہ

کتاب کی قیمت ۴ مقرر ہے

امید کہ حسب ذیل مقامات کی پبلک مندرجہ ذیل حضرات سے رسائل خرید کے انجمن کے اس مفید ترین کام کو ترقی دینے میں ساعی ہونگے۔

(۱) علیگڈھ۔ خواجہ عبدالمجید صاحب بیرسٹر ایٹ لا ۔

(۲) مسٹر عبدالسلام خان صاحب وکیل بجنور ۔

(۳) کلکتہ۔ حافظ اعجاز الدین صاحب سکریٹری انجمن اعانت نظربندان اسلام ۔

(۴) میرٹھ۔ مسٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب بیرسٹر و سید بشیر الدین صاحب وکیل ۔

(۵) سیالکوٹ۔ آغا محمد صفدر صاحب وکیل ۔

(۶) حیدرآباد سندھ۔ مسٹر نور محمد صاحب وکیل ۔

(۷) جبل پور۔ حافظ جمیل الرحمان صاحب مدرس مدرسہ فرقانیہ سیل باغ ۔

(۸) مدراس۔ مسٹر یعقوب وادیا ایڈیٹر اخبار کامن ویل۔ دفتر اخبار نیو انڈیا ۔

(۹) ناگپور۔ غلام رسول صاحب معرفت حیات برادرس فرنیچر مرچنٹ صدر بازار ۔

(۱۰) چھندواڑہ۔ مسٹر قربان حسین صاحب تاجر سکریٹری ڈسٹرکٹ مسلم لیگ ۔

(۱۱) دفتر اخبار جمہور کلکتہ ۔

ان مقامات کے علاوہ بھی کوشش کی جائیگی کہ دیگر مقامات پر اسی طرح رسائل کی فروخت کا انتظام کیا جائے۔ جن مقامات پر ابھی مقامی فروخت کا بندوبست نہیں ہوا۔ وہاں کے حضرات صدر دفتر سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں ۔

سنٹرل بیورو (دہلی)

انجمن اعانت نظربندان اسلام دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخباری دنیا پر یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ نظربندان اسلام کے لیے قوم کی طرف سے بار بار رہائی کا مطالبہ کیا گیا مگر بالآخر یہ مان لینا پڑتا ہے کہ ہماری تمام کوششیں کسی نظم کے ماتحت نہ ہونیکی وجہ سے بیکار ثابت ہوئی ہیں۔ ساتھ ہی اسکے یہ امر بھی محتاج بیان نہیں کہ متفرقہ کوشش اور بکھرے ہوئے آواز اپنی اہمیت کے لحاظ سے کبھی صدا بصحرا نہیں ہوتی اور واقعات بھی یہی بتلاتے ہیں کہ مسلسل اور متفقہ کوشش کرنے سے ہمیشہ مفید اور خاطر خواہ نتیجہ نکلتا ہے۔

انعقاد و مختصر حالات انجمن

نظربندان اسلام کے متعلق مسز اینی بیسنٹ کی حضور ویسرائے بہادر سے ملاقات کا نتیجہ سننے کیلیے ۴ نومبر ۱۹۱۸ء کو دہلی میں بہت سے دردمندان اسلام اور اکابر قوم دور دور سے اچھی امیدیں اپنے دلوں میں لے کر آئے تھے۔ لیکن وہ دلشکن امور جو کہ مسز بیسنٹ کی خلاصہ گفتگو سے معلوم ہوئے اور جو کہ اخبارات کے ذریعہ سے پبلک کے روبرو آچکے ہیں اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے۔ لہذا ان غیور اور دردمند اصحاب نے اسی روز ایک مجلس شوریٰ منعقد کی اور اتفاق رائے سے ایک مستقل اور کام کرنے والی انجمن قائم کی جس کا نام انجمن اعانت نظربندان اسلام رکھا گیا اور دہلی میں اسکا مرکز قرار دیکر صدر دفتر قائم کیا گیا ہے۔ اسکے ماتحت میں ہندوستان کے صوبوں میں انجمنیں قائم ہوئیں اور ہر انجمن کے احاطہ عمل میں متصل اضلاع اور مفصلات داخل کئے گئے۔ راجہ صاحب محمودآباد نے اسکی صدارت قبول فرمائی۔ اور اسکے جنرل سکریٹری ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری

اور ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن صاحب مقرر ہوئے۔ نواب ذوالقدر جنگ بہادر اس کے خزانچی۔ اور مسٹر عبدالرحمٰن وکیل مشیر قانونی اور محاسب مقرر ہوئے۔ صدر دفتر کے کام کے لیے عبدالعلی خان صاحب اور عزیز حسن صاحب بقائی کا تقرر ہوا۔ ان کے علاوہ حال میں مسٹر تاج الدین کی خدمات بھی حاصل کی گئی ہیں۔ اور صدر دفتر کی عام نگرانی بحیثیت سپرنٹنڈنٹ کے ان کے سپرد کی گئی۔ بعد میں مسٹر منظور محمود و مسٹر عبدالسلام رئیس و میونسپل کمشنر مراد آباد گشتی ناظم مقرر ہوئے +

انعقاد کے ساتھ ہی اس انجمن نے اپنا کام فوراً شروع کر دیا تھا اور صوبہ کے کارکن مسلمانان کو مفصل اطلاع جنرل سکرٹریوں نے بذریعہ خط و تحریر کر دی گئی۔ اکثر صوبوں میں جنرل سکرٹری خود جا کر مقامی انجمنیں قائم کرائیں اور مقامی کارکن جماعت کو طرز عمل کے متعلق ہر قسم کی صلاح و مشورے دئے۔ ماتحت انجمنوں نے بھی اپنے کام جاری کر دیئے۔ مدراس۔ سندھ۔ بنارس اور دہلی کی انجمنیں خاص کر بہت عمدہ کام انجام دے رہی ہیں اور ہمیں امید ہے کہ پنجاب میں ہمارے گشتی ناظم مسٹر منظور محمود کے دورے اور کوششوں سے عمدہ نتیجہ نکلے گا +

اغراض و مقاصد انجمن

۱- نظر بندان اسلام کی رہائی کے لیے ہر قسم کی آئینی جد و جہد قائم رکھنا +

۲- ایسے تدابیر عمل میں لانا جس سے جلد نظر بندان اسلام کی رہائی ہو جائے +

۳- انجمن کی شاخیں صدر دفتر کے ماتحت ہر حصہ ملک میں قائم کرنا جو اپنے اپنے مفصلات میں باضابطہ اور موثر تحریک جاری رکھیں +

۴- ہر حصہ ملک میں خواہ وہ قصبہ ہو یا قریہ جہاں بھی مسلمان آباد ہوں نظر بندان اسلام کی رہائی کے لیے جلسے کرنا اور مطالبے کے تار حضور وائسرائے بہادر و معزز ممبر ہند کی خدمت میں بھیجنا

۵- جلسوں کی پوری کارروائیاں اخباروں اور صدر دفتر انجمن اعانت نظر بندان اسلام دہلی کو بھیجنا

۶- جلسوں میں نظر بندان اسلام کی اعانت کے لیے چندہ جمع کرنا اور صدر خزانچی نواب ذوالقدر جنگ بہادر بیرسٹر [illegible] لاک روڈ لکھنؤ کے پاس روانہ کرنا اور اس کی اطلاع اخبارات اور صدر دفتر دہلی میں بھیجنا +

۷- کافی رقوم کے وصول ہونے کے بعد صدر دفتر سے نظر بندان اسلام کی امداد جاری کرنا اور آئینی جد و جہد جاری رکھنے کے اخراجات ادا کرنا +

---

۵ نواب صاحب کے مستعفی ہونے کی وجہ سے اس عہدہ پر مسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی اے ایل ایل بی [illegible] مقرر ہوئے +

۸۔ حضور وائسرائے بہادر کی خدمت میں وفد لیجانا +
۹۔ اخبارات میں نظر بندان اسلام کے متعلق صحیح حالات درج کرنا +
۱۰۔ نظر بندان کے متعلق میموریل تیار کرانے اور کانونسلوں اور دیگر کا پبلک کو مطلع کرنا +

انجمن اور اسکی شاخوں کی تفصیل حسب ذیل ہے

پریسیڈنٹ انجمن اعانت نظر بندان اسلام راجہ صاحب محمد علی محمد خان صاحب آف محمود آباد۔

دہلی۔ صدر دفتر

ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری ڈاکٹر سید عبد الرحمن صاحب	جنرل سکریٹریان

حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب و حاجی عبد الغفار صاحب ممبر صاحبان۔

انچارج صدر دفتر انجمن۔

صوبہ پنجاب لاہور۔ آنریبل میاں فضل حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا (۲) محمد محسن شاہ صاحب وکیل۔ سیالکوٹ۔ آغا محمد صفدر صاحب وکیل۔

صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ۔

مغربی حصہ صوبہ متحدہ۔

علیگڑھ۔ (۱) خواجہ عبد المجید صاحب بیرسٹرایٹ لا (۲) تصدق احمد خاں صاحب شروانی بیرسٹرایٹ لا۔

اٹاوہ۔ غلام پنجتن صاحب۔

مشرقی حصہ صوبہ متحدہ۔

الہ آباد۔ (۱) آنریبل سید رضا علی صاحب وکیل (۲) ظہور احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا۔

بنارس۔ (۱) عبد الماجد خان صاحب وکیل (۲) محمد وسیع صاحب وکیل۔

گورکھپور۔ شاکر علی صاحب بیرسٹرایٹ لا۔

غازیپور۔ قمر احمد صاحب وکیل۔

روہیلکھنڈ۔ مرادآباد (۱) مولوی محمد یعقوب صاحب وکیل۔ (۲) مسعود الحسن صاحب بیرسٹرایٹ لا (۳) مظفر علی خان بیرسٹرایٹ لا (۴) مولوی عبد السلام صاحب رئیس۔

بریلی۔ (۱) عزیز احمد خان صاحب وکیل۔

اودھ۔ لکھنؤ (۱) آنریبل سید منیر حسن صاحب ایڈوکیٹ (۲) نواب ذوالقدر جنگ بہادر بیرسٹرایٹ لا۔

بارہ بنکی۔ شیخ ولایت علی صاحب وکیل۔

فیض آباد۔ محمد فایق صاحب وکیل۔

صوبہ بہار۔ پٹنہ۔ (۱) آنریبل مظہرالحق صاحب بیرسٹرایٹ لا (۲) ڈاکٹر سید محمود صاحب بیرسٹرایٹ لا۔ (۳) سید حسن امام صاحب بیرسٹرایٹ لا۔

احاطہ بنگال۔ کلکتہ۔ (۱) آنریبل مولوی فضل الحق صاحب وکیل (۲) آنریبل مولوی ابوالقاسم صاحب وکیل (۳) قاضی عبدالغفار صاحب اڈیٹر جمہور (۴) مولوی محمد اکرام خان صاحب اڈیٹر محمدی۔

احاطہ مدراس۔ مدراس۔ آنریبل سیٹھ یعقوب حسن صاحب وکیل۔

احاطہ بمبئی۔ بمبئی (۱) آنریبل محمد علی صاحب جناح بیرسٹرایٹ لا (۲) سیٹھ محمد سبحانی صاحب۔

سندھ۔ حیدرآباد۔ (۱) آنریبل غلام محمد صاحب بھورگری (۲) نور محمد صاحب وکیل۔

کراچی۔ غلام علی صاحب چاغلا۔

یہ تجویز کوئی معمولی تجویز نہ تھی بلکہ مسلسل اور نتیجہ خیز آئینی جدوجہد کرنے کے لیے ملک کے ہر حصہ میں ایسے اشخاص تلاش کرنا تھے۔ جو اسلامی حمیت اور قومی احساس رکھتے ہوں۔ جن کے دلوں میں حوصلہ اور ہمت ہو اور جو انجمن اعانت نظر بندان اسلام کے نظام ترکیبی کے پابند ہو کر اس کے ساتھ کام کرنے کے لیے آمادہ ہوں اس لیے ارکان انجمن نے قوم کے سامنے اس تجویز کو پیش کرنے سے اس وقت تک گریز کیا۔ جب تک کہ اس کا نظام کامل طور پر مرتب نہ ہو جائے اور اس کی ماتحت انجمنیں عملی طور پر کام نہ کرنے لگیں اس انجمن کا اصلی مقصد یہ تھا کہ موثر طریقہ سے کام کرے اور نظر بندوں کی اعانت کی تجاویز عمل میں لائے نہ کہ انجمن کو مشتہر کر کے نام و نمود حاصل کرے۔

اس اعلان سے قبل پبلک کو اس انجمن اعانت نظر بندان اسلام کے وجود کا بھی علم نہ ہوتا اگر قبل از وقت ایک ہمدرد مگر بے صبر اڈیٹر نے ایک خانگی تحریر شائع نہ کرا دی ہوتی۔ جس کی وجہ سے پبلک کو مجمل طور پر علم ہوا۔ اخباروں نے اظہار آرا شروع کر دیا۔ اعتراضات ہونے لگے اور طعنہ بازیاں کی گئیں جو سب خاموشی کے ساتھ سنے گئے مگر اراکین انجمن وقت کا انتظار صبر و سکون کے ساتھ کرتے رہے۔

بعض اوقات قومی معاملات میں با وجود اغراض و مقاصد کے متحد ہونے کے مختلف اثرات کی وجہ سے تاگوار اور نقصان دہ اختلاف آ کھڑا ہوتا ہے جس سے ان تجاویز کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اس خاص تجویز کو خصوصیت کیساتھ ایسے اثرات سے بچانا مقصود تھا۔ ورنہ اس خاموشی میں کوئی راز نہ تھا اس سے قبل بھی کلکتہ میں اس موقع پر جبکہ وہاں کی مقامی انجمن اعانت نظر بندان اسلام نے اسلامی اور لیڈران قوم و سرداران حضرت محمد علی و شوکت علی صاحبان کی والدہ محترمہ کا خیر مقدم کیا تھا صدر دفتر انجمن اعانت نظر بندان اسلام" کے مقاصد کا مختصر اظہار کیا جا چکا ہے۔

بحمد اللہ اب "انجمن اعانت نظر بندان اسلام" اپنی محنت اور کوشش کا نتیجہ قوم کے سامنے پیش کرنے کیلئے ہمہ وجوہ تیار ہے۔ اور اپنے اغراض و مقاصد کا واضح طور پر اعلان کرنا ایسی حالت میں واجب تصور کرتی ہے جبکہ اس تجویز نے عملی صورت اختیار کر لی۔ نظام عمل مکمل ہو گیا اور تمام حصہ ملک میں صدر دفتر انجمن اعانت نظر بندان اسلام" کے ماتحت متعدد انجمنیں قائم ہو کر اپنے فرائض ادا کر رہی ہیں اور اپنے مساعی اور تحریک سے بکثرت جلسے نظر بندان اسلام کی رہائی کے لیے متواتر کرتی رہی ہیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ ہوتی رہیگی۔ حضور وائسرائے بہادر اور وزیر ہند کے خدمات میں متعدد عرضداشتیں ہمدیہ تار بھیجی گئی ہیں اور انکی اطلاعیں صدر دفتر انجمن کو موصول ہوتی رہی ہیں ✦

(اپیل)

قوم کو اپنے مقاصد اور مطالبہ کی پامالی اور توہین کا پورا احساس ہو گیا ہے اور اب ہماری حالت ہمیں مجبور کر رہی ہے کہ ہم پوری ہمت اور کامل استقلال کیساتھ اس اپنے اہم قومی فرض کو انجام دیتے ہوئے ہم اپیل کرتے ہیں کہ جن برگزیدہ بندوں نے قوم کی بہبود اور فلاح کے لیے گرفتار مصیبت ہو جانا اور نظر بندی کی زندگی بسر کرنا گوارا کیا۔ اور جنہوں نے قوم اور محض قوم کی خاطر اپنا تمام مال و متاع اور عیش و آرام نثار کر دیا تو ان کی ضروریات زندگی اور کچھ علایق بھی تو ہیں۔ کیا اس طرف سے غافل رہنا اور ان اسیران بلا گرفتاران آلام کو ان کی حالت پر چھوڑ دینا اور خود عیش و راحت کی زندگی بسر کرنا ہمارے لیے شرمناک نہیں ہے؟ کیا ان مبتلایان رنج و محن کا اتنا بھی ہم پر فرض نہیں کہ ہم ان کی ذاتی ضروریات کا خیال و لحاظ کریں؟ اگر ہے تو پھر افراد قوم کو اسمیں بھی عملی حصہ لینا ایک اخلاقی فرض سمجھنا چاہیئے۔ امید ہے کہ باحمیت افراد قوم اور درد مند مسلمان اس طرف بھی توجہ کرینگے ✦ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ ✦

خادمان قوم مختار احمد و محمد عبد الرحمن جنرل سکریٹریان ✦ ا۔ صدر دفتر انجمن اعانت نظر بندان اسلام چوڑی [والان]۔ دہلی ۹ر جنوری ۱۹۱۸ء ✦

ملکی ترقی راز۔ قومی مشکلات کا حل

مقالاتِ سرسید

سرسید کی قومی زندگی کا فلسفہ کیا تھا؟ کن اصول ترقی پر انکی نظر تھی؟ فروغ و عروج قومیت کے لیے کن اصولوں پر وہ ہندوستان کو چلانا چاہتے تھے۔ ان امور کے متعلق ان کی تمام تصنیف لیکچروں تقریروں اور مضمونوں سے ان کے وہ سارے اقوال اور اصول جو ملکی و قومی باہمی اتحاد و اخلاقی۔ تمدنی و معاشرتی علمی و ادبی تعلیم و دینیات اخلاقی تحریک وغیرہ کے متعلق تھے انتخاب کر کے اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔ از سر تا پا حب وطن جذبات کامیابی و ترقی کے اصولوں سے لبریز ہے۔ قیمت ایک روپیہ علاوہ

یہ کتاب بتیں سکھائیگی کہ قوت کی تلاش کس طرح ہو اور دنیا بنانے کے لیے اپنی ہستی کو قربان کر دینا ہمارا فرض ہے۔ یہ سکھلاتی ہے کہ آزادی اور اس کی تعمیر [illegible] کس طرح آزادی قائم کی جا سکتی ہے [illegible] کیا تمہیں معلوم کرنی ہے کہ سرسید نے زمانہ میں [illegible] اب [illegible] ضرور ان کے لیے [illegible] دنیا ایک [illegible] اور ساتھ ہی [illegible] انشاپرداز مصنف [illegible] دلچسپی رکھنے والے اصحاب [illegible] قوم و ملک [illegible] جوانوں۔ بوڑھوں کے لیے حقیقی رہنما اور معلم۔ اتنی ضخیم کتاب نفیس کاغذ پر نہایت خوشخط چھپی ہوئی ہے علاوہ محصولڈاک

ہم خرما و ہم ثواب

اس کتاب کو جناب مولوی ضیاء الحق صاحب سابق ایڈیٹر پیشوا نے صدر دفتر انجمن اعانت نظربندان میں اس غرض سے دیا ہے کہ اسکو فروخت کر کے ۸ فی کتاب اعانت نظربندان کے سرمایہ میں داخل کیا جائے

تاج الدین سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر انجمن اعانت نظربندان اسلام دہلی

مجموعہ کلام جوہر

رئیس الاحرار مولوی محمد علی بی۔ اے (آکسن)

ایڈیٹر کامریڈ و ہمدرد

اس مجموعہ میں رئیس الاحرار مولوی محمد علی صاحب کا تمام وہ کلام جمع کیا گیا ہے جو جناب ممدوح نے اپنی نظربندی کے زمانہ میں لکھا۔ اور ہندوستان کے تمام اخبارات میں شائع ہو کر مقبول ہوا۔

کتاب کے شروع میں محمد علی صاحب کی عکسی تصویر بھی عمدہ آرٹ کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔ اس کلام کی نسبت اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ اس شخص کے خیالات کا مجموعہ ہے جو اپنی اصابت رائے، قوت فکر، قابلیت، وسعت معلومات کے لحاظ سے نہ صرف ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کا مسلم لیڈر ہے بلکہ ہندوستان کی دیگر اقوام بھی اسے خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔

چونکہ اس مجموعہ کی اشاعت کا منشا مولوی محمد علی صاحب کے اعلیٰ خیالات سے عامۂ مسلمین کو آگاہ کرنا منظور ہے اسلئے کتاب کی قیمت صرف ۲ رکھی گئی ہے علاوہ محصول۔

کتابت، طباعت، کاغذ اعلیٰ قسم کا ہے۔ کتاب ملنے کا پتہ:۔

تاج الدین سپرنٹنڈنٹ دفتر انجمن اعانت نظر بندان اسلام فتحپوری دہلی

ضمیمہ رسالہ ہدیٰ

ھو الکل   یا معین

کتاب

مرشد

حلقۂ اول

تلقین تندرستی

پہلی فصل

شرمناک امراض

جسمیں فرزندان ہندوستان کو عالمگیر تباہی سے بچانیکے لیے مشائخ صوفیہ کے فرائض بتائے گئے ہیں

مصنفہ حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

شائع کنندہ خاکسار سید محمد صادق کارکن حلقۃ المشائخ عرب سرائے دہلی

بماہ رجب سنہ ۱۳۳۵ ہجری النبوی مطابق مئی سنہ ۱۹۱۷ء

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں باہتمام ٹھاکر داس اینڈ سنز چھپا

جب ... پڑھ ... لرائیں کتاب ... پہنچ جائیں تو ... نسخہ اپنے کسی دوست کو دے دیں

۷۸۶

انسان مرکبِ نسیان

ہے۔ وہ اکثر ضروری باتوں کو بھول جاتا ہی۔ آپ اسکا خیال رکھئے کہ جب یہ سال نظرسے گزرے اُسیوقت پیسے کا کارڈ منگا کر کتاب مرشد کی مستقل خریداری کی درخواست بھیجدیجئے۔ ورنہ پھر آپ بھول جائینگے۔ اور ایسی ضروری اور مفید کتاب کی مدد کا ثواب میسّر نہ آسکے گا۔ سال بھر میں دو روپے کچھ بات نہیں۔ آپ کو تین سَو ساٹھ دن میں صرف دو روپیے دینے ہونگے۔ اور اسکے عوض اٹھارہ جز یعنے ۲۸۸ صفحہ کی کتاب آپ کو ملجائے گی۔ اور محصول بھی آپ کو کچھ دینا نہ پڑے گا۔ خیال تو کیجئے اس زمانہ میں کاغذ کیسا مہنگا ہی۔ چھپائی کتنی گراں ہے۔ اس حالت میں اٹھارہ جزو کی کتاب بلا محصول دو روپے میں ملتی ہی۔ اور پھر کیسی کتاب؟ جو تصوف کی انسائیکلوپیڈیا یعنی مخزن تصوف ہی۔ جس سے تصوف کا ہر بھید سمجھ میں آجائے گا۔ ساری باریکیاں ہر پڑھنے والے کو معلوم ہو جائیں گی۔

یہ نمونہ آپ کو ملے تو خود پڑھیئے اور فوراً اپنے علم دوست احباب کو بھیجدیجئے تاکہ وہ بھی اسکے خریدار بنیں۔ اگر آپنے غفلت کی۔ اور دو مہینے میں دو ہزار خریدار اس کتاب کے مجکو نہ دیئے تو پھر شکایت نہ کیجئے گا۔ کیونکہ محنت کرکے لکھنا میرا کام ہے۔ روپیہ لگانا اور شائع کرنا جب ہی ہوگا کہ آپ لوگ اسکی مدد کریں۔ اگر ایک گھر میں چار آدمی ہیں تو چاروں کو الگ الگ اسکے پڑھنے اور خریدنے کی ضرورت ہی۔ جب وہ کھانا الگ الگ کھاتے ہیں تو یہ روحانی غذا بھی الگ الگ خریدیں۔ سب ملکر امداد نہ کرینگے تو اتنے بڑے کام کا پورا ہونا دشوار ہے۔ اسوقت میں چھ ہزار نمونے اس کتاب کے تقسیم کرتا ہوں جسمیں ایک بڑی رقم پر پانی پھرتا ہے۔ اسپر بھی آپنے غفلت کی تو خدا کے سامنے آپکو جواب دینا ہوگا۔ اور میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤنگا۔

حسن نظامی

بوئے   گل   یاسمین

دیباچہ

کتابِ مُرشد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدت ہوئی۔ رسالہ مُرشد کا اعلان کیا گیا تھا کہ مین اسکو ماہوار شائع کیا کرون گا جسکے ذریعہ مُرشد اور مُرشد یعنی پیرا ور مُرید کے فرائض۔ حالات اور اُن تمام امور کی اشاعت ہوگی جو اُن مانکے پیرون اور مُریدون کو جاننے .... واجب ہین۔ مگر چند شور۔ یون مین علم کو گرفتاری رہی وہ کسی سے پوشیدہ نہین۔ لہذا اس اعلان پر عمل نہ ہوسکا،

اب خیال آیا۔ زندگی کا کیا بھروسہ۔ اُن سانسون کی آمدورفت جبتک ہے تھوڑا بہت فرض اس عظیم ضرورت کی نسبت ادا کر دینا چاہیے لہذا آج اس موعودہ رسالہ کا پہلا حصہ شائع کیا جاتا ہے۔ یہ نمونہ ہے۔ اگر خلقت نے اسکو پسند کیا تو اس کے اگلے حصے بھی ماہوار شائع ہوتے رہینگے۔ ورنہ یہی پہلا ہے اور یہی آخری۔ اس پہلے حلقہ کی تلقین چار فصلون یعنی چھ جزمین پوری ہوگی، یہ رسالہ مرشد ماہوار پرچہ ہے مگر ایسا ماہوار نہین جو کسی خاص وقت کا پابند ہو، یہ درحقیقت ایک ضخیم کتاب کا ٹکڑا ہے ایک بڑی اور موٹی کتاب کا حصہ ہے جو ہر مہینہ فصل فصل کرکے شائع کی جائیگی بعض اوقات مہینہ مین دو فصلین بعض دفعہ دو تین چار مہینون مین کئی حصون کا مجموعہ غرض سال بھر مین بارہ ۱۲ فصلین خریداروں کے پاس پہونچ جائینگی۔ ہر حصہ یعنی فصل ڈیڑھ جز یعنی ۲۴ صفحہ سے کم نہ ہوگی اور کچھ بڑھ جایا کرے تو کچھ تعجب نہین،

کتاب مرشد یا رسالہ مرشد کے حصہ اول مین سوائے میرے اور کسی کا مضمون نہ ہوگا، اور سوائے درویشی و تصوف اور اُسکے متعلقات مضامین کے اور کسی قسم کا مضمون اس مین درج نہین کیا جائے گا، اور اس طرح چند سال کے بعد خدا نے چاہا تو مرشد بہت سی جلدونکی ایک ایسی کتاب ہوجائے گی، جو اس دور جدید مین صوفیانہ تاریخ۔ صوفیانہ ادب اور تمام اقسام صوفیانہ کا ایک کمل خزانہ سمجھی جائے۔ اور تصوف کی انسائکلوپیڈیا ثابت ہو،

کاغذ ایسا ہی ہوگا جیسا اس حصہ کا ہے اور لکھائی چھپائی بھی ایسی ہی اور قیمت صرف دو روپیہ سالانہ معہ محصول ڈاک تجویز کی گئی ہے۔ یہ رسالہ شائع کرکے مین دو مہینے راہ دیکھونگا۔ اگر اس عرصہ مین دو ہزار خریدارون کی پیشگی قیمت آگئی تو سلسل

پھر کاغذ خرید کر کام شروع کر دیا جائے گا۔ ورنہ سمجھ لیجیے گا کہ اسی ایک پرچہ پر میرے ارادہ کا خاتمہ ہوا اور پھر جن لوگوں کی سالانہ قیمتیں وصول ہونگی وہ اُن کو واپس کر دی جائیں گی ؛

پہلے حلقہ میں تندرستی کی چار فصلیں ہونگی۔ پہلی فصل شرمناک مرض کی تو یہی ہے جو اس پرچہ میں شائع کی جاتی ہے۔ دوسری فصل میں عورتوں کے اُن مخصوص امراض کا بیان ہوگا جنکے علاج کا تعلق فقرا سے زیادہ ہو۔ تیسری فصل میں بچوں کے اُن امراض کا بیان ہوگا جنکا معالجہ درویش لوگ کیا کرتے ہیں۔ چوتھی فصل میں ایک مجموعی ہدایت حفظ صحت کی غذا۔ پانی۔ لباس۔ مکان۔ وغیرہ کی نسبت لکھی جائیگی جس سے پیر و مرید دونوں کو یکساں فائدہ پہنچے ؛

دوسرا حلقہ من درستی کا ہوگا۔ جس میں عقائد صوفیہ کی علمی کیفیت اور تشریح ہوگی، اور تمام الجھی ہوئی باتوں کو عام فہم طریقہ سے لکھا جائے گا۔ اس کی بھی چار فصلیں ہونگی ؛

تیسرا حلقہ۔ اشغال و اعمال صوفیہ کرام کی نسبت ہوگا۔ جس میں چشتی قادری اور تمام مشہور سلسلوں کے اصول اذکار اشغال اور مخفی اعمال لکھے جائینگے اور ہندو فقرا کے اعمال کی حقیقت بھی بتائی جائے گی ؛

چوتھا حلقہ۔ مراسم اہل تصوف کا ہوگا جس میں دنیا بھر کے صوفیوں کی دلچسپ رسموں کو لکھا جائے گا ؛

پانچویں حلقہ میں تصوف و اہل تصوف کی تاریخ ہوگی ؛

چھٹے حلقہ میں تصوف و اہل تصوف کے نتائج دکھائے جائینگے کہ انھوں نے دنیا کی سیاست، معاشرت اور اخلاقی حالت پر کیا اثر کیا ؛

ساتویں حلقہ میں ہر سلسلہ کے پیشوائے اعظم کی مختصر مگر مکمل و مفید کیفیت زندگی ہوگی ؛

سر دست سات حلقوں کی تجویز ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ اور بڑھ جائیں، اور اس میں تو شک نہیں کہ بعض حلقوں کی فصلیں وسعت مضمون کے سبب چار تک محدود نہ رہ سکینگی اور بہر صورت ان کی تعداد بڑھ جائے گی۔ مجمل خاکہ میرے ذہن اور خیال کا ہے۔ اگر صوفیوں اور اُن کے دوستوں و معتقدوں کو اپنے طریقہ اور اپنے عقائد کا اس نئی روشنی میں قائم رکھنا منظور ہے تو کتاب مرشد کی تیاری میں مدد دیں، اسکے مستقل خریدار مہیا کرائیں۔ میں دماغی محنت کر سکتا ہوں، اپنا وقت دینے کو حاضر ہوں مگر اس عظیم الشان خدمت کیلئے روپے کی بھی ضرورت ہے اور اشاعت کی بھی، اور یہ دونوں اسی پر منحصر ہے کہ دو روپے سال دینے والے دو ہزار خریدار تیار ہو جائیں۔ اور یہ کتاب سب کی مشترکہ مدد سے پوری ہو ؛

حسن نظامی

یا معین　　　ھو الکل　　　۷۸۶

کتاب
مرشد
پہلا حلقہ
تلقین تن درستی
(فصل اول)
شرمناک مرض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذات معبود کی حمد - عبد محمودؐ کی نعت - آل و اصحابؓ کی تسلیم - بندگان خاص کی حرمت کے بعد نئی روشنی کے اندھیرے میں - یہ قلم مرشد ازل وابد کے فیضان کو حلقہ تحویر اور قرطاس ناسوت پر اس طرح گویا کرتا ہے،

وقت نہیں بدلا اس کی خواہشیں بدل گئیں - فطرت متغیر نہیں ہوئی اس کا طریقہ فہم تبدیل ہو گیا جسم وہی ہیں - ان میں جان ویسی ہی ہے اگرچہ ہم نے بود باش کی وضع اور رہنے سہنے کا ڈھنگ بدل لیا - اور جان کے خیال و جذبات کیف و حالات میں کچھ سے کچھ فرق ہو گیا -

پہلے دنیا کی ہر قوم میں جسم ماتحت تھا اور روح اعلیٰ - جسمانی و مادی ضرورتیں موخر تھیں اور دینی و روحانی کیفیات کا لحاظ مقدم - اب حالت برعکس ہے، نظام کائنات میں اس عکس سے کچھ خرابیاں لوگوں کو محسوس ہوتی ہیں، بالعموم کہتا ہے ہدایت کسی زمانہ میں نقائص نفسانی سے مرعوب نہیں ہوئی - پھر جنکے ذمہ خدا نے ہدایت کی ڈوری لگا دی ہے وہ تغیرات احوال طوارے سے ہمت کیوں ہاریں - یہ نقص اگر نقص ہو تو اقتضائے نیرنگی فطرت کا ہی جوہر زمانہ میں اپنا ہی ہے - اور جب کبھی ایسا وقت آیا خدا نے ہادیان صراط مستقیم کو بھی اسی نیرنگی کا ہم شکل گر گشتہ اور زیرکندہ لباس عطا فرمایا - لہٰذا اب بھی اس قانون فطرت پر عمل ہونا لازمی ہے جیسا دلبر ہے اسی بھیس کی ہدایت کرنی چاہیئے:

سب کچھ انسان ہے

ہر آدمی کا وجود تمام دنیا کا خلاصہ ہے بزرگوں نے انسان کو چھوٹی دنیا کہا ہے یعنی دنیا کی ہر چیز کا ماسا سی خاکی مگر متحرک صورت پر ہے پس جو کام شروع کیا جائے خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی اس کی منزل انسان ہی پر رکھی جائے گی:

تصوف کی جسٹر

ابھی سمجھا جا چکا ہے کہ تصوف کی تعریف ہزاروں طریق سے بیان ہوئی ہے مگر تمام بیانوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تصوف حیات دنیا اور حیات آخرت کا مشترک فیصل ہے۔ تصوف وہ فلسفہ عمل ہے جسکو موت حیات سے یکسان تعلق ہے اسواسطے تصوف کو دونوں معنوں میں برتنے کو قابل یکسان لازم ہے اور میں اسی مقصد کو سامنے رکھکر اہل تصوف کے لئے یہ کتاب لکھتا ہوں جس سے زیست دنیا اور نتیجہ آخرت کو فائدہ پہنچے مگر چونکہ مقدم عرفان نفس و عرفان جسم ہے۔ اس لئے پہلے جسمانی صحت کی ہدایت کو لکھا جاتا ہے پیر اور مرید دونوں پر اول جسم اور اس کی صحت کا خیال فرض ہے تن درست ہوگا تو من کی درستی بھی کامیاب ہوسکے گی ورنہ وہ ناقص ناکام ہے تو یہ بھی ادہوری و بے مراد رہیگی۔

صحت بدن کو عرفان حق سے بڑا تعلق ہے

بدن کی صحت اعتدال اعضائے جسم کو کہتے ہیں یعنی جس طرح قدرت نے جسم کی اندرونی اور بیرونی حالتوں کو بنایا ہے اگر وہ اپنے حال اعتدال پر رہیں تو صحت ہے ورنہ بیماری۔

اور صحت بدایں وجہ نعمت ہے کہ اسی پر دنیا کی معاش کے تمام فوائد منحصر ہیں اور آخرت کے کل نتائج کا دار مدار بھی اسی پر ہے تندرستی نہ ہو تو وہ انوار و کیفیات جو سلوک درویشی کا حاصل مقصد ہیں ناقص و ادہورے رہینگے تندرستی نہ ہو تو انسان دنیا کی ترقی مدارج میں بھی پیچھا رہیگا گویا صحت کے بغیر نہ خدا مل سکتا ہے نہ صنم دنیا کا وصال حاصل ہونا ممکن ہے۔

اصول حفظ صحت

جبکہ سمجھ لیا کہ بدن کی صحت پر دارین کی خوبیوں کا انحصار ہے تو اس کے اصول معلوم کرنے ضروری ہیں۔ اور وہ صرف یہ ہیں کہ فطرت منشائے قدرت کے خلاف بے اعتدالی نہ کی جائے پیدائش سے مرتے دم تک اعتدال کو ملحوظ رکھیں تو صحت کبھی خراب نہ ہو۔

اس کی ہدایت کس کے ذمہ ہے

اس کا جواب یہ دیا جائیگا کہ جو طبابت پیشہ ہیں۔ خواہ یونانی طبیب ہوں یا ہندی وید ہوں یا یورپی ڈاکٹر۔ مگر میں کہونگا کہ ہم ہندوستان میں اس کی سب سے بڑی ذمہ داری درویشوں اور فقیروں پر ہے خواہ وہ کسی عقیدہ اور مذہب کے ہوں کیونکہ وہی مرجع خلایق ہیں، اطبا کا ظاہر ہے زیادہ عوام کا میلان طبع ان کی جانب ہے پس اطبائے بدن کے مقدم اطبائے روح اس حفاظت بدنی کے ذمہ دار ہیں کہ وہ خلق خدا کی اصول صحت جسم میں بھی ایسی ہی رہبری کریں جیسی ان پر تلقین روحانیت فرض ہے۔ کیونکہ ان کے مقصود اصلی روحانیت کی ترقی کا مدار بھی جسمانی صحت پر ہے اور بغیر اجسام کی درستی کے اصلاح و درستی دشوار ہو جاتی ہے۔

تندرستی کی بنیاد

اصل میں تو بچہ کی پیدائش کے وقت سے رکھنی لازم ہے جس کی تدبیریں اگلی فصلوں میں بیان ہونگی مگر جس صحت کا تعلق اصول درویشی سے ہے وہ عہد شباب کی کیفیات ہیں اور ان کیفیات کا جوہر خون کی موج ہے۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے خون کی موج کا معروف و مشہور نام میں یہاں نہیں لکھونگا کہ تہذیب اس کے مانع ہے۔

ہندو فقرا کی تلقین تجرید

ہندو درویشوں نے اپنے شاگردوں کو چلوں پر مجبور رہنا لازم کر دیا ہے اسکی وجہ محض یہی ہے کہ وہ خون کی روح کو اشغال باطن اور ترقی روحانی کا سب سے بڑا مددگار تصور کرتے ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ انھوں نے یہ خیال فلسفہ زندگانی کے پورے مطالعہ کے بعد قائم کیا ہے ،،

مگر دائمی تجرید بھی فطرت کے اصول اعتدال کو توڑنے والی ہے اگو ہندو فقرا ایک معینہ مدت کے بعد مجبوری کو ختم کر دینے کے بھی قائل ہیں تاہم انھوں نے تھوڑی سی غلطی تجرید کے حکم عام میں کی ہے کیونکہ فطرت کے عطیہ کو بیجا خرچ کرنا بھی صحت کو مضر ہے اور بیجا روکنا بھی از حد ضرر رساں ثابت ہوتا ہے ،

بعض ہندو فقرا چرس یا اس قسم کی نشیلی چیزوں سے خون کی روح کو جلا دیتے ہیں تاکہ حیوانی و نفسانی جذبات ان کے سلوک روحانی میں حائل نہ ہوں مگر یہ بھی ان کی غلطی ہے کیونکہ اس میں ایک تو یہی نقص ہے جس کی بنا پر میں نے اوپر کچھ لکھا ہے یعنی خون کی روح پر مدار روحانیت ہے وہ جل جائے گی تو فروغ روحانیت کہاں سے ہوگا - اور دوسرے یہ کہ وہ لوگ فطرت الٰہی کے خلاف عمل کر کے حیات دنیا اور انجام آخرت کے گنہگار بھی ہوتے ہیں؛

مناسب اور سیدھا راستہ یہ ہے کہ خون کی روح کو زیادہ خرچ نہ کیا جائے اور جسقدر خرچ ہو وہ نیچر و فطرت کے مقررہ قواعد کے موافق ہو ،،

مسلمان فقرا کا فرض

یہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں و معتقدوں کی حفاظت ... جسم پر متوجہ رہیں اور اول اس کی احتیاط کرائیں - ان کا کوئی متوسل عہد جوانی میں خون کی روح فطرت کے خلاف خرچ نہ کرے - اور فطرت کے موافق خرچ کرنے میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھے ،،

ہندوستان میں روح و جسم کا خطرہ

اس کو تو سب مانتے ہیں کہ فلسفہ جدید کے اثر نے ہندوستان کی روحانیت اور عقاید دین کو خطرہ میں ڈالدیا ہے ، اور علما و فقرا کو اس کی حفاظت کرنی چاہیئے ، مگر اس طرف کسی کی توجہ نہیں ہے کہ ہندوستانیوں کے اجسام بھی خطرہ میں ہیں ، ان کی جسمانی حالت دن بدن کمزور ہوتی جاتی ہے ان کی نئی نسل جو تعلیم جدید میں مصروف ہے عام طور سے صحت کے عروج سے گر کر تنزل کی جانب جا رہی ہے ، آنکھیں ان کی کمزور - معدے ان کے خراب چہرے ان کے زرد جسم ان کے دبلے بلکہ لاغر ان کی تیلی ،،

جسمانی بنیاد کا تو یہ حال ہے مگر ملک کے لیڈروں اور رہنماؤں کو حکومت خود اختیاری اور سلف گورنمنٹ کا جنون ہے وہ رات دن سوراج حاصل کرنے کی فکر میں مصروف ہیں - ہتھیاروں کی آزادی مانگ رہے ہیں ، تعلیم کی ترقی سرکار سے طلب کرتے ہیں مگر اس کا خیال کوئی نہیں کرتا کہ ہندوستانی باعتبار صحت جسم تباہ ہوئے جاتے ہیں - جب جسم درست نہ ہوں گے - تندرستی ٹھیک نہ ہوگی تو ملکی عہدے کس کام آئینگے حکمرانی کا کیا خاک مزا آئے گا - در یہی نہیں بلکہ یہ نقص سب سے بڑا ہوگا کہ حکومت کمزور دل و دماغ کے لوگوں سے چل ہی نہ سکے گی اور الزام یہ لگایا جائے گا - کہ

ہندوستانیوں کو حکومت کرنی نہیں آتی "

طالب علم کمزور کیوں ہوتے ہیں

نئی تعلیم کے طالب علم عموماً کمزور نظر آتے ہیں۔ اکثر کی آنکھوں پر عینک پائی جاتی ہے اور اکثر کے چہرے بے رونق اور نہ چوڑے سینے اور جھکی ہوئی گردن ۔

آخر اس کا سبب کیا ہے حفظان صحت کی پابندی معمولی اسکولوں سے لیکر اعلیٰ کالجوں تک نہایت احتیاط سے کی جاتی اور کرائی جاتی ہے ان کی غذا کا سامان بھی اچھا مہیا کیا جاتا ہے وہ ورزش بھی کافی کرتے ہیں، کرکٹ۔ فٹبال ٹینس کے کھیلوں میں بھی مجبوراً ان کو شریک ہونا پڑتا ہے۔

پھر کیا وجہ ہے کہ ہندوستانی طالبعلموں کی ناتوانی غیر ہندوستانی طلباء کے مقابلہ میں بہت زیادہ محسوس ہوتی ہے بلکہ یورپین طلبا تو عموماً سب کے سب مضبوط اور طاقتور نظر آتے ہیں اور ہندوستانی طلبا اکثر کے کل لاغر و بیمار حفظ صحت دونوں کی یکساں ہے خوراک دونوں کی برابر ہے ورزش اور کھیل دونوں کے مساوی ہیں مگر جسمانی صحت کا نتیجہ دونوں کا ایسا الگ کہ ایک تندرستی کے آسمان پر ہے تو دوسرا بیماری کی زمین پر پڑا ایڑیاں رگڑتا ہے۔

اس حالت کی دو وجہ سمجھ میں آتی ہیں ایک تو یہ کہ ہندوستانی طلبا کی ابتدائی پرورش ناقص ہوتی ہے ماں باپ کی جہالت و ناداری کے سبب عہد طفلی میں پوری نگہداشت بچوں کی نہیں ہوتی۔ اور اول سے ہندوستانی بچوں کے جسم کمزور ہو جاتے ہیں اور اعضائے جسم کی نشو و نما نہیں ہونے پاتی ،

مگر اس میں ایک شبہ اور بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر صرف یہی وجہ خرابی صحت و کمزوری کی قرار دی جائے تو ہم کو اپنا گذشتہ زمانہ یاد آتا ہے آج سے پچاس برس پہلے ہم ہندوستانی موجودہ وقت سے زیادہ جاہل۔ وہمی اور پرورش اطفال کے اصول سے بے خبر تھے، مگر اس کے باوجود ہمارے نوجوان سب کے سب مضبوط اور توانا پائے جاتے تھے،

پنجاب کی جاہل اقوام جنمیں سکھ اور مسلمان شامل ہیں اب بھی عموماً اصول صحت سے بالکل بے خبر ہیں مگر ان جاہلوں کی جسمانی حالت تمام دنیا کی اقوام سے زیادہ اچھی ہے وہ خوب موٹے تازے ہیں ان کا قد بہت اونچا ہے ان کی گردنیں سیدھی ان کے سینے خوب چوڑے۔ انکی کلائیاں شیروں سے پنجہ کرنے والی ان کے کلے جبڑے پر رعب اور ہیبت دار انکے چہرے سرخ۔ انکی آنکھیں لال اور چمکیلی وہ عینک نہیں لگاتے وہ پژمردہ نہیں ہوتے ہر وقت ہشاش بشاش رہتے ہیں،

اور انہی جاہل سکھوں اور پنجابی مسلمانوں کے انگریزی تعلیم یافتہ بھائی ہیں، ان میں جسکو دیکھو گے نحیف و ناتوان و گرفتہ افسردہ ڈھال صورتیں نظر آئینگی لہذا ثابت ہوا کہ ان کمزوریوں کا سبب محض جہالت اور اصول صحت سے بے خبری نہیں بلکہ کچھ اور بھی ہے،

اور وہ یقیناً یہ ہے کہ ملک میں مفلسی زیادہ ہے اور گرانی مفلسی سے بڑھ کر ہے بچوں کو بھی اور کافی غذائیں نہیں ملتیں اور درسگاہوں میں محنت اتنی ہی لیجاتی ہے جو دولتمند ملکوں میں مروج ہے جب بچے ناتوان دماغی محنت کرینگے اور ان کو وہ غذا میسر نہ آئیگی جو اعضائے جسم کی تکان کا بدل ہو سکے تو لازمی طور سے بدن گھلنا شروع ہوگا اعضا کمزور ہونے لگیں گے

دوسری سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ان درسگاہوں کی صحبتیں اچھی نہیں ہوتیں۔ ابتدائی سکولوں ہی میں مذہبی اور اخلاقی تربیت نہ ہونے کے سبب بچے خراب ہونے لگتے ہیں، ان میں گندی ترغیب بعض بیہودہ ہم سبق لڑکوں یا نالائق معلموں کی ہم نشینی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ شروع میں ایک دو مثالیں خراب ہوتی ہیں پھر ان کا اثر طلبا کی سب جماعت میں پھیل جاتا ہے۔

جب وہ اونچے درجوں میں جاتے ہیں اور عمر ذرا بڑھتی ہے تو ان کی دو حالتیں ہو جاتی ہیں۔ ایک تو وہ جو بیباک اور دل چلے ہیں انکو اغلام کی تباہ کن عادت پڑ جاتی ہے دوسرے وہ جو شرمیلے اور کم سخن ہیں وہ ہاتھ کی غلط کاری میں پھنس جاتے ہیں۔

یہ دونوں عادتیں بڑے سے بڑے کالجوں میں کثرت سے مروج ہیں کیونکہ بورڈنگ (دار الاقامہ) میں نوجوانوں کی یکجائی ابتدائی خراب جذبات کو کھل کھیلنے کا خوب موقع دیتی ہے۔

اسکولوں اور کالجوں میں نگرانی اور حفاظت کا بظاہر بہت سخت انتظام ہوتا ہے دونوں کو دیکھ بھال رکھی جاتی ہے۔ مگر سب بیکار اور مہمل ثابت ہوتی ہے کیونکہ عموماً نگران کار خود انہی حالات میں ملوث ہوتے ہیں یا استادوں کی بے حرمتی کا رواج ان طلبا کو ڈرانے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

یہ دونوں حالتیں ہندوستانی طلبہ کو برباد کئے ڈالتی ہے اور کسی کو ادھر توجہ نہیں ہے، حالانکہ ہر دل اس کو سمجھتا ہے محسوس کرتا ہے۔ مگر شرم کے سبب کسی کو زبان پر یا قلم پر لانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ فری میسنوں کی طرح ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں۔ اور ہر شخص دوسرے شخص کی حالت کو آنکھوں ہی آنکھوں میں سمجھ لیتا ہے، لیکن منہ سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیڈران قوم یا تو ان خرابیوں کو کچھ اہم نہیں سمجھتے۔ یا وہ بھی لحاظ و غیرت کے خیال سے دب کر چپ رہ جاتے ہیں

اپنے ملک و قوم کی نسل کو بربادی سے بچانے میں مجھکو کچھ شرم نہیں آتی میں برسوں سے اس پر غور کر رہا ہوں اور یورپ جانے والے طلباء سے وہاں کے ان مخفی حالات کو پوچھا کرتا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ خرابیاں وہاں بھی ہیں یا نہیں۔ اور ہیں تو کس حد تک۔ اور نہیں ہیں تو اس کی وجہ کیا ہے۔ جو باوجود عام آزادی کے وہ قوم اس سے محفوظ ہے۔

صدہا سوال جواب اور متعدد حضرات سے دریافت کرنے کے بعد مجھکو اتنا تو معلوم ہوا کہ

شرمناک کام یورپ میں

بہت کم ہیں۔ اس کی وجہ وہ لوگ یہ بتاتے ہیں کہ وہاں عورتیں آزاد ہیں اور بہت آسانی سے مردوں کو میسر آ سکتی ہیں۔ اس لئے نوجوان طلبا خلاف فطرت حرکات میں مبتلا نہیں ہوتے؛

اس میں کچھ شک نہیں کہ حرامکاری اور عورتوں سے ناجائز تعلقات روحانی عروج کے برباد کنندہ ہیں۔ اور ان سے تمدنی خرابیاں اور باہمی فساد بھی پیدا ہوتے ہیں۔ مگر اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ خلاف فطرت گناہوں کے مقابلہ میں یہ فطرتی گناہ بہت بڑے نہیں ہیں۔ ہندوستان میں میں نے ہر شہر کے رنڈی باز لوگوں کو بہت توجہ اور غور سے مطالعہ کیا تو ان کو عموماً قوی اور تندرست پایا۔ سوائے بعض شاذ مثالوں کے کہ ان میں آتشک اور سوزاک کے کچھ بیمار ملے۔ مگر خلاف فطرت ہوس بازوں سے ان کی جسمانی صحت لاکھ درجے اچھی پائی گناہ دونوں ہیں۔ مگر ایک دنیا اور عاقبت دونوں کو تباہ کرتا ہے اور ایک صرف عاقبت کا عذاب دلواتا ہے، جسم کو بیکار نہیں کرتا ... تیسری خرابی یہ ہے کہ اسکولوں

اور کالجون کی کتابین باریک حرف مین چھپتی ہین۔ ان سے نگاہ بہت جلدی بگڑ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ طلبہ پر طاقت سے زیادہ پڑھائی کا بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ وہ راتون کو لیمپ کے سامنے بیٹھ کر پڑھتے ہین، رات کو پڑھنے کا تو کچھ حرج نہین مگر لیمپ کی تیز روشنی آنکھون کو خراب کر دیتی ہے حضرت اکبر آبادی اسی حالت کو شعر مین لکھتے ہین،،

حرف پڑھنا پڑا ہے ٹائپ کا ، پانی پینا پڑا ہے پائپ کا

پیٹ چلتا ہے ۔ آنکھ آئی ہے شاہ ایڈورڈ کی دہائی ہے

اس کا علاج پیرون کے ہاتھ مین

ہے۔ کیونکہ ہندوستان اس کو تو شاید قیامت تک گوارہ نہ کرے گا کہ یورپ کی طرح اس کی عورتین بھی آزاد ہون اور نوجوانون کو بیباکی سے میسر آئین پھر خلاف فطرت گناہون سے لڑکون کو کیونکر بچایا جائے گا علما و مشائخ اگر چاہین تو بآسانی یہ عیب ملک سے کم کر سکتے ہین،

لڑکون میں ان عادتون کا میلان بری صحبتون بری ترغیبوں اور برے خیالات سے پیدا ہوتا ہے۔ فحش ناول ان کو خراب کرتے ہین جنمین جذبات نفسانی کو بھڑکانے والے مضامین ہوتے ہین۔ اور جنکو پڑھ کر فطرت کے موافق موقع میسر نہ آنے کے سبب لڑکے خلاف فطرت کام کرنے لگتے ہیں لہذا ماں باپ کا فرض ہے کہ بچوں کو خالی وقت مین علما و مشائخ کی صحبت میں بھیجا کرین،

مگر اسکولون کالجون کے اوقات ایسے ہوتے ہین کہ طلبا کو فرصت ہی نہین ملتی۔ پھر وہ اچھی صحبتون مین کب اور کیونکر جائین، لہذا علما و مشائخ خود ان درسگاہون مین جاکر ان کے سامنے ان عادتون کی طبی اور روحانی خرابیان آٹھوین دن بیان کیا کرین محکمہ تعلیم سے اس کی باضابطہ اجازت حاصل کرنی چاہیئے،،

جیل خانوں مین قیدیوں کے آگے مذہبی وعظ کہے جانے مین تو جرائم کی اوسط کم ہوتی جاتی ہے، لڑکوں کے سامنے وعظ ہونگے تو اس سے زیادہ اچھا نتیجہ نکلے گا۔ کیونکہ ان مین قبولیت کا مادہ بڑی عمر والوں سے زیادہ ہوتا ہے،،

نیز علما اور پیروں کو چاہیئے کہ وہ لڑکوں کے ماں باپ کو بھی نصیحت کیا کرین اور ان کو بتائین کہ جب کوئی لڑکا کمزور ہونا شروع ہو تو وہ سمجھ لیں کہ اس کو کوئی بری عادت چمٹ گئی ہے، لہذا فوراً کوشش کی جائے کہ لڑکا اکیلا نہ سوئے کیونکہ تنہائی مین ان برے خیالات کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے، پاخانون اور غسل خانون میں جلی قلم سے یہ فقرے لکھکر لگا دئے جائین

تم ہندوستانی ہو نفس کے غلام نہ بنو ۔	ملک کو تمہاری طاقت درکار ہے
تم مسلمان ہو عاقبت کے عذاب سے ڈرو	فرشتے تم کو دیکھ رہے ہین ۔
عورت کے کام کے نہ رہوگے اگر یہ کام کیا۔	بہادر خواہش کو دبا لیتا ہے ۔
تمہارے بڑے یہ کام نہ کرتے تھے ۔	تمہارا چہرہ زرد ہو کر بھیانک ہو جائیگا ۔
تمہین بڑا آدمی بننا ہے یہ عادت چھوٹا کر دے گی۔	خدا سے کوئی حرکت پوشیدہ نہین۔

تمہاری قوم نے اپنے ہاتھ سے اپنی قوت کبھی ضائع نہین کی۔ خدا ناراض ہو جائے گا۔

غرض اس قسم کے اور بہت سے بیہودہ الفاظ ہو سکتے ہیں جنکو لڑکوں کی نشست خانوں اور خصوصاً پاخانوں وغیرہ میں لکھا جانا چاہیئے کیونکہ یہی مقامات اس کے اظہار کرنے کے موقعے ہیں ۔۔

اس لئے فقط اگر ماں باپ کو اولاد کی محبت ہے ۔ اور وہ اس کی تندرستی ۔ چاہتے ہیں ۔ تو لحاظ رکھیں اور اولاد کو ان بُری عادتوں کے نقصانات بتائیں ۔ اگر وہ نہ سمجھیں تو علماء و مشائخ کے پاس بھیجیں ۔ اور علماء و مشائخ کو چاہئے کہ صاف صاف اُن کے سامنے اُن عادتوں کی خرابیاں بیان کریں ۔۔

عادت بُری بلا ہے

بُرے کام کی ہر عادت جب چھٹ جاتی ہے تو آسانی سے دور نہیں ہوتی ۔ مجھے بیسیوں مثالیں معلوم ہیں کہ جب میں نے کسی کو نصیحت کی تو اس نے عہد کر لیا کہ آئندہ یہ حرکت نہ کرونگا ۔ مگر غلبۂ شہوانی کے وقت عہد پر قائم نہ رہ سکا اور ٹوٹ گیا ۔ بعض لڑکوں نے بہت قسمیں اُٹھائیں مگر پھر وہ نادم ہو کر آئے کہ ان سے قسم کی پابندی نہ ہو سکی ۔۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مردی کی قوت ضائع ہونے ہوتے انسان کا ارادہ بھی کمزور ہو جاتا ہے اور پھر اس میں ہمت و استقلال نہیں رہتا جو عہد اور قسم کی پابندی کر سکے ۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ابتدا سے نصیحت شروع کی جائے ۔ یعنی ہر لڑکے کے سامنے شروع سے ان عادتوں کو بُرا کہنا چاہئے ۔ اور عہد لینا لازم ہے تاکہ وہ اپنی جسمانی قوت سے ارادہ کا پکا ثابت ہو سکے ۔۔

اور عادی لڑکوں کا علاج یہ ہے کہ انکو تنہائی کا موقع نہ دیا جائے ۔ اور بالغ ہو تو فوراً اُن کی شادی کر دینی چاہئے ۔ ایسی دوائیں کھلائی جائیں جو جذبات نفسانی کو (عارضی طور سے) مدہم کرنے والی ہوں اور سب سے بڑا علاج یہ عادت ترک کرنے کا روزہ ہے ۔ پیروں کو لازم ہے کہ وہ ایسے لڑکوں اور اُن کے ماں باپ کو مجبور کریں اور روزے رکھوائیں ۔ روزہ سے صبر و استقلال کی عادت پڑ جائے گی ۔ میں نے خود دیکھا اس علاج کو تیر بہدف پایا اور اپنے تجربہ کی بنا پر اسکو پیش کرتا ہوں ۔۔

پیروں کی عشق بازی

اقدامِ غلط کاری کی اشاعت عام میں کچھ دخل پیروں کی عشق بازی کو بھی ہے ۔ اکثر مشائخ طریقت حقیقت و مجاز کی آڑ میں عشق کا دم بھرتے ہیں ۔ اور بزرگان متقدمین کے تذکرے اس کا ثبوت لاتے ہیں ۔۔

میں عشق کی مخالفت نہیں کر سکتا ۔ وہ بالکل سچی حالت ہے وہ ہر وجود محسوس کی بنیاد ہے اس کے بغیر مقامات باطنی کا حصول ناممکن و محال ہے ۔

میں اسکو تسلیم کرتا ہوں کہ بزرگان قدیم کے عشقیہ تذکرے کتابوں میں موجود ہیں ، یہاں تک کہ ان سے معشوقوں کے نام تک لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں ۔۔

پھر جو میں پیروں کے عشق کی مخالفت کروں تو گویا تصوف کی بنیادی اینٹ کا کھودنا ہوگا ۔ مگر میرا مقصد جائز و ناجائز امتیاز قائم کرنے سے ہے ۔ میں عشق اعلیٰ کو عشق خار گندم سے جدا کرنا چاہتا ہوں میرا مطلب کیمیا کو مرتبہ سے ان اجزا کو دور کرنا ہے جو عوام میں آکر ترغیب شیطانی بن جاتے ہیں ۔۔

مشائخ قدیم کی عشق بازیاں اس زمانہ میں تھیں جبکہ حکومت اسلامی تھی، اور وہ ناجائز حالات کو بزور تیغ روک سکتی تھی، اس واسطے بزرگوں سے جائز عشق عوام کو ناجائز عشق میں مبتلا نہ کر سکتے تھے۔ اب آزادی کی حکومت میں۔ خلقت پیروں کو عشق امرد میں مبتلا دیکھے گی تو وہ بے غیرت ہو کر کھلم کھلا ناجائز افعال کرنے لگے گی، کیونکہ عوام کسی زمانہ میں بھی رموز و نکات کو سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے تھے، تیغ ان کو دبائے رکھتا ہے وہ نہ ہو تو ان کو ذرا سا بہانہ بگڑ جانے کو کافی ہوتا ہے۔ اس لیے وقت میں وہ پیر بڑی غلطی کرتے ہیں جو کھلم کھلا اپنے عشق کی آزادیاں خلقت کے سامنے لاتے ہیں، اگر ان میں کوئی کیفیت حقیقت کا ہو تو بغرض سترعوام کی خاطر اس کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ ورنہ خلقت ان کی سند لیگی، اور آزادی کے ساتھ ہوس رانیاں کر کے تباہ ہو جاوے گی۔

یونی ورسٹیوں سے مطالبہ

جب قوم اور ملک کے دنیاوی لیڈروں کو اس پر توجہ نہیں ہے، کہ وہ ملک کی نسل کو شرمناک امراض کی تباہی سے بچائیں تو مشائخ و علمائے دین کا فرض ہے کہ وہ اس کے لئے کوشش کریں کیونکہ مخلوق الٰہی کی حفاظت ظاہری و باطنی کی ذمہ داری ان پر سب سے زیادہ ہے۔

فقراء کو چاہیے کہ وہ یونی ورسٹیوں سے مطالبہ کریں کہ جہاں اسکولوں اور کالجوں کے ہزاروں خرچ ہیں۔ وہاں طبی نگرانی کا خرچ بھی بڑھانا ضروری ہے۔ ہر اسکول اور کالج میں تیسرے مہینے ایک ڈاکٹر اور ایک یونانی طبیب کا دورہ ہوا کرے جو طلبہ کی تندرستی کا امتحان لے اور دیکھے کہ ان میں کوئی بیماری تو نہیں ہے۔ خصوصاً شرمناک امراض کا بہت توجہ سے خیال کیا جائے جن لڑکے میں اس کی علامتیں پائی جائیں اس کا معالجہ کرنا چاہیے، اور مناسب طریقوں سے حفظ صحت اور ان بری عادتوں سے بچنے کی ہدایت کی جائے۔

یہ کتاب لکھتے وقت مجھے اطلاع ملی کہ صوبہ بمبئی کی یونی ورسٹی نے اس ضرورت پر تھوڑا عمل کر دیا ہے۔ وہاں تمام اسکولوں اور کالجوں میں طبی نگرانی باضابطہ کرائی جاتی ہے مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ آیا نگرانی میں ان شرمناک حالات کی دیکھ بھال بھی شامل ہے یا نہیں اگر یہ نہ ہو تو ان فقراء کو جو صوبہ بمبئی میں رہتے ہیں یونی ورسٹی پر زور ڈالنا چاہیے تاکہ یہ طبی محکمہ ان مخصوص حالات کی زیادہ توجہ سے دیکھ بھال رکھے۔

ہندوستان بہت بڑا ملک ہے اس کے بہت سے صوبے ہیں، اور ہر صوبہ کی علیحدہ یونی ورسٹیاں ہیں، صرف ایک صوبہ بمبئی نے اگر طبی محکمہ قایم کر دیا اور تعلیم پانے والوں کی صحت کو بچانے کی کوشش کی تو باقی صوبوں کو اس سے فائدہ نہیں پہونچ سکتا جب تک کہ ہر صوبہ میں اس کا علیحدہ اور مخصوص انتظام قائم نہ ہو۔ یہ ملک کا اور اس کے فرزندوں کا ضروری حق ہے۔ جس کا مطالبہ یونی ورسٹی سے شدت گرم سنجیدگی و شائستگی کے ساتھ کرنا چاہیے۔

انگلستان سے مسٹر اسٹیڈ کا مطالبہ

کچھ عرصہ کا ذکر ہے انگلستان کے مشہور لائق اخبار نویس مسٹر اسٹیڈ ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریویوز نے اپنے ملک سے ایک بہت بڑا مطالبہ کیا تھا۔ اور وہ ایسا مطالبہ تھا کہ اگر وہ پورا کیا جاتا تو نسل آدم کو بے مثل فائدہ پہنچتا۔ اور معاشرت

کی بے نظیر اصلاح ہوتی اور ہزاروں گھروں کی تکلیفیں اور رنجشیں دور ہو جاتیں۔ مگر افسوس کہ بچارے سر اسٹیڈ ناگہانی اجل کا شکار ہو گئے یعنی ٹائٹانک جہاز میں ڈوب کر مر گئے، اگر وہ جیتے رہتے تو ان کی عظیم شخصیت اور موثر تحریر انگلستان کی خرابیوں کو بہت کچھ دور کر دیتی ان کی انگلستان سے یہ درخواست تھی کہ آئندہ شادیاں بغیر طبی معائنہ کے نہ ہوا کریں یعنی ایسا قانون بننا چاہیئے کہ شادی سے پہلے عورت مرد کا طبی معائنہ کرایا جائے اگر دونوں میں سے کسی ایک میں کوئی جنسی نقص یا جسمی بیماری ہو تو شادی ہرگز نہ کی جائے، کیونکہ بعض امراض ایسے متعدی ہوتے ہیں جن کا زہر نسلوں تک باقی رہتا ہے، یا مرد کے نقص سے عورت کے حقوق پورے نہیں ہوتے اور گھر دوزخ بن جاتا ہے یا عورت کے نقص سے اولاد نہیں ہوتی جس سے طرح طرح کے خلجان نمودار ہوتے ہیں،،

انگلستان نہیں تو ہندوستان

میں اس تجویز کا مطالبہ سرکار سے ہونا چاہیئے، یہ تجویز اگرچہ عمل درآمد کی بے شمار دشواریوں میں اسیر نظر آتی ہے مگر حق یہ ہے کہ اولاد آدم کے لئے خدا کی رحمت سے کم نہیں، اس سے بے حد روحانی، جسمانی، تمدنی، اقتصادی فائدے انسان کو پہنچیں گے میں جانتا ہوں۔ ہندوستان کے سب مشائخ و فقرا بھی جانتے ہیں، اور تمام ولایتی اور دیسی طبیب جو اس ملک میں علاج معالجے کرتے ہیں۔ وہ بھی واقف ہیں کہ یہاں طبی معائنہ کے بغیر شادیاں کرنے میں کیا کچھ خرابیاں پڑتی ہیں، اور کتنی تکلیف دہ اور ہلاکت بخش باتیں پیش آتی ہیں،،

ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس تو ان پیچیدگیوں کی اطلاعیں بہت کم آتی ہوں گی۔ فقراء اور درویشوں کے پاس تو رات دن دعا تعویذ مانگنے والے آتے ہیں اور ان سے اپنی مخفی ناگفتہ کیفیات کہتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی خانگی حالتوں میں ایک ہولناک اضطراب برپا ہے، ہندوستان کے گھر جہنم کا نمونہ بنے ہوئے ہیں، اس ملک کی بے شمار جانیں شرمناک اور پوشیدہ بیماریوں کی وجہ سے خودکشی کا شکار ہوتی ہیں،،

یہاں ہزاروں لاکھوں بے زبان اور شرم و حیا کی پتلیاں، عورتیں ناقص مردوں کی بدولت سونی سیجوں پہ آہ کے نعرے مارتی ہیں۔ اور خاندانی عزت اور آبرو کی خاطر منہ سے کچھ نہیں کہہ سکتیں، یہی وہ ملک ہے جس میں ناکارہ لوگوں سے آنکھیں بند کر کے لڑکیوں کی شادیاں کر دی جاتی ہیں اور ایک معصوم جماعت کی ساری زندگی موت کے حوالے ہو جاتی ہے، خودکشیاں یہاں ہوتی ہیں تو اسی غلطی کے سبب کہ شادی سے پہلے طبی معائنہ نہیں کرایا جاتا۔ مقدمہ بازیاں خلقت کو تباہ کرتی ہیں تو اس کے طفیل کہ شادی کے بعد مرد کی خرابی عورت کو بد دل کرتی ہے۔ نا اتفاقی پیدا ہوتی ہے فساد کھڑے ہوتے ہیں اور آخرکار عدالت کے دروازے کھٹکھٹائے جاتے ہیں،،

کمزور اولاد کے یہی اسباب ہیں۔ آتشک اور سوزاک اور ان کی متعلقات بیماریاں نسل در نسل انہی اسباب سے منتقل ہوتی ہیں،،

اگر ہندوستان میں شادیاں طبی معائنہ کے بعد کرائی جائیں، تو ہر فتنہ کا ہر جرم کا، ہر بے قراری و مایوسی کا دروازہ بند ہو جائے،،

اخبار والون کا فرض ہے

کہ وہ اس پر زور دار مضامین لکھیں، کونسل کے ممبروں کا فرض ہے کہ وہ گورنمنٹ کو اس پر توجہ دلائیں مسلم لیگ اور کانگرس کے رہنماؤں کا فرض ہے کہ اس تجویز کی تائید میں ریزولیشن پاس کریں، اور جلدی ایسی صورت نکالیں کہ ملک کی نسل تباہی اور خوفناک بربادی سے آزاد ہو،،

اگرچہ میری کتاب "مرشد" کی بفصل بعض فقرا اور ان کے متوسلین کے لئے زیادہ یادداشت اور ہادی شاہ راہ عمل ہے۔ مگر محض ایک جماعت یا گروہ کے مطالبہ سے حکومت کی سرکار خیال نہیں کرے گی۔ اس پر ایک مجموعی آواز بلند ہونی چاہئے، اور عام جدوجہد سے شادیوں کا قانون بنوانا لازم ہے، تاکہ آئندہ شادیاں بغیر طبی تصدیق کے نہ ہو سکیں، اور ملک ہلاک کنندہ مخفی بیماریوں سے نجات پائے،،

پرنسپلوں اور ہیڈماسٹروں کی توجہ

اپنے اپنے کالجوں اور اسکولوں میں ہونی چاہئے، جہاں وہ اور ہر قسم کی انتظامی دیکھ بھال کرتے ہیں، تو طلبہ کی صحت اور شرمناک امراض کی حفاظت کا بھی خیال رکھا کریں، کیونکہ یونیورسٹیوں کی جانب سے بھی نگرانی کا مقرر ہونے میں دیر لگنی ضروری ہے۔ جیسا کہ بعض اوقات فضول مشوروں میں بہت سا عزیز وقت صرف ہوا کرتا ہے، جب تک کہ یونیورسٹیاں ادھر توجہ کریں، پرنسپل اور ہیڈماسٹروں کو اپنے فرض کی ادائیگی شروع کر دینی چاہئے، بورڈنگ ہوسوں کے منتظموں کو حکم دئے جائیں کہ وہ مشتبہ حالات کے طلبہ کی بہت گہرائی سے نگرانی کریں،،

مشتبہ لڑکوں کی شناخت

کچھ بہت مشکل نہیں ہے جنکو استفادے سے سابقہ پڑتا ہے وہ ایک نظر میں معلوم کر لیتے ہیں، کہ یہ لڑکا کس چال چلن کا ہے تاہم میں بھی چند معمولی موٹی باتیں لکھ دیتا ہوں جن سے شناخت میں مدد ملے گی،،

جو لڑکے ہاتھ کی غلط کاریوں میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کے چہروں پر بے رونقی سی ہوتی ہے، ان کی کنپٹیاں دھس جاتی ہیں، اور ہڈیاں اوپر کو ابھری نظر آتی ہیں، بعض کے کلون یعنی رخساروں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں، یہ حالتیں جریان کے مریضوں کی بھی ہوتی ہیں، غلط کار لڑکوں کی مخصوص علامتیں یہ ہیں، کہ ان کی آنکھوں میں حلقے پڑ جاتے ہیں اور حلقہ کی گہرائی میں ایک کالی سی لکیر نظر آتی ہے بلکہ دور سے وہ حلقہ ہی کالا معلوم ہوتا ہے، لڑکے کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی معلوم ہوتی ہیں، وہ آنکھ سے آنکھ ملا کر بہت کم بات کر سکتا ہے، اس کے منہ پر ندامت اور شرمساری کے سے جذبات ہوتے ہیں، بات کرتے وقت جرأت اور بے باکی الفاظ میں نہیں ہوتی، وہ ہر گفتگو میں گھبرایا ہوا سا معلوم ہوتا ہے، اس کی آنکھوں کی پتلی پھیل جاتی ہیں، وہ خاموشی اور خلوت کو زیادہ پسند کرتا ہے، ملنے جلنے اور مجمعوں میں جانے سے اس کو نفرت ہوتی ہے،،

اگر اس کی ہتھیلیاں ناک پر رکھ کر سونگھو تو ان میں بساندی آتی ہے۔ غلط کار لڑکے کی کھوپڑی گدی کی طرف سے چھوٹی اور اوپر کو ابھری ہوئی معلوم ہونے لگتی ہے، اس کی گردن میں خم پڑ جاتا ہے، اور گردن کے پٹھے

جیسے ہو جاتے ہیں۔ اس کی کمر میں اکثر درد رہتا ہے، وہ دیر تک سیدھا بیٹھ کر کام نہیں کرسکتا، کمر جھک جاتی ہے۔
اسکو اکثر بدہضمی کی شکایت ہوتی ہے، اسکو نیند بھی صاف اور بے خبری کی نہیں آتی، اس کا جگر بگڑ جاتا ہے،
اس کا دل کمزور ہو جاتا ہے، اس کے حافظہ میں کمزوری ہو جاتی ہے، کسی اتفاقی اور ناگہانی حادثہ کو دیکھکر یا سنکر
اختلاج قلب ہونے لگتا ہے ذرا سے دھڑکے سے دھماکوں سے کمر ٹوٹنے لگتی ہے۔

اسی کے قریب ان لڑکوں کی کیفیت بھی ہوتی ہے جنکو اغلام کی ترکیب عادت پڑجاتی ہے، جو لڑکے یہ حرکت
کرتے ہیں، وہ چند روز میں خود بالکل بیکار ہو جاتے ہیں۔ آخر میں ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ بیٹے کا خیال کرنے یا
صرف ہاتھ لگانے سے ان کی قوت خارج ہو جاتی ہے، اور پھر وہ عورت کے کام کے نہیں رہتے۔

جن لڑکوں کو یہ حرکت کرانے کی عادت ہے وہ بھی طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں، بالخصوص ان کو بواسیر
ہو جاتی ہے یا آنتوں میں خارش کا مرض ہو جاتا ہے، ان کو عموماً بدہضمی کی شکایت زیادہ ہوتی ہے اور وہ بھی
آنکھ ملاکر بات نہیں کرسکتے، ان کی شرافت کا حس مٹ جاتا ہے، وہ کسی سے غیرت نہیں کرتے، ذلت کے کام سے نہیں شرماتے
بلکہ ذلت کو ذلت سمجھتے بھی نہیں۔

شریف گھرانوں کے لڑکے

جنکی شکلیں صورتیں اچھی ہوتی ہیں عموماً ان خلفشوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ والدین دیکھتے ہیں کہ ان کا لڑکا عورتوں
کی طرح بناؤ سنگار کرتا ہے بالوں کو بناتا ہے، سرمہ لگاتا ہے، مشتبہ چال چلن کے لوگوں سے دوستی پیدا کرتا
ہے مگر وہ کچھ پروا نہیں کرتے، اگر وہ ابتدا سے روکیں تو لڑکے خراب نہ ہونے پائیں، ان کی روک ٹوک جب ہوتی ہے کہ
لڑکے کی خصلت خراب ہو کر ہاتھوں سے نکل جاتی ہے، اور لڑکا آزاد ہو کر والدین کے قابو کا نہیں رہتا۔

مشائخ کو چاہیے کہ وہ اپنے مریدوں کے لڑکوں کی ابتدائی نگہداشت کا خیال رکھیں۔ اسکول کی بری صحبت میں
اول دن سے نہ جانے دیں یعنی تمہید سے اس کا خیال رکھا جائے کہ لڑکا خراب صحبت کے آدمیوں میں نہ بیٹھے جوانی کے
نوخیزگی کے زمانہ میں لڑکے کا سر منڈوا دینا چاہیے اس کو بال رکھنے کی اجازت بالکل نہ دی جائے، لباس بھی مکلف نہ پہنایا
جائے، صاف ستھرے ہوں مگر دیدہ زیب ہرگز نہ ہوں، ایسے اوقات مقرر کئے جائیں کہ لڑکا مدرسے سے سیدھا گھر چلا آئے
ایسا نہ ہو کہ کہیں گھومے، ورنہ ماں باپ سر پر ہاتھ رکھکر پیٹینگے اور ان کی عزت و شرافت خاک میں ملجائے گی

یہی وہ لڑکے ہیں جو انجام کار روز بنکے بدمعاش، شرابی، جوئے باز، جیب کترے، ڈاکو، اور چور بنجاتے ہیں، کیونکہ
کم سنی کے زمانہ میں آوارہ لوگ ان کی ناز برداریاں کرتے ہیں، بازاری عورتوں کی مثل ان کے تمام اخراجات اٹھاتے
ہیں اور جب ان کے منہ پر داڑھی مونچھ نکل آتی ہے تو کوئی پرسان حال نہیں ہوتا اور یہ لڑکے خرچ سے تنگ ہو کر چوری
اور ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کرتے ہیں۔ بڑے بڑے عزت دار اور نامی گھرانوں کی سینکڑوں مثالیں دیکھنے میں
آئی ہیں کہ لڑکوں نے باپ دادا کا نام، اور دولت و حشمت تباہ کردی۔ اور آخر کو جرائم پیشہ فرقے
میں شامل ہو گئے۔

حاذق ڈاکٹروں اور حکیموں کا اس پر اتفاق ہے کہ نہ کھانے یا کم کھانے سے بہتر مسدہ دوا اور کوئی علاج نہیں ہے ،،

نادانوں کو بتاؤ اور سمجھاؤ

کہ مذکورہ بالا غلط کاریوں سے مردمی کا ستیاناس کیوں ہوجاتا ہے ، وہ اس کی عقلی وجہ جان لینگے تو شاید ان کو اس کا خیال پیدا ہو اور اس عادت سے باز رہیں ،،

اگرچہ شائستگی اور تہذیب اس بیان کی تشریح سے مانع ہے لیکن نوجوانان ملک کی صحت وجان کی خاطر میں بے شرم بنکر ذرا وضاحت سے اسکو لکھتا ہوں - مشائخ خلوت میں سمجھا دیا کریں ،،

قدرت نے عورت کے پوشیدہ عضو میں ایک ایسی رطوبت رکھی ہے جو مرد کے مخفی عضو کی صحت اعصاب کو مفید ہے اور یہی وجہ ہے کہ عورت سے معروف ہونے والے جوان تندرست رہتے ہیں ، اور خلاف فطرت حرکات سے مرد زندہ در گور ،

ان نوجوانوں کے اول تو اولاد ہوتی نہیں کیونکہ مادہ تولید باقی نہیں رہتا - اور ہوتی ہے تو ایسی ناتوان اور کمزور ہوتی ہے نہ ہونا برابر ہے - ہر وقت ڈاکٹر حکیم گھر میں موجود رکھنا پڑتا ہے ،،

بچپن میں یہ باتیں کہی جائیں ، وہ صاف صاف کہی جائیں تو بہت فائدہ ہو اور لڑکے ایک حد تک ان بلاؤں سے محفوظ رہیں بعض ڈاکٹروں نے یہ عادت چھڑانے کے واسطے یہ لکھا ہے کہ ٹنکچر آیوڈین ، عضو مخصوص پر لگانا چاہئے تاکہ اس کی تکلیف میں اس حرکت سے نفرت ہوجائے - مگر میں اس نسخہ کو کچھ زیادہ مفید نہیں سمجھتا کیونکہ اس میں تکلیف بھی ہے اور فائدہ دیر پا نہیں جب اس کی تکلیف کم ہوگی پھر نفس بہکائیگا ، بہتر علاج تو روزہ ہے اور ایسی دواؤں کا استعمال جو شہوانی خواہش کو مدہم کردیں میں نے ایک ایسی دوا بنائی ہے جو عارضی طور سے خواہش کو مدہم کرتی ہے اور خیالات فاسد کے جوش کو روکتی ہے - اس میں یہ اثر نہیں ہے کہ قوت مردمی کو بیکار کردے بلکہ کچھ دن کے لئے نفس کی تحریک خاموش ہوجاتی ہے ، اور یہی تحریک وہ موذی بلا ہے جس کی بدولت ان خرابیوں میں آلودگی ہوا کرتی ہے ، میری دوا بالکل بے ضرر ہے ہر مزاج کے موافق آتی ہے ،،

اشتہاری علاج

میں نے اپنی دوا کا ذکر کیا تو اشتہاری دواؤں کا خیال آگیا ، جن کا آج کل بہت چرچا ہے ، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جو آجکل بہت بدنام ہیں -

اشتہاری علاج کی ابتدا جہانتک مجکو معلوم ہے ، پنجاب سے ہوئی ہے وہاں کے فطرت شناس اور موقع پہچاننے والے لوگوں نے اول یہ رسم ایجاد کی تھی - ان میں بعض اشتہاری یافتہ طبیب تھے ، اسواسطے ان کا کام چل گیا اور انھوں نے اس سے لاکھوں روپئے کمائے کیونکہ اس میں بہت آسانی تھی نوجوان لوگ شرم کے مارے زبانی کسی حکیم ڈاکٹر سے اپنی حالت بیان نہیں کرسکتے تھے ، انھوں نے اشتہارات دیکھے تو خط کے ذریعے سے اپنی کیفیت لکھدینی آسان معلوم ہوئی اور اس اشتہاری علاج کا رواج جاری ہوگیا ،،

اگر ڈاکٹر یا حکیم لائق اور سند یافتہ یا تجربہ کار، اور طبی معلومات سے ماہر ہو تو شتہاری حالیہ مین کچھ حرج نہین ہے، نئی روشنی کی آسانیوں مین یہ ایک بڑی آسانی ہے، مگر مشکل تو یہ ہے کہ آجکل جاہل نیم ملا اناڑی لوگوں نے اسکو بیشہ بنا لیا ہے، جو طب کے فن کو ذرا بھی نہین جانتے ہیں اشتہار اُردو کتابون سے نسخے بیکر بناتے ہین اور لمبے چوڑے اشتہار دیتے ہین، اور خلقت کو دھوکہ دینے کی نئی نئی ترکیبین نکالتے ہین، کوئی اپنے بنتا ہے کوئی سند کی کاپی پیش کرکے، کوئی ادنیٰ بے اصل اردو کتاب کی دوا فریبانہ آ میز مشتہر کرتا ہے، کوئی فرضی نقل تقسیم طلبہ کے معیار چھاپ کر بھولے بھالے نوجوانون کو پھانستا ہے،،

سو میں جسکو دنیا مین اور کچھ کام روٹی کمانے کو نہین ملتا وہ اشتہاری حکیم بنجاتا ہے،،

فقیر کا یہ مشورہ بھی بہت بڑا ہے کہ وہ خلقت کو ان اناڑی حکیموں اور ڈاکٹرون کے پھندے سے بچائین۔ اور اشتہاری علاج سے روکین، اور کہدین کہ معتبر اور سند یافتہ مشہور کے سوا کسی عطائی اور گمنام مشتہر کی دوا استعمال نہ کرنی چاہیئے،، اس سے نفع کے بجائے الٹا نقصان ہوتا ہے، اور بعض اوقات تو ایسی خرابیاں پڑجاتی ہین کہ انسان کی جان جاتی رہتی ہے، یا ساری عمر کا کوئی برا روگ لگ جاتا ہے،،

اگر طبیب ڈاکٹر سے زبانی کہتے ہوئے شرم آتی ہے تو اسکو لکھکر بھیجدو۔ وہ بھی اشتہاری حکیم کی طرح تنہا تحریری علاج کرسکتا ہے، حکیم حاذق الملک دہلوی کے پاس ہزارون خط آتے ہین اور تحریری علاج بھی کرتے ہین، ان کے دواخانہ ہندوستانی مین ہر قسم کی مفید و معتبر دوا ئین ملتی ہین یا ڈاکٹر انصاری صاحب دہلوی بھی بہت معتبر اور ہندوستان بھر مین بے نظیر قابلیت کے ڈاکٹر ہین، ان سے تحریری مشورہ لینا چاہیئے۔ انجان،، خود غرض،، مکار، اشتہار باز حکیمون کے ہاتھ کا کھلونا نہ بنو۔ جس سے دولت کا بھی نقصان ہے اور جان کی بھی خطرہ ہی،،

مین بھی سند یافتہ طبیب نہین ہون۔ نہ مینے درس طب حاصل کیا ہے، خدا کے سامنے گنہگار ہونگا۔ اگر خلقت پر یہ ظاہر نہ کرون۔ اور اشتہاری ادویات کی مضرت کو کھول کر نہ کہون،،

بیشک مین جو دوئین دیتا ہون میرے پاس بعض نہایت عجیب اور مفید نسخے ہین، جو مجھکو سیاحت ہند" اور مصر و شام و فلسطین و حجاز" مین اکابر فقرا و اطبا سے حاصل ہوئے ہین، کیونکہ عموماً فقرا کے پاس بعض نہایت عمدہ اور مفید خلائق چیزین ہوا کرتی ہین،،

مگر مین نے کبھی کوئی دوا کسی کو نہین دی جبتک اس نسخے کے اجزا کسی معتبر طبیب یا ڈاکٹر کو نہ دکھا دیئے، اور اس کی رائے نہ لی کہ اس مین کوئی چیز نقصان رسان تو نہین ہے،، اور یہ دوا ہر مزاج کو موافق آئیگی یا نہین،،

چنانچہ آجکل جسقدر ادویات مین تقسیم یا فروخت کرتا ہون وہ سب ایسی ہی ہین، جن کے نسخے یا تو حکیم حاذق الملک صاحب کو دکھا دیئے ہین، اور اُن کی پسندیدگی حاصل کرلی ہے، یا حکیم تفضل حسین خان صاحب طبیب خاص ہز ہائینس نواب صاحب رامپور، اور یا ڈاکٹر انصاری صاحب سے ان کے بے ضرر و مفید ہونے کی

تصدیق ہو گئی ہے ،،

یہ توضیح میں نے اس واسطے کی کہ فقرا اشتہاری ادویات کی حقیقت کو سمجھ لیں، اور اگر وہ بھی کوئی خاندانی نسخہ استعمال کرنا چاہیں یا کسی مُرید کو دیں، اور خود طبیب یا ماہر طبابت نہ ہوں، تو ان کو لازم ہے کہ پہلے کسی کامل اور عالم طبیب سے اس کی نسبت پوچھ لیں، طبیب کو اس کے تمام اجزا بتا دیں تاکہ خدا کے حکم اور قانون ظاہری کی نگہداشت بھی درست رہے، اس احتیاط کو ملحوظ رکھا جائے گا تو بچارے انجان مریضوں کی جانیں اور تندرستیاں تباہی سے محفوظ رہیں گی، ورنہ اشتہاری علاج نہ آپکی تندرستی بھی ملک کی برباد کر دے گا ،،

علاج بے دوا

اور

تلقین طرز علاج

جب فقرا کے پاس اس قسم کے مریض آئیں تو پہلے ان کو نصیحت کرنی چاہیے، کہ آئندہ وہ یہ حرکت نہ کریں اور قسم کھلا کر عہد لیا جائے، اس کے بعد ان کو یہ دعائیں بتائی جائیں، جن کے ورد کرنے سے یہ عادتیں انشاء اللہ تعالیٰ چھوٹ جائیں گی ،،

(۱) جب مریض سونے لیٹے تو ایک سو ایک بار پڑھے ،، رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا اور صبح جب وقت بیدار ہو تو پھر ایک سو ایک بار یہی دعا پڑھے، وضو کی شرط نہیں ہے، البتہ نہانے کی حاجت ہو تو پہلے غسل کر لینا چاہیے ،،

(۲) پاس انفاس کا شغل صبح کے وقت کرنا چاہیے اس سے ارادہ کی قوت بڑھے گی، اور مریض اپنے عہد پر قائم رہ سکے گا، پاس انفاس اسم ذات کا کرنا چاہیے جس کو سب مشائخ جانتے ہیں ،،

(۳) مریض کے دونوں بازوؤں پر اَللّٰهُ مَعَكُمۡ اَيۡنَمَا كُنۡتُمۡ کا نقش باندھ دینا چاہیے، نقش کی یہ تحریر مریض کو دکھا کر اور معنی سمجھا کر کہدیا جائے، کہ اس کا ادب تجھ پر فرض ہے تیرے دونوں ہاتھ اس ذات کے قیدی ہیں، تو اس اسم کے پہرہ میں ہے۔ اگر تو نے کوئی حرکت عہد کے خلاف کی تو ذات الٰہی کے یہ پہرہ دار تیرا ستیاناس کر دینگے، اور تیرا راز سب پر کھل جائے گا۔ کیونکہ خدا ہر وقت تیرے ساتھ ہے، خواہ تو کہیں ہو۔ یہی اسم کے معنی ہیں ،،

(۴) مریض کو آیۃ کریمہ اکیس بار ہر نماز کے بعد پڑھوانی چاہیے، اس طرح کہ وہ دونوں ہاتھ بازوؤں کے

(۵) حزب البحر تین بار پڑھ کر مریض پر دم کرے، یا اس کا پانی اس کو پلا دے۔ یا مریض سے کہو کہ وہ خود صبح کو یا شام کو ایک مرتبہ حزب البحر پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کرے ،،

ظاہری علاج کی ہدایت

یہ ہے کہ پہلے مریض کے ہاضمہ کا انتظام کرنا چاہیے، اس کو قبض کی شکایت ضرور ہوگی، لہٰذا اسہال

غذا کھانے کی ہدایت کی جائے ، اور قبض کشا دوائیں کھلائی جائیں ،،

ہاضمہ کی درستی اور معدہ اور جگر کی اصلاح بغیر کوئی دوا کار گر نہ ہوگی آجکل بعض نامور طبیب بھی اس طرف توجہ نہیں کرتے ، جریان کا علاج کرتے ہیں کمزوری دور کرنیکو مقوی اعصاب کی طاقت بڑھانے کی دوائیں بتاتے ہیں ، مگر یہ نہیں سوچتے کہ صحت کی بنیاد معدہ ہے اور اسکو حرکات قبیح نے خراب کر دیا ہے ، مریض نے جگر کا ستیاناس ہو رہا ہے اور اس میں خالص خون پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ۔ پس جب تک جگر و معدہ کی اصلاح نہ ہوگی ، بالائی علامتوں کا دور ہونا ناممکن ہے ، یہی وجہ ہے جو اکثر زود اثر اور مفید دوائیں ناکام ثابت ہوتی ہیں اور مریض ان سے بے اعتقاد ہوکر مایوس ہو جاتا ہے ،،

فقرا کے پاس جب اس قسم کے مریض آئیں تو وہ ان کو معدہ و جگر کے علاج کا مشورہ دیں ، یا اگر معلوم ہو تو خود کوئی دوا ان کو بتائیں ، غذا ہضم ہونے لگے ، جگر کا فعل درست ہو جائے ، خون کی پیدائش طبعی حالت پر آ جائے تو اصل مرض کا علاج شروع کرنا چاہئے ، پھر فوراً اثر ہوگا ۔ اور چند روز میں اصلی صحت حاصل ہو جائے گی ،،

معدہ کی اصلاح بغیر دوا کے بھی ہو سکتی ہے اگر ہمت و استقلال سے اس ہدایت پر عمل کیا جائے ، کہ کھانا کھانے میں پانی نہ پیا جائے ۔ کھانے کے دو گھنٹہ یا کم از کم ایک گھنٹہ بعد پانی پینا چاہئے ، پانی صاف ہو ، اور حتی الوسع زیادہ جوش کرکے ٹھنڈا کیا جائے ،،

دوسری ہدایت یہ ہے کہ بھوک چھوڑ کر کھانے سے ہاتھ اٹھا لینا چاہئے ،، یعنی اگر تین روٹی کی بھوک ہے ، تو ڈھائی روٹی کھانی چاہئے ، غرض تھوڑی سی اشتہا باقی ہے اسوقت دسترخوان سے ہاتھ کھینچ لینا چاہئے ،، یہ ذرا مشکل بات ہے ، بھوک باقی رکھکر کھانا چھوڑنا آسان نہیں ہے ، مگر جن کو بھی اور معدہ کی اصلاح مطلوب ہے ، تو دل پر جبر کرکے اس ہدایت کا خیال رکھنا چاہئے ' لال مرچیں ' زیادہ گھی ۔ زیادہ مٹھاس ،، بھی معدہ اور جگر کو مضر ہیں ، ان کے استعمال میں احتیاط ہو تو معدہ بغیر دوا کے اچھا ہو جائے گا ،،

کھانے سے فارغ ہوتے ہی پیشاب کر لینا چاہئے ، چاہے ضرورت ہو یا نہ ہو یہ عادت مثانہ اور معدہ کو از حد مفید ہے ،،

اور یہ بھی لکھا ہے کہ قبض ان امراض میں بہت مضر ہے ، اس لئے ایسی ثقیل غذا نہ کھائی جائے ، جو قابض ہو ،، ثقیل غذاؤں کی تفصیل طبی کتابوں یا لائق اطبا سے معلوم کرنی چاہئے ، بیرونی علاج ان امراض کے سینکڑوں ہیں ، خصوصاً طب یونانی میں تو بکثرت نسخے پائے جاتے ہیں ، مگر یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ایسی تیز دوائیں استعمال نہ کی جائیں جو ایذا دیتی ہیں ،،

باہر کرنے والی اور بات مین ایک تو مریض کو تکلیف زیادہ ہوتی ہے، دوسرے اس کا راز فاش ہوتا ہے، تیسرے یہ بھی اندیشہ ہے کہ بے احتیاطی مین دوا زیادہ لگ گئی تو اعضا کو سخت نقصان پہنچ جائے گا،،

ایسے نسخے بھی موجود ہین جو ایاذ نہین کرتے اور ایک جذب ہونے والی طاقت سے گندے اور خراب مادّے کو جو چھوٹی ہوئی رگوں میں بھر جاتا ہے اندر ہی اندر جلا دیتے ہین، یا تحلیل کر دیتے ہین،،

پہلے ایسی دوا استعمال کرنی چاہیئے جو جمع شدہ خراب مادہ کو عضو کے اعصاب اور رگون سے نابود کر دے، اس کے بعد تقویت اور تحریک اعصاب کی دوا لگانی یا کھانی چاہیئے،،

بعض طبیب یہ غلطی بھی کرتے ہین، کہ شروع سے محرک طلا کا استعمال کراتے ہین مگر اس کا اثر عمدگی سے ظاہر نہیں ہوتا، کیوں کہ خراب مادہ اعصاب پر حاوی ہوتا ہے، اور وہ قبول تاثیر میں حرج ڈالتا ہے، اور نام بدنام ہوتا ہے "دوائی کا" حالانکہ دوائی کا قصور نہین ہوتا، طریق علاج کی غلطی ہوتی ہے،،

نقص مردمی کے اور وجوہات

اگرچہ یہ فصل شرمناک امراض اور ان میں بھی صرف ایک مرض بچپن کی غلط کاری کے بارہ مین لکھی گئی ہے، کیونکہ اس سے سارا ملک تباہ ہو رہا ہے، تاہم مردمی کے نقص کی بعض وجوہات اور بھی ایسی ہین، جنکو شرمناک امراض کے تحت مین لایا جا سکتا ہے، اور اشارۃً ان کا بیان کرنا ضروری ہے،،

(آتشک اور سوزاک بھی شرم کی بیماریاں ہین، مگر ان کی کیفیت اگلی فصلوں مین بیان ہوگی اس فصل مین اتنی گنجائش نہ تھی)

اوپر پڑھا ہوگا، ہر بے اعتدالی مرض ہے، خلاف فطرت بے اعتدالی کا حال تو سن لیا - اب اب موافق فطرت بے اعتدالی کا نتیجہ سنو۔ جو لوگ فطرت کے مقررہ اوقات و حالات سے آگے بڑھ کر خون کی روح خرچ کرتے ہین اُن کا حال خلاف فطرت اسراف کرنے والون سے بھی زیادہ بدتر ہو جاتا ہے، کیوں کہ موافق فطرت قوت خرچ کرنے سے اوّل اوّل دن کو کچھ تکان یا جسمانی خرابی محسوس نہیں ہوتی اور وہ سمجھتے ہین کہ ہم مین لا انتہا قوت ہے، اس قدر خرچ کرین مضائقہ نہین، اور اس غلط خیال کی بدولت رات دن خون کی روح خرچ کرتے ہین، اس کو شباب کا لطف سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ میاں یہی موسم عیش کرنے اور مزے اڑانے کا ہے، بڈھے ہو جائیں گے اوسوقت خود ہی کچھ نہ ہو سکے گا، جبتک یہ دن ہین کیے کرنی چاہیئے،،

فقرا کو لازم ہے کہ اس سخت غلط فہمی سے لوگوں کو روکیں اور کہیں کہ بڑھاپے تک جوان رہنا ہے تو اعتدال سے آگے نہ بڑھو۔ تجربہ کار حکما نے مختلف خیالات جماع کی نسبت ظاہر کئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں سال بھر میں ایک مرتبہ بعض مہینہ میں ایک دفعہ کی اجازت دیتے ہیں، بعض نے آٹھویں دن عہد شباب میں رخصت دی ہے، اور اس سے زیادہ کو موجب ہلاکت کہا ہے،،

مگر خلقت جوانی کے زور میں روزانہ بلکہ رات دن میں کئی کئی بار ان حرکات کا ارتکاب کرتی ہے اور اسی غلطی سے جب ان لوگوں کو جلدی بڑھاپا آجاتا ہے،،

ضبط اور صبر کرنے والا انسان آخر عمر تک جوان رہتا ہے اگر وہ اعتدال کو ملحوظ رکھے،،

اُمرا

اس مرض میں بہت زیادہ ملوث ہوتے ہیں، سیکڑوں عورتیں ان کی لونڈیاں بنکر گھروں میں قید رہتی ہیں، اُن کے خیال میں یہ بھی امیرانہ شان ہے کہ سو پچاس عورتوں کے مالک کہلائیں، بعض نواب راجہ تو پانسو پانسو عورتیں رکھتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چھوٹی عمر میں مر جاتے ہیں، یا جوانی کے زمانہ میں اپنی قوت کو رونے لگتے ہیں،،

فقرا پر نسل انسان کی حفاظت اور حیات آدم کی نگہداشت فرض ہے، انہیں اپنے دیرینہ اثر امرا کو ہمیشہ نصیحت کرنی چاہئے، کہ چار عورتوں سے زیادہ نہ رکھیں، اور ان چار سے بھی اعتدال کا برتاؤ کیا جاوے ہندوستانی نسلوں کی کمزوری کا یہ سب سے بڑا سبب ہے۔ ہندوستانی امرا کی ناقص العقلی اور دماغی خرابیوں کا راز یہی سمجھے وہ کثرت سے بے احتیاطیاں کرتے ہیں، جس سے اُن کے دل و دماغ فرائض حکومت کو اچھی طرح ادا نہیں کر سکتے،،

امرا کو بگاڑنے والے عموماً طبیب ہوتے ہیں، وہ ان کو محرک و مقوی دوائیں کھلا کھلا کر ان بے اعتدالیوں کی ترغیب دلاتے ہیں، اور ان کی زندگانی کو احمق اطبا کی خود غرضیوں سے گھن لگ جاتا ہے،،

مجھے تحقیقات سے والیان ملک امرا کا حال معلوم ہے جو جوانی میں قوت مردانگی سے بیکار بنے بیٹھے ہیں۔ اور ان کے محلوں کی قیدی عورتیں زندگی کو دوزخ کے عذاب کی طرح بسر کر رہی ہیں، ان بداعتدال امرا کو اطبا محرک اور مقوی دوائیں دیتے ہیں، مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ دواؤں سے اعصاب تو حرکت میں آجائینگے، لیکن خون کی روح والا مادہ کہاں سے آئیگا۔ وہ تو کثرت کے سبب ختم ہو چکا،،

اگر پہلے ایسی دوائیں دی جائیں جو غذا کو جزو بدن کریں اور ان کی تاثیر سے مادہ مردانگی پیدا ہو تو پھر بعد میں اعصاب کو تحریک کرنے والی دوائیں دینی مناسب ہونگی، ورنہ اس سے تیزی کی بدولت عیاشی میں آئی اجل مر جائے گا،،

مشائخ کو چاہئے کہ وہ امراکے جلیس اطبا کو بھی ہدایت کیا کریں، اور موقع ہو تو امرا کے کان میں بھی یہ بات ڈالیں، اور ان کی زندگی کو اس تہلکۂ عظیم میں نہ پڑنے دیں،،

عوام کو بھی بے اعتدالی اور کثرت جماع کے نقصانات بار بار بتانے لازم ہیں ان سے یہ بھی کہنا چاہئے کہ جوانی کا لطف ساری عمر قائم رکھنا ہے تو ایام شباب میں اعتدال کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے،،

مگر فقرا خود کوئی ایسی دوا کسی کو دیں جو مقوی یا محرک ہو تو پہلے اسکو سوچ لیں کہ مریض میں خون کی روح کا مادہ بھی موجود ہے یا نہیں، قرائن سے اس کا وجود ثابت نہ ہو تو اول اس کی تولید کا فکر کیا جائے، معدہ کی تقویت اور جگر کی قوت کو دواؤں سے بڑھانا چاہئے تاکہ غذا ہضم ہو کر خون بنے اور خون کی ٹھیک مقدار میں جسم کے اندر پیدا ہو، اس کے بعد مقوی اور محرک دوائیں دی جائیں، اور کہا جائے کہ اب اعتدال کو ہاتھ سے نہ دینا اور دوا کی تحریک پیدا ہو تو زیادہ افراط سے فائدہ نہ اٹھانا،،

میں نے ذاتی تجربہ کرکے دیکھا ہے، کثرت کے سبب جو مریض ناکارہ ہو گئے تھے، ان کو پہلے جگر و معدہ کی دوائیں دیں، اور جب غذا جزو بدن ہونے لگے، اور خون کی پیدائش بڑھی تو محرک و مقوی دوائیں دی گئیں، جس سے بڑے بیماروں کے جذبات بھی جوانوں کی طرح ہو گئے،،

کشتوں کے نقصان

بعض لوگ کشتوں کا استعمال کرتے ہیں، اور خصوصاً مذکورہ شرمناک حالات کے یا کثرت جماع کے نقصان یافتہ مریضوں کو کشتے کھلائے جاتے ہیں، اس کی احتیاط بتانی بھی ضروری ہے،،

فقرا اکثر کشتے بنایا کرتے ہیں، اور بیماروں کو کھلاتے ہیں، جو واقف کار ہیں خیر وہ تو بے احتیاطی نہ کرتے ہوں گے اندیشہ ان کا ہے جنہوں نے بے اعتبار کتابوں میں کشتوں کے نسخے دیکھکر ان کا استعمال شروع کر دیا ہے، اور وہ نہیں جانتے کہ بعض کشتے اگر خام رہ جائیں تو مہلک ہوتے ہیں، اور آدمی کو کشتہ بنا دیتے ہیں،،

"پارہ" "سنکھیا" "تانبہ" کے کشتوں میں نقصان کا بہت خطرہ ہے، ان کے کشتوں کی تیز کامل اور تجربہ کار اطبا کو بھی مشکل سے ہوتی ہے، کہ آیا وہ ٹھیک کشتہ ہوئے ہیں یا ابھی ان میں خامی ہے،

کچے کشتے کھا کر ہزاروں آدمیوں کو جذامی ہوتے دیکھا ہے اسیکڑوں کو مرتے پایا ہے

غرض آج کل اناڑی کشتے بازوں نے خلقت کی جان و مال اور تندرستی کو بڑے بڑے نقصان پہنچائے ہیں،،

فقرا کو خود بھی احتیاط چاہئے، اور مریدوں کو بھی احتیاط کی تلقین کرنی لازم ہے یعنی پارہ، سنکھیا وغیرہ مذکورہ چیزوں کے کشتے بلا اطمینان کامل نہ خود دوسروں کو دیں نہ مریدوں کو کسی اور سے لینے دیں،،

کشتے استعمال کرانے سے پہلے مریض کی جسمانی اور مزاجی حالت کا دیکھنا اور سمجھنا ضروری ہے "گرم مزاج" یا ان لوگوں کو جنہیں خشکی یا حرارت زیادہ ہے۔ کشتے ہرگز نہ دئے جائیں، ورنہ نفع کے بجائے نقصان ہوگا،،

کشتوں کی مفصل بحث آئندہ فصلوں میں آئے گی، یہاں تو ان کا جس قدر تعلق امراض مخصوص کا تھا اتنا ہی اشارہ کر دیا گیا۔۔

اس فصل کا خلاصہ

اور خاص مقصد یہ ہے کہ مشائخ عظام اور فقراے ذی احترام ہندوستان کی درستی تن کو بھی اپنا فرض تصور کریں اور امراض خفی کی روک تھام پر متوجہ ہوں اور دوسروں کو بھی اس ضروری اور اہم معاملہ پر توجہ کرنے کی رغبت دلائیں، تاکہ ان تمام امراض سے مخلوق اللہ محفوظ ہو کر فطرت اللہ العظیم کا سلوک طے کر سکے، جو ہر انسانی متحرک اور ہر ذی روح آدمی پر فرض عین ہے،،

کیونکہ فرزندان ہندوستان کی جسمانی عمدگی صوفیوں کے ان اغراض کو آئندہ زمانہ میں مدد دیگی جو تبلیغ تصوف کا ذریعہ بننے والی ہیں اور جنکو قرائن و کیفیات عصر جدید سے محسوس کرکے میں نے قلم بند کیا ہے اور اس کتاب کی آئندہ فصلوں میں ان کا بیان ہوگا۔

اس فصل میں یہ دیکھ کر تعجب کیا جائیگا کہ میں نے صرف جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا شرمناک امراض میں ذکر کیا ہے۔ حالانکہ پرانی تعلیم کے طلبہ اور ان پڑھ جماعت کے نوخیز افراد بھی ان خرافات میں بکثرت مبتلا ہیں۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ میری زندگی کا مشن نئی روشنی کے اصحاب سے وابستہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ آگے جاکر دینی و دنیاوی ملکی قومی مذہبی تمدنی اور تمام جزو کل باتیں ان نئے لوگوں کے قبضہ میں جانے والی ہیں۔ نئی روشنی اور نئی تعلیم کی نسل بڑھ رہی ہے اور بڑھیگی۔ پرانی تعلیم اور پرانے خیال کی مخلوق گھٹ رہی ہے اور ایک دن یا تو بالکل نابود ہو جائے گی یا اسکی ہستی اتنی چھوٹی اور پراگندہ ہوگی جسکا گننا نہ گننا برابر ہوگا۔

لہذا دور اندیشی کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنی ہونہار نسل کی حفاظت پر مقدم توجہ کی جائے۔ اور جان ہار جماعت کے ساتھ گھسٹنے میں وقت ضایع نہ ہو۔

ممکن ہے بعض بزرگان طریقت کو میرے اصول سے اختلاف ہو مگر مجھے ان کے اختلافی خیال کی تردید کی فرصت نہیں ہے۔ وقت کا تجربہ اور مشاہدہ ان کو خود قائل کردے گا۔ کہ پچاس برس پہلے میں نے جو کچھ محسوس کیا تھا وہ بالکل درست تھا۔ اور اسوقت وہ حضرات آپ ہی میرے لکھے ہوئے اصول پر عمل کرنے لگیں گے۔

اس فصل میں مشائخ عظام کو تمدنی اور شہری حق سمجھانے کا بھی اشارہ ہے۔ کیونکہ جمہوری اور آزاد حکومتوں کے باشندے اپنے حکمرانوں پر یہ حق رکھتے ہیں کہ ان کے صحت اجسام۔ صحت اخلاق۔ اور ترقی علم

میں سلطنت وقت ان کی مدد کرے۔

اس ملک میں اصل لیڈری اور پیشوائی علما و مشائخ کا حصہ ہے اور لیڈر وہی بن سکتا ہے جو اپنے ماتحت افراد کے حقوق کی حفاظت کر سکتا ہو۔ یا تحفظ حقوق میں ان کا آئینی رہبر بن سکے۔ ان دنوں علما و مشائخ کی لیڈری و برتری نام چارہ کی رہ گئی ہے۔ ان کا اقتدار دن بدن گھٹ رہا ہے۔ وہ روز بروز اپنی سابقہ روحانی حکمرانیوں سے محروم ہوتے جاتے ہیں۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ زمانہ کی خواہشات اور طرز بود و باش میں فرق آگیا ہے۔ ایک آئینی و جمہوری آزاد قوم مالک تاج و تخت ہے جس نے رعایا کو اپنے بہتے اور اپنے سہارے زندہ رہنے کا طریقہ سکھانا شروع کیا ہے۔ اور ان کو شہریت کے اعلیٰ و برگزیدہ حقوق دئے ہیں۔ مگر مشائخ کو ابھی ان تبدیلیوں کی خبر بھی نہیں ہوئی۔ حفظ ما تقدم نوشتے دیگر ہے۔ میں اگر شرع سے ان کو وہ حقوق بتاتا تو کتاب فلسفہ اقتصاد کی ایک خشک گٹھڑی بن جاتی۔ اسواسطے میں نے طریقہ عمل ان کو بتایا جسکا تھوڑا سا ذکر اس فصل میں لکھا ہے۔ مشائخ اسپر عمل کرینگے تو خود بخود اس راستہ پر پہنچ جائیں گے جو ان کو حقوق شہریت کے مرکز میں پہنچا دے۔ اور قوم و ملک کی اندرونی افسری آپ سے آپ پھر ان کے قبضہ میں آجائے۔

یہ فصل ابتدائی سبق ہے۔ مگر کچھ مشکل نہیں ہے۔ اسمیں الجھن اور پیچیدگی بھی پیش نہیں آئے گی۔ مشائخ کی قدیمی روایات کے قدم بقدم لکھی گئی ہے جسمیں ان کے روحانی و مذہبی فرائض کی شمولیت کو برابر پیش نظر رکھا گیا ہے۔

وقت آرہا ہے کہ برٹش امپائر اس ملک کو خود مختار آزادی مرحمت کرے۔ اگر وہ وقت دینی مقتداؤں کی فرض شناسی سے پہلے آگیا تو کیسی دشواری ہوگی بس یہی نظر آتا ہے کہ یا تو فرانس کی طرح اہل مذہب بے اختیار محض رہ جائیں گے اور یا یہ کیفیت ہوگی کہ ان کی بے خبریاں خلقت کو ان پر ہنسوائینگی۔

اگر ہندوستان کی خود مختار حکومت نے آئندہ زمانہ میں مذہبی تحفظ کی خدمات مشائخ پر لازم کردیں تو ذرا وہی غور کریں کہ وہ نئی روشنی کی امت اور نئے حالات و خیالات کی قوم کا کام کیونکر انجام دے سکیں گے۔ جبکہ ان کو نہ ان کے جسم کی خبر ہوگی۔ نہ جسم کے عادات و خصائل اور میلان طبع سے وہ آگاہ ہوں گے،

یہ کتاب مرشد سلسلہ وار درجہ بدرجہ ان کے احساس کو وقت حاضر کا مبصر بنائے گی اور اسکو پڑھکر انکو اپنے آئندہ کے پیش آنے والے فرائض کی تمام معلومات حاصل ہوجائیگی،

یہ ہے خلاصہ مقصد اس فصل کا جس پر کتاب مرشد کی بنیاد رکھی گئی ہے اور اس مختصر اشارے کنایہ کی گفتگو سے زیادہ کہنا اور لکھنا فضول طول کلامی ہے۔ اب فصل سوم پر نظر اٹھاؤ اور غور کرتے ہوئے آگے بڑھو ۔

تیار دواؤں کا اعلان

میں اشتہاری حکیم نہیں ہوں۔ میں نے طب بھی نہیں پڑھی۔ اشتہاری دواؤں کے استعمال کرنے کو کبھی پسند نہیں کیا اور ہمیشہ اسکے خلاف خلقت کو نصیحت کیا کرتا ہوں۔ اور اب بھی میری یہی رائے ہے کہ اشتہاری دوا کھانے سے زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ اپنے شہر کے کسی تجربہ کار اور ذی علم و معتبر حکیم و ڈاکٹر سے نسخہ پوچھو اور اسکا استعمال کرو، کیونکہ وہ تمہاری جسمانی اور مزاجی حالت کو دیکھ کر دوا بتائے گا۔

مگر میں جانتا ہوں کہ ہزاروں آدمی ایسے مقامات پر رہتے ہیں جہاں حکیم ڈاکٹر میسر نہیں آتا اور ملتا ہے تو اچھا نہیں ملتا۔ یا غریب و مفلس ہیں۔ کہ توجہ اور دل سے مرض کی تشخیص نہیں کرتا۔

یا بعض مرض ایسے ہیں جنکو طبیب سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے (اگرچہ طبیب سے شرمانا اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالکر گنہگار بننا ہے) یا بعض مقامات پر اچھی دوائیں میسر نہیں آتیں۔ یا بعض لوگ کم فرصتی کے سبب ناواقفیت کی وجہ سے خود دوا تیار نہیں کر سکتے۔

ان تمام باتوں میں اشتہاری دوا کی ضرورت انسان کو لازمی طور سے پیش آتی ہے۔ تاکہ بنی بنائی چیز آسانی سے مل جائے +

اس سہولت کا خیال کر کے میں نے ان نسخوں کو جو مجھے تمام ہندوستان کے سفر اور سیاحت مصر و شام و فلسطین و حجاز میں نامور اطبا اور کامل فقراء سے حاصل ہوئے تھے۔ بنانے اور مخلوق خدا کو گھر بیٹھے دینے کا ارادہ کیا مگر مجھے چونکہ طب کے رموز سے پوری آگاہی نہ تھی اور میں ڈرتا تھا کہ ان نسخوں سے فائدہ کی بجائے کسی کو نقصان نہ ہو اسواسطے میں نے فقیروں کی عام عادت پردہ داری کو بالائے طاق رکھا اور جناب حاذق الملک صاحب دہلوی اور جناب حکیم تفضل حسین خاں صاحب طبیب خاص ہز ہائی نس نواب صاحب رامپور اور جناب ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری کو یہ نسخے دکھائے یعنی ان کے تمام اجزا ان کو بتا کر پوچھا کہ فلاں مرض کا یہ نسخہ میرے پاس ہے۔ آیا یہ اجزا واقعی اس مرض کو مفید ہیں یا نہیں۔ اور کسی حال میں کچھ نقصان تو ان میں نہیں ہے۔ نیز یہ کہ یہ نسخے ہر مزاج و حالت کو موافق ہیں یا نہیں +

اس تشریحی سوال کے بعد جن نسخوں کی ان تینوں کاملین فن طب نے تصدیق کر دی۔ انہی کو میں نے بنایا۔ اور جنمیں ذرا بھی تامل انکو ہوا یعنی انہوں نے نسخہ کے اجزا میں اگر کسی ایک جز پر بھی مضر ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا۔ اسکو میں نے بالکل چھوڑ دیا +

اب میں اپنے خدا اور اپنے ایمان کے سامنے مطمئن ہو کر یقین رکھتا ہوں کہ ان دواؤں سے مخلوق خدا

کو نفع ہوگا۔ اور انکی جسمانی حالت کو امراض سے نجات ملیگی اور وہ ہزار نعمتوں کی بنا پر تندرستی حاصل کرکے سکون کامل سے خدا کی **عبادت** کرسکیں گے۔

اس اعتبار سے میری دوائیں اشتہاری ادویات سے بالکل الگ ہیں اور ان میں بندگان خدا کو کسی قسم کا فریب دینا ہرگز نہیں لیا۔ قیمت دواؤں کی اتنی ہی رکھی گئی ہے۔ جو لاگت اور تیار کرنے اور روانہ کرنے والے عملہ کے خرچ کے موافق ہو ان دواؤں کی کم قیمتی دیکھ کر حضرت یہ سمجھنا ہیں سجا نتی فائدہ چاہتا ہوں یا کی دوگنی چوگنی قیمت رکھدیتا کہ میرا مقصد غرباء کی خدمت ہے تجارت نہیں

فقرائے ہند سے التماس

ہے کہ یہ ادویات عموماً اہل حضرات کی سینہ سینہ امانتوں سے حاصل ہوئی ہیں۔ جو بعض تصوف کے آفتاب و ماہتاب ہیں اور پہلے بزرگ آپ حضرات اگر اپنے متوسلین و مریدین کا جسمانی علاج بھی کرتے ہوں تو ان جعلسازوں بے اثر دواؤں سے بچ کر ان کو کہتا ہوں کہ جنکا میں نے انتظام کیا ہے کہ نسخہ کے اجزا صاف ستھرے بے گلے سڑے اور پرانے بنوں اور کلونجے کے تمام پورے ہوں۔ کیونکہ دنیا کی کمی بیشی کی احتیاط بڑے بڑے دواخانے بھی نہیں کرتے اور اس سے بعض اوقات بہت نقصان بیمار کو ہوجاتا ہے میں اپنے سامنے ان دواؤں کو بنواتا ہوں اپنے ہی سامنے ان کو شیشیوں اور ڈبیوں میں بھروا تا ہوں۔ جہاں تک ایک انسان احتیاط کرسکتا ہے پوری توجہ سے اس کی تعمیل کرتا ہوں۔ پس ایسی صورت میں آپ حضرات بے تامل ان دواؤں کا استعمال مریدین و معتقدین میں کرسکتے ہیں، ان دواؤں میں بعض ایسی ہیں کہ آپ کسی خرید کر اپنے پاس رکھئیے اور خلق خدا کو تقسیم فرمائیے۔ کہ اس میں ثواب دارین ہے

فیاض اور خادم خلق اللہ

حضرات سے بھی عرض ہے کہ بندگان خدا کی بیماریوں میں خدمت کرنی اور دوادارو کے کام آنا دنیا کی عزت کا موجب بھی ہے اور آخرت کا اجر بھی بہت بڑا اس میں حاصل ہوگا۔ کچہری کے وکلا۔ دیہات کے پٹواری اور مدرس۔ وعظ کہنے والے۔ اور مسافری پیشہ لوگ اور وہ تمام اصحاب جنکو عوام سے سابقہ پڑتا ہے ان دواؤں کو اپنے پاس رکھیں۔ اور آنکھ بند کرکے۔ بے فکر ہوکر خلقت کو بانٹا کریں خدا نے چاہا اور اولیاء اللہ کی برکت سے ان دواؤں کی تاثیر فوراً ظاہر ہوگی کیونکہ یہ سب مقبولان بارگاہ الٰہی کا عطیہ ہیں اور ان میں ذات الٰہی نے علاوہ خواص ظاہری کے ایک تاثیر مخفی قدرت کا بھی رکھا ہے۔ جسکا ظہور بارہا دیکھا گیا ہے۔

ہر دوا کے استعمال کی ترکیب اور پرہیز کا مطبوعہ پرچہ اسکے ساتھ بھی روانہ ہوتا ہے مگر اس اعلان میں ہر دوا کے بیان میں بھی مختصر ذکر اس کا کردیا جاتا ہے تاکہ طلب کے وقت لوگوں کو دوا تقسیم کرنے میں آسانی ہو۔

اگلے زمانہ کے مشائخ بیماروں کی تیمار داریاں بپاس سنت کیونکہ یہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے بیماروں کے گھروں پر جاکر دیکھ بھال کرتے۔ ان کو دوائیں پلاتے۔ کھلاتے اور ہر قسم کی خدمت بجالاتے تھے۔ اب انہوں نے تو یہ کام چھوڑدیا ہے مگر عیسائی مشنری یہی کام کرکے اپنے مذہب کی اشاعت کررہے ہیں۔ مشائخ اگر چاہیں تو اپنے قدیمی دستور کو زندہ کرکے پھر سے ہی تبلیغ اسلام کی شان پیدا کرسکتے ہیں۔ مجھ بندہ ناچیز نے تو ان چیزوں کو تیار کرکے حق ادا کردیا۔ ان کا استعمال کرنا اور دستور قدیم کو جاری کرنا آپ سب کا فرض اور حق ہے۔ خدا آپ کو اس کار خیر کی ہمت دے۔ الدال علی الخیر

حسن نظامی

معدہ کا مقناطیس

معدہ ہر تندرستی اور ہر مرض کی بنیاد ہے۔ غلط کاریوں یا کثرت بے اعتدالی سے پہلے معدہ خراب ہوتا ہے اور پھر دوسرے اعضا میں فرق پڑتا ہے۔ جو سب کے سب معدہ کے محتاج ہیں۔ مخفی امراض کا علاج شروع کرنے سے پہلے معدہ کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ معدہ درست ہو جائے۔ غذا کو اچھی طرح سے ہضم کرنے لگے تو دوسرے اعضا کے علاج کا خیال کرنا چاہیئے۔

مقناطیس معدہ ایک مرکب نمک ہے جو مشہورہ چورنوں اور ہاضم نمکوں سے بالکل نرالا ہے۔ اور مقناطیس کی طرح معدہ اسکو اور وہ معدہ کو قبول کرتا ہے۔

چار چاولوں سے ایک رتی تک مقدار خوراک ہے۔ جو پانی سے کھایا جاتا ہے۔ بغیر پانی کے بھی کھا سکتے ہیں۔ غلط کاریوں کے خراب معدہ کی تو اکسیر ہے۔ مگر اور مریض بھی جنکو یہ شکایت ہو۔ کہ کھانا کھا کر جی متلا ہو جاتا ہو۔ کھانا چھاتی پر رکھا معلوم ہوتا ہو۔ کھٹی ڈکاریں آتی ہوں۔ یا ثقیل غذا کھانے سے طبیعت گراں ہو تو ایک خوراک ان کی شکایت زائل کر دے گی۔

کھانسی کے بیمار رات کو سوتے وقت کھالیں۔ آرام سے سوئیں گے کھانسی بالکل نہ ستائے گی۔

زیادہ سے زیادہ چالیس دن۔ اور کم سے کم اکیس دن استعمال کرنا چاہیئے۔ دو وزن کی شیشیاں ہیں۔ ایک میں چالیس دن کی خوراک ہے۔ دوسری میں اکیس دن کی۔ **قیمت بڑی شیشی ۱۰ر چھوٹی ۵ر** +

فقیری چٹکی

کھانا کھا کر تبخیری ہوتی ہو۔ قبض رہتا ہو۔ دیر ہضمی کی شکایت ہوتی ہو۔ برے برے خواب نظر آتے ہوں۔ حافظہ خراب ہو گیا ہو۔ تو فقیری چٹکی کھانے کے بعد استعمال کیجئے۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک میٹھی چٹکی ہے۔ ایک نمکین ہے۔ میٹھی چٹکی صبح شام کھانے کے بعد پانچ پانچ ماشہ کھائی جائے گی۔ اور نمکین چٹکی صبح و شام ڈھائی ڈھائی ماشہ کھانی چاہیئے۔ ایک شیشی میں سات دن کی خوراک ہے میٹھی چٹکی کی شیشی **قیمت ۶ر** نمکین چٹکی کی شیشی قیمت ۵ر [illegible]۔ جنکو مٹھاس موافق ہو وہ میٹھی چٹکی کھائیں ورنہ نمکین۔ اثر دونوں کا ایک ہے +

یاد رکھیئے کہ معدہ کی یہ دونوں دوائیں اپنے اپنے اثر میں لاجواب ہیں۔ یہ ضرورت نہیں کہ دونوں کا ایک دم استعمال شروع کیا جائے۔ بلکہ ایک کو ان میں سے منتخب کر لینا چاہیئے +

دستگیر روزانہ صبح شام دو دو گولیاں کھائی جائیں تو جوانی کا وہ جوش پیدا ہو جاتا ہے جس کی بدولت نادان غلط کاری کے

سات چھارے

جب معدہ کی حالت درست ہو جائے گی تو خون پیدا ہوگا اور مادہ تولید بڑھے گا۔ اسوقت ضرورت ہے کہ مادہ تولید کی رقت کا بندوبست کیا جائے۔ کیونکہ غلط کاریوں اور بے اعتدالیوں کی وجہ سے مادہ پتلا پڑ جاتا ہے۔ اور مریض کو اکثر احتلام و جریان کی شکایت ہو جاتی ہے۔

جریان کی تو آج کل عالمگیر شکایت ہے۔ اور ہزاروں نسخے اسکے استعمال کئے جاتے ہیں۔ مجھے سات چھارے کی ایک عجیب دوا حاصل ہوئی ہے جو صدہا جگہ آزمائی اور ہر مقام پر مفید اور عجیب مفید ثابت ہوئی۔ احتلام تو قطعاً بند ہو گیا۔ اور جریان بھی رفتہ رفتہ جاتا رہا۔ تجربہ کرنے والے مریضوں نے کہا کہ قوت باہ میں بھی اس دوا نے اکسیر کا کام دیا۔ حالانکہ یہ احتلام اور جریان کے لئے ہے۔ میں نے کہا کہ جب مادہ کا پتلا پن دور ہوا اور غلظت پیدا ہوئی تو باہ کی تقویت تو خود بخود ہوگی۔ کیونکہ وہ قوت اسکے ماتحت ہے۔

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک معدہ درست نہ ہو چھارے کی دوا کام نہ دے گی۔ اول کچھ دن معدہ کا علاج کرلو۔ اور جب ہضم درست ہو جائے تو سات چھارے سات دن کام میں لاؤ۔

ترکیب یہ ہے کہ ایک چھارہ آدھ سیر گائے کے دودھ میں ڈال کر جوش دو۔ جب دو ایک جوش آجائیں تو اسکو ٹھنڈا کرکے پی جاؤ۔ پہلے چھارہ کھالو۔ چھارے کے اندر گٹھلی نہیں دوا رکھی ہوگی۔ اور اوپر کچا سوت لپٹا ہوا ہوگا۔ سوت کھول ڈالنا۔ چھارہ چبا کر کھالینا۔ اور اوپر سے دودھ پی جانا۔

کسی کو دودھ موافق نہ ہو۔ ریاح پیدا کرتا ہو۔ تو جوش کے وقت دودھ میں ادرک یا سونٹھ یا پان کی جڑ کی ایک ڈلی ڈال دینی چاہیئے۔ پھر ریاح پیدا نہ ہوں گے۔ رات کو کھانا بھی کم کھایا جائے۔ یہ سات چھارے سات دن میں طلسمی اثر دکھائیں گے۔ قیمت سات چھاروں کی عہ/ +

اگر گائے کا دودھ نہ ملے تو بکری یا بھینس کا استعمال کیجئے +

نگہبان جریان

ایک چلہ کا علاج ہے مگر یقینی مفید ہے۔ جریان کی جڑ بنیاد کھو دیتا ہے۔ چالیس گولیاں شیشی میں بند ہیں۔ ایک گولی صبح کے وقت دودھ یا تازہ پانی یا شیرہ بادام سے کھانی چاہیئے +

پرہیز۔ ترشی۔ مرچ۔ اور بادی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیئے +

قیمت چالیس گولیوں کی شیشی عہ/

پشت پناہ
(بے ضرر کشتہ ہے)

جریان کی مفرد دوا ہے۔ جڑی بوٹی سے پھونکی گئی ہے۔ اگر معدہ درست ہو تو فائدہ زندگی وقت اکسیر ہے۔ چالیس دن تک بالائی یا مکھن میں صبح کے وقت چار چاول روزانہ کھانی چاہیئے۔ مرچ۔ ترشی بادی چیزوں کا پرہیز ہے۔ چالیس خوراک کی قیمت (عہ/ر)

روح پرور
(بے ضرر کشتہ ہے)

یہ بھی بوٹی میں پھونکا ہوا کشتہ ہے۔ جریان۔ قوت باہ اور اعضائے رئیسہ کو از حد مفید ہے۔ دوسے چار چاول تک بالائی یا مکھن میں صبح کے وقت کھانا چاہیئے۔ خوب بھوک لگیگی۔ اور جو کھاؤ گے ہضم ہو جائیگا چالیس خوراک کی قیمت عہ/ر بیس خوراک کی قیمت ۱۰/ر

روح الارواح
(بے ضرر کشتہ ہے)

یہ نہایت قیمتی کشتہ ہے۔ جو والیان ملک کے سوا اور کسی کو میسر آنا دشوار ہے۔ تمام اعضائے رئیسہ کی ارواح کیلئے روح کامل پیدا کرنیوالا ہے۔ قوت باہ کو اس سے زیادہ کوئی چیز مفید نہیں۔ بھوک لگاتا ہے۔ دل میں فرحت اور جوش جذبات پیدا کرتا ہے۔

ایک چاول بالائی یا مکھن میں کھایا جائیگا۔ یہی چیز ہے جسکی ایک خوراک کے عوض امیر لوگ اشرفیاں دیتے ہیں۔ قیمت سولہ خوراک عہ/ر (دو روپیہ)

غلط کار کا سہارا

اور جسقدر دوائیں لکھی گئیں وہ کھانے کی تھیں۔ یہ دوا لگانے کی ہے جس سے غلط کاری کا خراب شدہ تحلیل ہو جائے گا اور عضو کی تمام شکایتیں جاتی رہیں گی۔ بغیر آبلہ کے پھولی ہوئی رگوں کا گندہ اور زہریلا مادہ خارج ہو جائیگا۔ ایک ماشہ آگ پر گرم کرکے سر اور سیون بچا کر طلا کیا جائے اور بنگلہ پان سینک کر کچے سوت سے اوپر

باندھ دیا جائے۔ صبح نیم گرم پانی سے دھو دیا جائے گیارہ دن استعمال کرنا چاہیئے ٹھنڈے پانی سے طہارت نہو۔ ترشی تیل اور بادی چیزیں نہ کھائی جائیں۔ اپنا دھیان ہو گا آبلہ نہیں پڑیگا۔ مگر گرم مزاج لوگوں کے ہاں چھوٹے چھوٹے دانے پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ کیفیت پیش آئے تو دو روز علاج کا استعمال ترک کر کے چنبیلی کا تیل مالش کرنا چاہیئے۔ اور بعد علاج شروع ہو۔ اسطرح بغیر تکلیف کے عضو کی خرابیاں درست ہو جائینگی گیارہ دن تک استعمال کے قابل دوا کی قیمت صرف عہ ر

حصار سوزاک

پسی ہوئی دوا ہے۔ چار چاول بالائی یا مکھن میں سات دن کھائی جائے۔ ترشی مرچ بادی کا پرہیز رہے اور چھ ماشہ شہد چھ تولہ تازہ پانی میں گھول کر پچکاری ہمیشہ یا تین دن دی جائے اور اسکے بعد چار دن پچکاری کی دوا جس کی ترکیب آگے درج ہے استعمال ہو۔ حصار سوزاک کی قیمت سات دن کی خوراک ۸ ر

سوزاک کی پچکاری

پچکاری کی دوا شیشی میں چار ماشہ ہے۔ ایک ماشہ صبح کے وقت سیر بھر تازہ بکری کے دودھ میں گھول کر پچکاری لی جائے تو تین دن شہد کی پچکاری اور چار دن اس دوا کی پچکاری۔ اسطرح سات دن میں سوزاک جڑ بنیاد سے جاتا رہیگا پچکاری میں پانی نہ بہت گرم ہو نہ بہت ٹھنڈا ہو قیمت ۸ ر

شفائے آتشک

بیالیس گولیوں کی شیشی ہے۔ استعمال شروع کرنے سے پہلے ہلکا سا جلاب لینا چاہیئے۔ اس کے بعد دو گولیاں بالائی میں لپیٹ کر روزانہ صبح کے وقت کھائی جائیں۔ اکیس دن تک استعمال رہے۔ اس زمانہ میں گوشت مرچ ترشی۔ مٹھاس بالکل نہ کھانا چاہیئے۔ البتہ گھی خوب کھائے کیونکہ ان میں آتشک بالکل جاتی رہیگی دوا کیسی ہی پرانی ہو قیمت عہ ر

ویگر

امساک کا شوق برا شوق ہے۔ اس سے آگے جاکر اعصاب کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس دوا میں غیر معمولی اثر ہے اور ضرر بالکل نہیں۔ ایک گھنٹہ پہلے آدھ پاؤ دودھ کے ساتھ ایک گولی کھائی جائے اگر اس رات کو ناغہ کیا جائے تو اثر زیادہ ہوگا ایک قیمت گولیوں کی شیشی قیمت عہ ر

لطف مزید

طرفین کے لطف مزید کی پر تاثیر دوا ہے۔ قیمت ایک شیشی ۸

بواسیر شکن

اکیس گولیوں کی شیشی ہے۔ ایک گولی روز صبح کے وقت تازہ پانی سے کھائی جائے۔ خونی بادی اور ہر قسم کی بواسیر کو مفید ہے۔ بعض مزاجوں میں خشکی پیدا کرتی ہے۔ اگر اسکی شکایت ہو تو گائے کا مکھن استعمال کیا جائے۔ بادی چیزوں کا پرہیز ہے۔ قیمت ایک روپیہ عہ ر

خوشس ایام – جن عورتوں کو ایام نہیں آتے وہ بیمار رہتی ہیں۔ جسم موٹا ہو جاتا ہے۔ ورزش بند کر

خرابی یہ ہے کہ وہ بچا رہا ہے۔ ورنہ ادرار جاتی ہیں۔ بعض مستورات کو ایام کم اور بے قاعدہ آتے ہیں اس سے بھی صدہا تکالیف کا سامنا ہوتا ہے اگر خوش ایام گولیاں چالیس دن تک کھلائی جائیں تو بہت جلد ایام جاری ہو جائیں گے اور باقاعدہ آنے لگیں گے۔ شربت بزوری سندل دو تولہ اور عرق مکو دو تولہ کے ساتھ ایک گولی کھانی چاہیئے ترش اور مرچ کا پرہیز۔ خشکی کا مریض بالکل نہ آنے دیں وہ چالیس دن استعمال کریں اور جنکو درد کے وقت تکلیف ہوتی ہو گی وہ ان ... گولیوں کی قیمت ۶/ گیارہ دن کی ۳/

بندش سیلان

ایام کی زیادتی اور بے قاعدہ زیادتی عورتوں کو نیم مردہ کر دیتی ہے بعض مستورات کو سفید رطوبت آتی ہے ان تمام شکایتوں کے لئے یہ سفوف اکسیر ہے۔ چھ ماشہ یہ سفوف آملہ کے مربہ میں چاندی کے ورق کے ساتھ صبح نہار منہ کھلانا چاہیئے گیارہ دن کی خوراک ایک شیشی قیمت ۱۲/

آسیب کی ہلاس

بعض نوجوان عورتوں کو ایک مرض سے سابقہ پڑتا ہے جس میں وہ مجنونانہ حرکتیں کرتی ہیں۔ آنکھیں لال ہو جاتی ہیں۔ تن بدن کا ہوش نہیں رہتا۔ زبان سے اول فول بکتی ہیں اور بے سر و پا باتیں کہتی ہیں۔ اور گھر والوں کو آسیب کے خلل کا شبہ ہوتا ہے لیکن وہ محض ایک مرض ہوتا ہے۔ فقیر اور تعویذ گنڈے کرنے والے لوگ اگر آسیب کی ہلاس کو پاس رکھیں تو انکو عجب تماشہ نظر آئیگا۔ جسوقت دورہ ہو فوراً اس دوا کی شیشی کی ڈاٹ کھولکر مریضہ کو سونگھا دو۔ فوراً اچھی ہو جائیگی اگر بیہوش ہو تو ہوش آجائے گا جسوقت یہ علاج کیا جائے مریضہ کے پاس خوشبودار کوئی چیز نہ ہو مثلاً پھول۔ لوبان وغیرہ سب اوس سے دور کر دیا جائے۔ اگر اس ہلاس سے کمی معلوم ہو اور فائدہ نظر آئے تو آسیب بند بتی کسی ہوشیار دائی کے ہاتھ سے مخفی حصہ میں استعمال کرائی جائے۔ ایکدن یا حد سے حد دو تین دن میں بالکل آرام ہو جائیگا ہوش کی ترکیب دوا کے ساتھ ملے گی۔ قیمت شیشی ہلاس آسیب ۶/ بتی آسیب نمبر ۴/

مسان ویران

بعض عورتوں کو یہ روگ ہوتا ہے کہ ان کے بچے زندہ نہیں رہتے۔ سوکھ سوکھ کر مر جاتے ہیں یا پسلی کے خلل سے مر جاتے ہیں اس کو مرض بھی کہتے ہیں۔ بچے ضائع ہو جاتے ہیں اسکو مسان کی بیماری بھی کہتے ہیں۔ اگر بچے کو شروع سے گولی دیجائے تو انشاء اللہ سلامتی ہو گی اور یہ مرض پھر نہ ہوگا۔ چھ مہینہ کے بچے کو ایک گولی۔ سال بھر کے بچے کو دو گولیاں۔ تین سال کے بچے کو سہ گولیاں دیجائیں۔ چالیس دن برابر استعمال ہو۔ اگر مسان نہ ہو۔ بچے کو کھانسی۔ بلغم کی زیادتی ہو یہ گولیاں بہت مفید ہونگی قیمت چالیس گولیونکی شیشی ۱۰/

گرفت مسان

اگر بچہ کو مرض مسان کا دورہ ہو رہا ہو تو فوری فائدہ کا علاج یہ گولی ہے۔ سونف کے عرق میں گھول کر بچے کو پلا دیجئے۔ قے ہوگی یا دست آجائے گا۔ اور فوراً سکون پیدا ہوگا۔

بڑی عمر کے لوگ بھی جن کو قبض کی شکایت ہو۔ تو یہ دو گولیاں چبا کر کھا لیں۔ یا پانی میں گھول کر پی جائیں۔ سویرے اُٹھ کر صاف اجابت ہو جائے گی۔ آٹھ گولی کی شیشی قیمت ۲/

کھانے کا سرمہ

آنکھوں میں دھند ہو۔ سرخی رہتی ہو۔ پانی بہتا ہو۔ تو دو گولیاں صبح نہار منہ کھلا دی جائیں اور اوپر سے تولہ بھر کھوپرا چبا کر تھوک دیا جائے۔ یعنی عرق چوس کر پھوک پھینک دینا چاہیے۔ یہ عجیب گولیاں ہیں۔ جن کے کھانے میں سرمہ کی تاثیر ہے۔

اور بلغمی کھانسی ہو تو یہی دو گولیاں سوتے وقت کھائی جائیں۔ کھانسی کی تکلیف جاتی رہیگی مگر خشک کھانسی والے یا گرم مزاج والے استعمال نہ کریں۔

تیسرے دن یا چوتھے دن کے جاڑے بخار کو بھی بے حد مفید ہیں۔ باری سے دو گھنٹے پہلے گولیاں کھالی جائیں۔ تازہ پانی سے۔ خدا نے چاہا۔ بخار جاتا رہے گا۔

چالیس گولیوں کی شیشی قیمت ۱۲ ارتیس کی شیشی ۸/

یہ سب دوائیں بہت احتیاط کے ساتھ صاف شیشیوں اور ڈبیوں میں روانہ کی جاتی ہیں۔ اور پارسل نہایت عمدگی سے بنایا جاتا ہے۔ اور اس کا تمام خرچ خریدار سے نہیں لیا جاتا کیونکہ یہ دوائیں تجارتی نفع کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے بنانے اور روانہ کرنے میں جو کچھ خرچ ہوتا ہے۔ اسی کے حساب سے قیمت مقرر کی گئی ہے۔

درخواست خریداری بنام

پیرزادہ سید محمد صادق کارکن حلقۃ المشائخ

عرب سرائے دہلی آنی چاہیئے

کتاب مرشد کے قواعد

(۱) اس کتاب کا ہر مہینے ڈیڑھ جز یعنے ۲۴ صفحے شائع ہونگے۔ مگر بعض اوقات ایک مہینے کے اندر چھ جزو بھی ہوجائینگے۔ اور بعض اوقات تین چار مہینے کا مجموعہ شائع ہوگا۔ غرض ایک سال کے اندر مقررہ تعداد اٹھارہ جز کی ناظرین کو پہنچ جائے گی ٭

(۲) قیمت سالانہ پیشگی لی جائیگی۔ سہ ماہی اور ششماہی کا حساب نہیں ہے۔ سب سال بھر کی قیمت وصول کی جائے گی ٭

(۳) خریداری کی درخواست اور قیمت پیرزادہ محمد صادق صاحب رکن حلقۃ المشائخ عرب سرائے دہلی کے نام بھیجئے ٭

فہرست کتب اعمال قرآنی

سورہ فاتحہ کے مجرب اعمال۔ سینہ بسینہ عملیات کا مجموعہ ہے حضرت محی الدین ابن عربی۔ علامہ بونی وغیرہ نامور بزرگان دین سے منقول ہیں ہر دینی و دنیاوی مقصد کے لئے تیر بہدف تاثیر ہے۔ قیمت ۳ر ٭

مجموعہ اعمال آیۃ الکرسی۔ اور آیت کریمہ و نادعلی مع اسناد و خواص کے قیمت ۲ر ٭

مجموعہ اعمال سورہ یسین شریف۔ مع موکل و طریقہ زکوۃ قیمت ۲ر ٭

مجموعہ اعمال سورہ مزمل مع موکل طریقہ زکوۃ قیمت ۴ر ٭

مجموعہ اعمال سورہ اخلاص با موکل مع طریقہ زکوۃ قیمت ۲ر ٭

مفید الکونین۔ اعمال کی نہایت عمدہ کتاب ہے قیمت ۵ر ٭

مفلسی کا علاج از حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت ار ٭

خاکسار عالم غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک دہلی سے منگائیے

تصنیفات حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
میلاد نامہ	عمر	سیر دہلی	۸ر	بچوں کی کہانیاں	[illegible]
محرم نامہ	عمر	کرشن بیتی باتصویر	عہ ر	قبروں کے غیبی نوشتے	۸ر
سی پارۂ دل مجموعۂ مضامین		اعمال حزب البحر	۸ر	شیخ سنوسی ہر حصہ	عمر
خواجہ حسن نظامی	عمر	غدر دہلی کے افسانے	۴ر	اردو دعائیں	۶ر
سفرنامہ مصر و شام و حجاز		روزنامچہ مہت	۸ر	اتالیق خطوط نویسی ہر دو حصہ	۱۰ر
باتصویر	سے ر	پورا سیگزین	۵ر	مجموعہ خطوط خواجہ حسن نظامی	۱۲ر
ایضاً بلا تصویر	عہ	بیوی کی تعلیم	۱۲ر	یسل کی عیدی	۲ر
کرم نورت	عمر	جگ بیتی	۶ر	اسلام کا انجام	۴ر
اسرار	سمر	انتخاب اخبار توحید	عمر	چٹکیاں گدگدیاں	۸ر

انتباہ

یہ قیمتیں بلا جلد کتابوں کی ہیں۔ سنہری سرفوں کی خوبصورت

جلد بندی ہوئی کتاب کی قیمت میں فی جلد ۱۲ آنے کا اضافہ ہوگا۔

یہ سب کتابیں

کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگائیے

ٹریکٹ نمبر ۲

منجانب

مدرسۃ الٰہیات کانپور

جس میں

مسئلہ اصول ازدواج

جو حیوان پر انسان کو، وحشی پر شایستہ کو، اور کمینے پر شریف کو ممتاز کرتا ہے
آریہ سماجی دھرم کے مطابق دکھایا گیا ہے

مع ۴۰ جدید سوالات کے

سنہ ۱۹۱۰ء میں

محمد رحمت اللہ رعد کے اہتمام سے

نامی پریس کانپور میں چھاپا گیا

از حافظ احمد اللہ آنریری سکریٹری مدرسۃ الٰہیات کانپور نے شائع کیا

تعداد جلد ۱۲۰۰ — قیمت ... صرف محصول ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

[illegible] سے مرد و عورت کے تعلق ازدواج کو جسقدر ضروری [illegible] ہے محتاج بیان نہیں" دنیا کے ہر مذہب و ہر ملت کا اس [illegible] کرنا اور اپنی اپنی بساط کے اندر اس کے متعلق ضوابط [illegible] کرنا اس کی ضرورت پر کافی شہادتیں اور عقیدہ دلائل ہیں"

[illegible] جسقدر ضروری ہے اسی قدر مذاہب کے مختلف پہلوؤں [illegible] شکل صورت میں مختلف [illegible] گیا ہے" اور میں [illegible] کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں جسقدر اختلافات پیدا ہو گئے [illegible] انسانوں کو اس پر غور کرنے کی ضرورت بڑھ گئی ہے [illegible] اس کی مختلف بری بھلی شکلوں میں کسی بہتر شکل کو پسند کر کے [illegible] اور باقی شکلوں کو ردی سمجھکر چھوڑ دیں"

غرض [illegible] سے یہ مضمون لکھا جا رہا ہے مگر افسوس ہے کہ وہ اپنے

مختصر دائرہ مین جملہ مذاہب وملل کے خیالات (جو اس مسئلہ سے متعلق ہین) کے تذکرون اور انمین باہمی موازنون کی گنجایش نہین رکھتا بلکہ اس کا اصلی غرض صرف اس قدر ہے کہ وہ خاص ویدک دھرم کے اُن خیالات کو جو اس مسئلہ سے تعلق رکھتے ہین تنقیدانہ نظر سے پبلک مین پیش کرے اور اپنے جد وجہد سے دنیا کو اس فیصلہ کا موقع دے کہ ویدک دھرم جو آریہ سماج کے دعوے کے بموجب ساری دنیا کا اکیلا اور صرف تنہا سچا مذہب ہے اس مسئلہ خاص مین کیا وزن رکھتا ہے،،

مین جو کچھ لکھ رہا ہون انصاف سے اور انصاف کے لیئے لکھ رہا ہون،، لہذا آریہ سماج سے میری گذارش بیجا نہ ہوگی کہ وہ اس مختصر مگر ضروری رسالہ کو مدافعت ومخاصمت کیلیے نہ پڑھے بلکہ حق طلبی ومصالحت کے لیے،،

اس فقرہ سے میرا مطلب یہ ہے کہ وہ اس رسالہ کو بھی ٹریکٹ نمبرا (مدرسۃ الٰہیات کانپور) کے مانند نگاہ غلط انداز سے دیکھ کر خاموش نہ ہوجاوے نہ یہ کہ اپنی پرانی عادت کے موافق ہمکو گالیون سے سرفراز کرے۔ بلکہ علمی متانت وسنجیدگی سے میری تحریر پر اظہار خیالات کرکے پبلک کو آگاہ کردے کہ اسنے ہماری کتنی نصیحتون پر عمل کیا ہے اور کتنی نصیحتین مسترد کردی ہین،،

ناظرین اصل مقصد سے پہلے چند ضروری تمہیدی اصول (جو ذیل مین مندرج ہین) یاد رکھنے چاہئین،،

تمہدی اصول

(۱) ویدک دہرم کی اصطلاح مین نیوگ کو بھی دواہ (بیاہ) کہتے ہین جسکی دو زبردست شہادتین ہین۔ ایک یہ کہ ہر جگہ نیوگ کرنے والے مرد کو عورت کا خاوند کہا گیا ہے (مثلاً) رگوید منڈل ۔ ۱۰ ۔ سوتر ۔ ۱۰ مین یہ الفاظ موجود ہین "

"اے بیوہ عورت تو اس مرے ہوے خاوند کی امید چھوڑ کر باقی مردوں مین سے دوسرے زندہ خاوند کو حاصل کر"

دوسرے یہ کہ اکثر جگہ منو نے نیوگ کو وِواہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے (مثلاً) ایک جگہ لکھتے ہین "

"شراب پینے والی اور سادھوؤن کی سیوا نہ کرنے والی اور دشمنی کرنیوالی .... عورت ہو تو دوسرا وِواہ کرنا چاہئیے" "

ادھیاے ۹ ۔ سوتر ۔ ۸۰ "

(۲) آریہ سماج نے طے کرلیا ہے کہ ویدک دھرم مین ذات پات کا کچھ لحاظ نہین ہے لفظ "وَرن (جس سے پرانے ہندو ذات مراد لیا کرتے ہین) سے ہمیشہ انسانی اوصاف مراد لینا چاہیئے نہ کہ نسب وخاندان۔ مثلاً برہمن وَرن سے عمدہ صفات کا عالم مراد ہے نہ پنڈت خاندان کا شخص" ثبوت کیلیے سوامی دیانند کی یہ تحریر پڑھو "دھرم پر چلنے سے ادنے ورن اپنے اعلے ورن کو حاصل کرتا ہے اور وہ اُسی مین گنا جانا چاہیے" ستیارتھ پرکاش صہ ۱۱۳ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہین " یہ اوصاف واعمال کے مطابق ورنون کی بیوستھا

(۲) لڑکیوں کی ۱۶ ویں برس اور مردوں کی ۲۵ ویں برس کے امتحان میں مقرر کرنی چاہیے اور اسی طریقہ سے یعنے برہمن ورن کا برہمنی - کھشتری ورن کا کھشترانی - ویش ورن کا ویش عورت اور شودر ورن کا شودر عورت کے ساتھ بیاہ ہونا چاہیے ،، ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۴ ،،

(۳) سماج کا یہ مسئلہ ہے کہ بیاہ اور نیوگ دونوں کا اصلی مقصد حصول اولاد ہے نہ کہ دفع شہوت جس کا صاف لفظوں میں یہ مطلب ہوا کہ اگر مرد و عورت محض خواہش نفسانی سے بیاہ یا نیوگ کرتے ہیں تو وہ بدکار اور شہوت پرست ہیں اور دھرم انکو اپنے دائرہ سے باہر سمجھتا ہے، چنانچہ سوامی جی نیوگ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ،،حاصل کلام مذکورہ بالا طرق سے دس اولاد تک ہو سکتی ہیں پیچھے شہوت پرستی سمجھی جاتی ہے ۔ اس سے پتت یعنی گرے ہوئے گنے جاتے ہیں اور اگر بیاہی عورت مرد بھی دسویں حمل سے زیادہ صحبت کریں تو شہوت پرست اور لائق مذمت ہوتے ہیں یعنے بیاہ یا نیوگ اولاد ہی کیلیے کیے جاتے ہیں اندھا دھند شہوت رانی کے لیے نہیں ،، ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۵۱

(۴) سماجی فرقہ میں یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ سب انسانوں کے لیے عموماً اور رنڈوے مردوں اور رانڈ عورتوں کے لیے خصوصاً اول درجہ کی بہتر حالت برہمچریہ تجرد ، ہے ،، نکاح یا نیوگ ادنے درجہ کی بات ہے اور اس صورت میں جائز ہے جبکہ کسی شخص میں برہمچریہ رکھنے کی طاقت نہو ،،

سوامی صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں "اگر
عورت مرد برہمچریہ مین قائم رہنا چاہین تو کوئی بھی خرابی برپا نہ ہوئی اور
اگر خاندان کے سلسلہ کو جاری رکھنے کیلیے اپنی ذات وات کا لڑکا گود
لے لین گے اُس سے خاندان چلے گا اور زنا کاری بھی نہ ہوگی اور
اگر برہمچریہ نہ رکھ سکین تو نیوگ کرکے اولاد پیدا کرلین " ستیارتھ پرکاش
صفحہ ۱۲۴ " دوسری جگہ ارشاد ہے "جیسے جسم مین سر کی ضرورت ہے
ویسے ہی آشرمون (مراتب) مین سنیاس آشرم کی ضرورت ہے...
... کیونکہ سنیاسی کو سچے علم سے موجودات کے ایسے علم کی ترقی کرنے
کیلیے جتنی فرصت ملتی ہے اتنی دوسرے آشرم والے کو نہین مل سکتی
مگر جو برہمچریہ سنیاسی ہوکر جسقدر ترقی کر سکتا ہے اتنی گرہستہ یا بان پرستھ آشرم
اختیار کرکے سنیاس لینے والا نہین کر سکتا " ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۰
اس سے زیادہ صاف وہ شہادت ہے جو ہمکو منو کے اوراق مین ملتی ہے
ذیل کے اقتباسات پر غور کرو "بعد وفات اپنے شوہر دوسرے
شوہر کا نام بھی نہ لیوے .... اگر کہو کہ بدون اولاد کے سورگ
نہین ملتا اسلیے اولاد کے واسطے دوسرا شوہر کرنا چاہیے اسکا جواب
یہ ہے کہ کئی ہزار کمار برہمچاری برہمن بدون ہونے اولاد کے
سورگ چلے گئے اس بات کو سمجھ کر بدون اولاد کے نیم اقامت دھرم
سے رہے .... جو عورت اولاد ہونے کی طمع سے
دوسرے پت سے جماع کرتی ہے وہ دنیا مین بدنام ہوتی ہے
اور عاقبت مین پت لوک (عالم شوہر) کو نہین پاتی " منو سمرتی
ادھیائے ۵ - سوتر ۱۵۷ - ۱۵۹ - ۱۶۱ "

(۵) آریہ سماج مدعی ہے کہ ویدک دھرم ساری دنیا کا اکیلا مذہب اور ہر زمانہ اور ہر قوم کی ضرورتوں کا پورا کرنے والا دھرم ہے"۔

(۶) آریہ سماج وید کے بعد منوسمرتی کو دباستثنا چند جعلی شلوکون کے جنپر نوٹ موجود ہین) معتبر و مستند کتاب تسلیم کرتا ہے" اور صرف زبانی ہی نہین بلکہ یون کہ یہی کتاب ستیارتھ پرکاش کا اصلی ماخذ بنائی گئی ہے اور سوامی جی ہر وشئے (بیان) مین اس کتاب کے حوالجات وسندات سے اپنے خیالات کو مدلل و مستحکم فرماتے ہین"

پہلا باب

کچھ شک نہین کہ نسل انسانی کی باقاعدہ اور مفید ترقی کا سارا دارمدار مسئلہ ازدواج پر ہے اور چونکہ مذہب کی پہلی غایت نسل انسانی کا بقا اور اسکی دنیاوی آراستگی ہے اسلیے مذہب بھی اپنی ہستی مین مسئلہ ازدواج کا محتاج ہے اور اس لیے "مذہب" کا پہلا فرض ہے کہ وہ نسل انسانی کو "مسئلہ ازدواج" پر زور کے ساتھ توجہ دلاے، اسکے دشمن اور مخالف فریقون کی تردید کرے۔ اور بعد "مسئلے ازدواج" کی بہتر سے بہتر صورت انسانون کے سامنے پیش کرے تاکہ وہ اسکی دوسری خراب اور ضرر رسان صورتون سے بچ کر اپنی زندگی کو خوشنما اور راحت خیز بنا سکین"

دنیا کے جملہ مذاہب مین یہ عزت اور فخر صرف ایک مذہب کو حاصل ہے اور وہ تیرہ سو برس کا جدید مگر آخر دنیا تک کا ابدی مذہب مذہب اسلام ہے"

بانی اسلام نے اپنے الٰہی ارشاد النکاح من سنتی فمن رغب عنہ فلیس منی (نکاح میرا طریقہ ہے پس جو شخص اس سے متنفر ہوا وہ میرے (پیروؤن) مین سے نہین ہے) سے مسئلہ ازدواج کی فرضیت کو جس نمایان طرز پہ ثابت فرمایا ہے وہ انسانی دنیا کی طرف سے بے شمار تشکریہ و تحسین کے قابل ہے۔ آپ کا دوسرا ارشاد "لا رهبانية في الاسلام (اسلام مین رہبانیت نہین ہے) مسئلہ ازدواج کے دشمن ہستی کی تردید اور اُسکے قلع و قمع کے لیے جیسا کافی ہتیار ہے ظاہر ہے آپنے ازدواج کی سیکڑون ہزارون صورتون مین سے جو معتدل صورت منتخب کر کے دنیا کے سامنے پیش کی ہے اُسکی اہمیت دیگر مذاہب کی تجویز کردہ صورتون کے موازنہ و مقابلہ سے نظر آ سکتی ہے"

یہ باب اسی مقصد کے لیے قائم کیا گیا ہے مگر جیسا مین پہلے بھی کہہ چکا ہون "اسلام اور تمام مذاہب سے موازنہ کرنا اس رسالہ کا منتہای نظر نہین ہے بلکہ صرف "ویدک دھرم اور اسلام کا موازنہ" اور اسلیے اس باب مین ناظرین کو صرف اس ایک موازنہ پر قناعت کرنی چاہیئے"

مسئلہ ازدواج کے متعلق، ویدک دھرم کے اصولی قواعد جو غور کے ساتھ قابل بحث ہین خود سوامی دیانند صاحب کے الفاظ مین حسب ذیل درج کیے جاتے ہین"

(۱) جو لڑکی کہ مان کے خاندان کی چھ پشتون اور باپ کے گوتر (نسب) کی نہ ہو اُس سے شادی کرنی چاہیے"

(۲) سولھوین برس سے لے کر چوبیسوین برس تک لڑکی اور پچیسوین

برس سے لے کر اڑتالیسوین برس تک مرد کی شادی کا وقت اچھا ہے ان مین سے جو ۱۶ اور ۲۵ برس مین بیاہ کرے تو ادنے درجہ کا اگر ۱۸ اور ۲۰ برس کی عورت اور ۳۰ - ۳۵ یا ۴۰ برس کے مرد کا بیاہ ہو تو درمیانہ درجہ کا اور اگر ۲۴ برس کی عورت اور ۴۸ برس کے مرد کا بیاہ ہو تو اعلے درجہ کا ہے " ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۰۱

سوامی جی نے اسی قاعدہ کے متعلق منو کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے اس قاعدہ کی فرضیت وضرورت پر پوری روشنی پڑتی ہے ہم اسکا نقل کر دینا بھی مناسب سمجھتے ہین " چاہے لڑکا لڑکی موت تک کنوارے رہین لیکن اس برن یعنی باہم مخالف وصف عمل فطرت رکھنے والون کا بیاہ کبھی نہ ہونا چاہیے " ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۰۰

(۳) برہمن ورن کا برہمنی - کشتری ورن کا کشترانی - ویش ورن کا ویش عورت اور شودر ورن کا شودر عورت کے ساتھ بیاہ ہونا چاہیے ستیارتھ پرکاش منو نے اس قاعدہ کو اور صاف کر کے لکھا ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش) " ... مین کے راج مین ہر ایک ورن سے تواوا اور نیوگ کیا جاویگا چونکہ پشو (جانور) کے برابر کام ہے اگرچہ راجہ ... نے جائز قرار دیا لیکن برہمنون نے اسکو ناجائز بتلایا - منو ۹ - ۶۶

(۴) عورت یا مرد کا بچھوڑا (جدائی) کبھی نہ ہونا چاہیئے (یعنی طلاق دینا ناجائز ہے) ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۳

(۵) سوامی دیانند نے حسب ذیل سوال " عورت اور مرد کے بہت بیاہ ہونے جائز ہین یا نہین " قائم کر کے اسکا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہین کہ " ایک وقت مین نہین " ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۳

(۲) جس عورت یا مرد کا پانی گرہن ماتر سنسکار ہوا ہو (محض رسومات شادی ادا ہوئی ہون) اور میل (جماع) نہ ہوا ہو یعنی جو اکشت یونی استری (باکرہ عورت) ور اکھشت ویرج مرد ہو اُن کا دوسری عورت یا مرد کے ساتھ پنرو واہ (مکرر ازدواج) ہونا چاہیے۔ اس سے کیا نتیجہ نکلا کہ برہمن کشتری، اور ویش و شودرون مین، کھشت یونی عورت اور کھشت ویرج مرد (جنکی مجامعت ہو چکی ہو) کا پنرودواہ (مکرر بیاہ) نہ ہونا چاہیے،،

تینون پہلے اصول فی نفسہ کچھ اہمیت و معقولیت رکھتے ہون یا نہ رکھتے ہون مگر جن فلاسفیون پر انکی بنیادین رکھی گئی ہین اُن کے لحاظ سے یقیناً نہایت غیر معقول اور ادنے ترین اصول ہین،، اور مجھے درد ناک افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس قسم کے مباحث کو دیکھکر سوامی جی کی مشہور ہند فلسفہ دانی اور لیاقت علمی مین بہت کچھ اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے، انمین سے پہلی اصل کی فلاسفی بیان کرتے ہوے سوامی دیانند صاحب فرماتے ہین ”یہ تحقیق شدہ بات ہے کہ غیر موجود چیز سے جو محبت ہوتی ہے وہ پاس کی چیز سے نہین ہوتی،، مین سوامی جی کے کل قائم مقامون سے پوچھتا ہون کہ ایا سوامی جی کا یہ کلیہ صحیح ہے؟ اور کیا تجربے اسکے خلاف شہادتین نہین پیش کرتے؟ اے کاش روزمرہ کے واقعات پر نگاہ ڈال کر نتیجہ نکالا جاتا تو طے ہو جاتا کہ گرد و پیش ہی کے نظارے دلون مین محبت کے بیج زیادہ بونے والے ہوتے ہین،، عشق و محبت کے افسانے اکثر اُس پاس ہی کے حُسن و جمال سے پیدا ہوتے ہین،، ہمکو دور دراز کے رہنے والون

اور خصوصاً اُن لوگون سے جن کے ہاتھ آنے کی اُمیدین کم ہون ۔ محبت کم ہوتی ہے، بلکہ مین کامل یقین سے کہتا ہون کہ محبت کی ترقی بھی قرب و اتصال ہی کا کرشمہ ہے ۔ اکثر لوگون کو اپنے ان اعزہ عورتون سے بلا کی محبت ہوتی ہے جو اُنکے محلہ ہی مین اور آس پاس ہی سکونت رکھتے ہین، اور اگر حسن اتفاق سے ایسونکی باہم مواصلت ہوگئی ہے تو اُنکی زندگیان کس لطف و آرام سے کٹتی ہین مین سخت تعجب مین ہون کہ سوامی جی کے علم و فضل کی نگاہین ان روزمرہ تجربات کے مشاہدہ سے کیونکر بند رہین، ہان شاید اسکے لائق جانشین بہ آواز بلند کہین کہ سوامی جی نے دور نزدیک سے اجگہ کی دوری نزدیکی مراد نہین لی بلکہ نسب کی دوری و نزدیکی، تو اب سوامی جی کا یہ مطلب ہوگا کہ قریب کے نسب والون سے محبت نہین ہوتی اور اجنبی لوگون سے زیادہ، مین کہون گا اب بھی قاعدہ غلط ہی رہا کیونکہ تجربات اسکے بھی خلاف ہین،، نہایت قریب رشتہ دارونکی محبت کے ایسے سیکڑون واقعات ہین جنکی تردید نہین کی جاسکتی،،

میرا خیال یہ ہے کہ محبت کا سودا نہ قریب سے بھاگتا ہے نہ دور پر لپکتا ہے،، اسکو جن سامانون کی ضرورت ہے وہ جہان ملین جس جگہ موجود ہون، وہین اپنا خیمہ نصب کرتا ہے پس سوامی جی کی یہ دور از تجربہ فلاسفی نہایت رکیک ہے اور اسکے جانشینون کو مناسب ہی کہ اس سے عبرت لین،، اسی قاعدہ کی دوسری فلاسفی سُنئے، سوامی جی فرماتے ہین جو بچے بچپن سے نزدیک رہتے ہین باہم کھیل لڑائی اور محبت کرتے ایک دوسرے کی خوبی نقص ۔ عادت یا بچپن کی بدچلنی کو

جانتے ہین اور تنگے بھی ایک دوسرے کو دیکھتے ہین اونکی باہم شادی ہونیسے محبت کبھی نہین ہوسکتی ''

افسوس آپ کو معلوم نہین کہ ایسے مرد وعورت جن کے بچپن سے ساتھ اور ایسے بے تکلفانہ میل وجول مین گذرے ہون بسا اوقات وہ اس بلا کی محبت کو دلون مین جگہ دے لیتے ہین کہ امتداد زمانہ کے زبردست ہاتھ بھی اسمین تغیر نہین پیدا کرسکتے ۔ اے کاش آپ نے عشق ومحبت کی ایسی دردناک کہانیان بھی پڑھی ہوتین جنکے حسرت نصیب ہیرو اسی قسم کے مرد وعورت تھے اور جنکو اسی قسم کی بے تکلفانہ زندگی کی بلاے جان محبت کے ہاتھون جانین تلف کردینا پڑین ،

کیون جناب کیا بچپن کی برھنگی کا نظارہ جوانی مین نفرت کا اثر پیدا کرسکتا ہے ، اگر یہی قانون ہے تو محلہ کے تمام بڑے بوڑھون کو اپنے محلہ کے بچون سے اُنکی جوانی کے زمانہ مین نفرت ہوجاتی ہوگی ، کیونکہ وہ جب اُن کو دیکھتے ہونگے انکے بچپنونکی برھنگیون کے نقشے اُنکی آنکھون مین پھرجاتے ہونگے اجی حضرت آپ جیسے مہاتمایوگیون اور مہاشے دودانون کو ایسی باریک نگاہیان ملی ہون تو ملی ہون مین نہین جانتا مگر ہم عام طبقہ کے انسانون کو اس سے مس بھی نہین ہوا اور قواعد ہین ہمارے حالات کے نہ کہ آپ جیسے رشیون کے ،، نقص وعیب بیشک نفرت انگیز چیزین ہین مگر کیا وہ ایسے بچون کو لازم بھی ہین جو باہم مل جل کر رہتے ہون ، اجی اگر ان بچون مین عیوب ہوسے تو بیشک ان کو اپنا جوڑا پسند نہ آئے گا

تو ایسون کا پیوند بھی نہ کیا جاوے) اور اگر نہ ہوسے بلکہ فرید بران دلکشیون کے سامان ہوے تو انکی باہم مواصلت کا شوق ہو گا اور اونکی مواصلت مناسب بھی ہوگی،، بہرحال کوئی قاعدہ کلیۃ تو نہ بنا جس سے ایسے رشتہ دارون کی شادی نامناسب ثابت ہوجاوے اور سنئے ،، نقص وعیب کا احتمال تو دور کی شادی مین بھی ہے ، اور ایسا بھی نہین ہے کہ طرفین کے نقص وعیب چھپ رہین تا کہ ایک کو دوسرے سے نفرت نہ پیدا ہو، کیونکہ آپنے خود ہی بیاہ کے طریقہ پر بحث کرتے ہوے فرمایا ہے "جب لڑکے یا لڑکی کی شادی کا وقت ہو.... تب اُن لڑکی اور لڑکون کا پرتی بمب، یعنی عکس جس کو فوٹو لیتے ہین یا تصویر اتار کر لڑکیون کی پڑھانے والیون کے پاس کنوارے لڑکون کے اور لڑکون کے استادون کے پاس لڑکیون کی تصویر بھیجدین جس جس کا روپ مل جائے اس اس کے اتی ہاس یعنی پیدائش سے لے کر اس دن کے جنم چرتر یعنے سوانح عمری کی کتاب ہو اُس کے پڑھانے والے منگوا کر دیکھین ،، کیون صاحب آپنے تو نقائص وعیوب کے ظاہر ہوجانے کا کافی سامان کر دیا ہے اب وہ کیسے چھپے رہ سکتے ہین ،، پس آپ کے قاعدہ کے مطابق اس احتمال کی ہوتے ہوے دور کے لوگون مین بھی شادی نہ ہونی چاہیے ،،

سوامی جی اس قاعدہ کی تیسری فلاسفی یہ بیان فرماتے ہین" جیسے پانی مین پانی ملنے سے نرالی صفت پیدا نہین ہوتی ویسے ایک گوتر باپ یا مان کے خاندان مین شادی ہونے سے دہاتو ون (دہات) کا اول بدل نہ ہونے سے ترقی نہین ہوتی،، مجھے اس

فلاسفی کو پڑھکر بار بار یہ حیرانی ہوتی ہے کہ دنیا مین اب قیاس کا
کوئی معیار بھی رہگیا ہے یا نہین، مین نے مانا کہ دو دہاتون کے
ملے بغیر ایک دہات کوئی ترقی نہین کر سکتی مگر کیا یہ قاعدہ زیر بحث
مسئلہ سے چسپان بھی ہے، کیا دو اجنبی خاندان کے اشخاص
دو دہاتون کے مانند یقیناً مختلف الخاصیت ہوتے ہین، اور ایک
خاندان کے دو آدمی ایک دہات کے مانند یقیناً ایک حالت
رکھتے ہین، اگر مزاج، وصف، اور رنگ و روپ سے انسانی خاصیت
کا اندازہ لگایا جاتا صحیح ہے تو مین نہایت دعوے کے ساتھ سوامی جی
کے اس قیاس کو غلط کہنے کیلیے تیار ہون، کیونکہ یہ ضروری نہین ہے
کہ دو اجنبی خاندان کے آدمی، مزاج، وصف وغیرہ مین یقینی مختلف
ہون اور نہ یہی ضروری ہے کہ ایک خاندان کے دو آدمی ان باتون
مین یقینی یکسان ہون بلکہ اسکا برعکس ممکن ہے اور اسکی روزمرہ سیکڑون
نظیرین بھی ملتی ہین،،

پس اگر دو دہاتون کے مانند دو خاصیت کے انسانون کے
ملاپ کی ضرورت ہے تو بجاے سوامی جی کی ہدایت کے یہ ہدایت
زیادہ موزون ہوگی کہ بلا تخصیص نزدیک و دور، اجنبی و رشتہ دار،
جوڑا تلاش کرنے مین ہمیشہ دونون کے مختلف الخاصیت ہونے کی
جانچ کرلین اور بس، چوتھی پانچوین فلاسفیان معناً بالکل تیسری فلاسفی
ہین، صرف مثالون کا فرق ہے،،

چھٹی فلاسفی کے متعلق ارشاد ہے،، نزدیک رشتہ کرنے مین
ایک دوسرے کے نزدیک ہونے سے خوشی غمی کا معلوم ہوتا اور باہم

رنجیدگی کا ہوجانا بھی ممکن ہی دور ملک کے رہنے والون مین نہین اورجیسا دور جگھون کے رہنے والون کے بیاہ مین دو رتک محبت کا رشتہ بڑھ جاتا ہے ایسا نزدیک کے رہنے والون کے بیاہ مین نہین ،، کیون جناب کیا رنجیدگی کے صرف امکان سے آپ نے رشتہ دارون کے شادی بیاہ کو ناجائز قرار دینے مین کچھ تامل نہین فرمایا ، یہ امکان تو اجنبی خاندانون مین بھی ہے اگو نزدیک کے لوگون مین جلد ہو سکتی ہے اور دور کے لوگون مین دیر مین ، علاوہ برین بعض خصوصیات ایسی ہین جن کے لحاظ سے اجنبیون مین رنج کا زیادہ امکان ہے ، مثلاً اجنبیون مین زیادہ بدگمانی ہونی ، انہین پہلے سے تعلقات وروابط نہونے سے زیادتی وحشت وغیرہ وغیرہ ، دوسری عرض یہ ہے کہ کیا موجودہ ترقی کے زمانہ مین بھی دور کے لوگون مین خبرین پہونچنی مشکل ہین ، آج کل تو خبرون کے معاملہ مین قریب و دور سب برابر ہو رہے ہین ،، بلکہ بعض صورتین تو ایسی ہین جن مین دور و دراز لوگون کو جلد خبرین پہونچ سکتی ہین ، تیسری گذارش یہ ہی کہ رنجیدگی کا امکان تو اصل شادی مین بھی ہے ، خواہ دوری کی ہو خواہ نزدیک کی ، پس آپکے قاعدہ سے تو اصل شادی بھی ناجائز ہونی چاہئے نہ رہے بانس نہ بجے بانسری ،،

دور و دراز شادیون مین بیشک تعلقات بہت وسیع ہو جاتے ہین مگر کیون حضرت اس وسعت کا لحاظ زیادہ ضروری ہے یا بعض ان مصلحتون کا جن کو قریب کی شادیون سے خصوصیت حاصل ہی ، کتنا بڑا غضب ہے کہ ہم لاہور تک تعلق وسیع کرلینے کے لیے اپنا

جوڑا وہان تلاش کرتے ہین،، اور اپنے قریب خاندان کے بعض
ایسی لائق مگر بے کس لڑکیون کو اپنی بے پروائی کا شہید بناتے ہین
جنکی بہت کچھ بہتریان ہماری اور صرف ہماری ذات سے وابستہ ہین
بسا اوقات توسیع تعلقات کی دھن مین ہم کو اپنے فوائد کا بھی خون کرنا پڑتا ہے
اور بجائے اسکے نئے نقصانات کا سامنا ہوتا ہے، اور کیون حضرت
دور دراز تعلقات کی اس توسیع کا کیا نتیجہ جبکہ دوری کیوجہ سے ہم
ان تعلقات کو زیادہ مضبوط اور گہرا نہ بنا سکین۔

آٹھوین فلاسفی یہ ہے کہ،، لڑکی کے باپ کے خاندان مین مفلسی
کا بھی ہونا ممکن ہے، جب لڑکی باپ کے خاندان مین آئیگی تب اسکو
کچھ نہ کچھ دینا ہی ہوگا،، اوّل تو بجائے مفلسی کے خوشحالی بھی ممکن ہے،
پس جیسا مفلسی کی اصل پر عزیزونکی شادی ناجائز کی گئی ہے ویسے
ہی خوشحالی کا لحاظ رکھتے ہوئے اسکو جائز ہوجانا چاہیئے، پھر تو کوئی
ضابطہ اور سبب کلی نہ رہا، دوم شوہر ایسی لڑکی کو اُسکے گھر جانے
ہی کیون دے، اسکے والدین سے خود اپنے گھر آنے اور ملاقات
کرنے کی استدعا کیون نہ کرے، سوم، مذہبی قوانین کی رو سے اسکے والدین
خود کیون نہ فضولخرچی سے بچین، اور اگر نہ بچین تو تباہ ہون، اسمین
شادی بیاہ کو کیا دخل ہے، چہارم، دور کے خاندان مین بھی مفلسی
ممکن ہے، پس وہان بھی اسی تباہی کی تیغ لگی ہوئی ہے کیونکہ وہان
کی ایک بار کی آمد و رفت قریب خاندان کی دس آمد و رفت کے برابر
ہے، نیز ممکن ہو کہ شادی ہی کی تقریب مین وہ خاندان اپنے کو تباہ
کر دے، ان اسباب سے دور کے خاندانون مین بھی شادی

ناجائز ہونی چاہئے - نہین بلکہ ان باتون کا یہ نتیجہ ہے کہ سری سے شادی ہی ناجائز قرار دی جاوی اسلیے کہ سسرال کے افلاس اور اسکی تباہی کا امکان ہر نوع موجود ہے،، ہان سوامی جی کی ان فلاسفیون کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک تدبیر نکل سکتی ہے کہ قریب و بعید کی تخصیص نظر انداز کر کے مفلس خاندانون کو سرے سے شادی بیاہ کے تعلقات سے چھانٹ دیا جاوے،،

نوین فلاسفی اور اخری فلاسفی بھی ملاحظہ کیجیے " نزدیک ہونیسے ایک دوسرے کو اپنے اپنے باپ کے خاندان کی مدد کا گھمنڈ، اور جب کچھ بھی ناراضگی ہوگی تب عورت فوراً ہی باپکے خاندان مین چلی جاوے گی ایک دوسرے کی مذمت زیادہ ہوگی اور رنجش بھی کیونکہ اکثر عورتون کا مزاج تیز اور نرم ہوتا ہے ،، ستیارتھ پرکاش

یہ فلاسفی بعینہ چھٹی فلاسفی ہے اور ہمکو اس پر کسی مستقل بحث کی ضرورت نہ تھی مگر سوامی جی کی خاطر سے مین دوبارہ اس پر توجہ کرتا ہون، اس فلاسفی کے متعلق یہ عرض ہو کہ، اچھا سوامی جی قریب کی سسرال مین تو یہ خرابیان ممکن ہین مگر دور کی سسرال کی خرابیان بھی سن لیجیے، عورت کا میکہ دور ہونے سے شوہر کو اپنی حریت کا زیادہ گھمنڈ ہوگا آزادی سے عورت پر جبر و ستم کر سکے گا، جب باہم رنجش ہوگی تو خبر تو جلد پہونچنے سے رہی عورت کو حمایت میسر نہوگی، قریب گھر ہوتا تو آسانی سے ممکن تھا کہ وہ اپنے گھر چلی آتی یا کم از کم اوسکو اپنے حمایتیونکی ڈھارس ہوتی، اگر دور ٹھہرا ہر طرف سے مایوسیون کا ہجوم ہے، اس الجھن مین یا تو زہر کھالیگی

یا کنوین مین گر کر جان دیگی یا دونون خاندانون پر کلنگ کا ٹیکا لگا کر
کسی آشنا کے ساتھ چلتی بنیگی کیونکہ داکثر عورتون کا مزاج تیز اور نرم
ہوتا ہے، حضرت نے ملاحظہ کیا دور کی شادیان بھی ناجایز ٹھہری
جاتی ہین،، عالیجناب کہین ان بیہودہ ناممکن العمل فلاسفیون سی
کام چلا ہے اور کیا ان باتون سے ویدک قوانین واصول کی وقعت
قائم ہوسکتی ہے۔ جناب والا کیا ویدک فلسفہ یہی ہی جسے آپ دنیا
مین ظاہر کر رہے ہین اور کیا اسی فلسفہ دانی پر مسلمانون کو جاہل
اور بے مغز کے خطابات دیے جاتے ہین، افسوس دنیا سے غیرت
اُٹھ گئی،، ہان حضرت آخر مین ایک بات اور کہنی ہی۔ وہ یہ کہ آپکی
اکثر فلاسفیان ظاہر کرتی ہین کہ آپ دور و نزدیک سے مقام کی دوری
و نزدیکی مراد لیتے ہین، پس اگر ساری فلاسفیان درست بھی ہون تو
نتیجہ صرف یہ نکلتا ہے کہ آس پاس اور قریب کے رہنے والے خاندانون مین
شادی نہ کرنی چاہیے خواہ وہ بالکل اجنبی ہون،، البتہ دور دراز
کے رہنے والے خاندانون مین تعلقات قائم کرنے چاہئین خواہ
وہ کیسے ہی قریب رشتہ دار کیون نہ ہون اس نتیجہ سے قریب
رشتہ دارون مین شادی کی ممانعت نہین ثابت ہوتی بلکہ قریب
کے رہنے والون کی حالانکہ دعوی تھا قریب رشتہ دارون مین شادی
ناجائز ہونے کا،،

فی نفسہ بھی یہ مسئلہ اپنی موجودہ وسعت کے اندر غیر معقول ہی کیونکہ
عزیز قریب خاندانون مین شادی بیاہ سے، قبائلی خصوصیات
ایک مدت تک باقی رہتی ہین، جس سے انساب و قبائل کے ضروری

اقتباسات کا اپنا منصوبہ ہے اور یہی اقوام عالم کی درستی کا زبردست ذریعہ ہے۔ افسوس ہے کہ مین اس سبجکٹ پر زیادہ لکھنے کا موقع نہین پاتا پھر بھی مین قوم عرب کے عروج و نزول کے تاریخی واقعات پر توجہ دلا کر ناظرین کو اس نتیجہ پر مجبور کرونگا کہ عربون کے عروج کا بڑا سبب خلط بین الاقوام سے محفوظ رہنا اور انکے نزول کا بڑا محرک دیگر اقوام سے خلط ملط رکھنا تھا۔ انگریز بھی اس بات پر پورا عمل کرتے ہین اور یہی بات انکے دائرہ ترقی کی سرحد ہے۔ اور بہتیری مصلحتین ہین جو قریب تعلقات کی سفارشین کرتی ہین مگر مین اقتضاے وقت سے بیر بحث کرنے مین مجبور ہون،، ہان اگر اس مسئلہ مین کمی کیجائے جیسا کہ اسلام نے کیا ہے یعنی وہ قریب تر رشتے جنکا احترام طبعاً و عقلاً فرض ہے ممنوع کر دیئے جاوین، اور بقیہ وہ رشتے ناطے جن سے گھرے معاشرتی تعلقات نہین رہتے اور نہ رہ سکتے، تعلقات ازدواج کیلیے جائز قرار دیے جاوین تو بیشک یہ مسئلہ نہایت معتدل اور معقول ہوجاوے گا، بحمد للہ کہ عرب کے الہامی مذہب نے اس معتدل صورت کو دنیا مین پیش کیا، اور افسوس کہ آریہ ورت کا پرم دھرم دقیم مذہب اس نکتہ لطیف سے بے خبر رہا۔ سچ ہے انسان اور خدا مین بڑا فرق ہے

دوسرا قاعدہ اس حیثیت سے آریہ ورت کیلیے ایک عظیم الشان برکت ہے کہ وہ ہندو پارسی کی شادی صغر سنی کی رسم کو جو انکے اندر ایک ازلی غلطی تھی، مٹانے کیلیے تجویز کیا گیا تھا، مگر وہ خود جس بے اعتدالی سے آلودہ نظر آتا ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے ماننا پڑتا ہے کہ مذہب تراشنا انسان کا کام نہین۔ بیشک صغر سنی

کی وہ حد جو پڑانے ہندوؤن مین آج کل قائم ہے نہایت غیر معتدل
اور مضر ہے، مگر اسکا عمدہ اور معتدل تدارک یہ ہوسکتا ہی کہ بجاے
آٹھ برس کے لڑکی کی عمر ۱۴ برس رکھی جائے جو بالعموم
ہندوستانی عورتون کے بلوغ کا زمانہ ہے ،، اور لڑکے کی عمر ۱۶
برس کی ،، اور سوامی جی کی خاطر سے دو دو برس اور بڑھا لیجیے -
یعنی لڑکی کی عمر ۱۶ برس اور لڑکے کی ۱۸ برس رکھیے، یہ زمانہ
شادی کے لیے نہایت موزون اور معتدل ہے اسکے بعد دونون
اور خصوصًا لڑکی کی نوجوانی مین گھن لگنا شروع ہوتا ہے، امنگین
اور آرزوئین ناکامیون کے بوجھ مین دبتی جاتی ہین ،، جوش کو
زیادہ دبانے کی صورت مین تپ دق کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور
سینکڑون پیاری جانین اسکی نذر ہوتی ہین، اگر عفت اور عصمت
کا حجاب اوٹھا دیا گیا تو ناجائز تعلقات کی تلاش شروع ہوتی ہے
بے قاعدہ اور اندھا دھند مشغلہ سے عزت و آبرو کا الگ خون
ہوتا ہے، اور وہ حفظ ما تقدم جو تندرستی اور عمدہ اولاد کے حاصل
کرنے کیلیے کیا گیا تھا مزید لا علاج نقصانات کا موجب بن جاتا ہے
میرے دوستو یہ خوب یاد رکھو کہ تعلقات ازدواج مین صرف
اولاد کا لحاظ رکھنا اور مرد و عورت کے قدرتی شہوانی جذبات
و بالکل نظر انداز کر دینا، دانشمندانہ بات نہین ہے، جب
قدرت نے یہ جذبات پیدا کیے ہین اور یہ عام طور پر نہایت سخت
لٹھ سے کے اندر بند نہین ہوسکتے تو قانون ساز کونسل (مذہب)
پر اس کا ایک مناسب حد تک لحاظ کرنا فرض ہوگا ،،

مجھے افسوس کیساتھ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ قانون آریہ سماج اس قاعدہ مین علاوہ ان نقصانات کے جنکا تذکرہ ابھی ابھی گذرا ہے اس ضروری وصف کی بہت بڑی کمی ہی، اس قاعدہ مین ایک صورت ۱۶ اور ۲۵ کی ہے جو آیندہ صورتون کے لحاظ سے غنیمت ہی،، مگر اوّل تو اس مین بھی مرد کی عمر بہت بڑھا دیگئی ہی ۱۶ سے ۲۵ تک کے درمیان کا زمانہ ہی اسکے اصلی عیش و عشرت کا زمانہ ہے اگر اس زمانہ کے اندر اسکو مقید نہ بنایا گیا تو فیصدی ۹۹ مرد تو جذبات سے مجبور ہوکر حرام کاریون پر جھکینگے جس کا الزام مذہب پر ہوگا کیونکہ اس نے اسکو حلال صورتون سے بجبر روک دیا تھا، ہان فیصدی ایک آدمی جذبات پر قابو پاکر محفوظ رہے گا مگر کم از کم وہ شادی کے اصلی لطف سے بھی محروم رہے گا کیونکہ نوجوانی گذر چکی، پختہ اور خشک جوانی کا دور دورا ہے جو جذبات کو مردہ اور پست بنا دینے والا ہے،

اگر میری تجویز کردہ صورت مذہب پیش کرے تو وہ ہردو الزام سے بری رہے گا کیونکہ اوّل تو اسباب زناکاری کی کمی سے زنا بھی رو بہ کمی ہوگا اور جسقدر ہوگا بھی وہ خود انسانون کی شرارت سے ہوگا نہ مذہب کی سختی سے،، نیز متقی شخص کی نوجوانی پر بھی کوئی ستم نہین ڈھایا جائے گا،

دوم یہ کہ یہ صورت ادنےٰ درجہ مین پھینکدی گئی ہے داسکو ہمارے ہان مکروہ کہہ سکتے ہین) جس کا صاف مطلب یہ ہی کہ اس صورت کو اختیار کرنیوالے لوگ نہایت نالایق اور ادنےٰ ترین اشخاص ہونگے، نتیجہ یہ ہے کہ یہ صورت (بری ہو خواہ بھلی) سرے سے قابل توجہ ہی نہین

نہ دنیا کو اس پر کاربند ہونا چاہیے، گویا ویدک دھرم نے صرف دو صورتین مقرر کی ہین جنمین سے ایک اوسط یعنی نہ اچھی نہ بری اور دوسری افضل یعنی اچھی ہی! اوسط صورت مین عورت کی عمر ۱۶ او ۲۰ ہے اور مرد کی ۲۴ و ۲۵ ۰۰

میرے وہ اعتراضات جو اوسطے صورت پر قائم ہوئے تھے اس صورت پر اور زیادہ پختگی کے ساتھ قائم ہوتے ہین اس لیے اس صورت کی حقیقت اور زیادہ بری ثابت ہوتی ہے، اعلے صورت کو تو پوچھیے نہین عورت اور مرد دونون کو عالم خموشان تک پہونچا چھوڑا ہے، اسمین کمبخت عورت کی عمر ۲۴ برس اور بدنصیب مرد کی عمر ۴۸ برس رکھی گئی ہے ۱۴، سے ۲۴ تک ۱۰ برس کا زمانہ ہوتا ہے جو مظلوم عورتون کے حق مین ایک صدی سے کسیطرح کم نہین ہی، اُف ۱۰ برس تک وہ اپنے ارمانون کا خون کرین اور پھر جب انکی اشتہا مر جائے جذبات کی آگ بجھ کر راکھ کا ڈھیر ہوجائے تب وہ قید سے چھوٹ کر آزادی کے میدان مین آئین جہان جست وخیز کرنے کی طاقتین رخصت ہوچکین،

ایک دنیا کو خبر ہے کہ عموماً کل عورتین اور خصوصاً فارغ البال گھرون کی عورتین ۱۴ برس ہی کے سن سے بالغ ہوجاتی ہین پس وہ نقصانات جنکو مین پہلے بیان کر آیا ہون اس صورت مین انتہائی درجہ تک بڑھجا وینگے اور یقیناً دنیا تباہی کے گھاٹ آلگیگی،

۴۸ برس مین غریب مرد کی جو حالت ہوجاتی ہی، وہ میری تشریح کی محتاج نہین، مین نہین سمجھتا کہ آریہ سماج مین اتبک

یہ عمل کیا گیا ہو اور میں نہیں قیاس کر سکتا کہ صدیوں میں بھی ملک
اس کیلیے تیار ہو،

لطف تو یہ ہے کہ اسی ناممکن العمل صورت کو افضل بتایا گیا ہے
جس کا صریح منشا یہ دکھانا معلوم ہوتا ہے کہ ویدک دھرم پر عمل کرنا
لوہے کے چنے چبانا ہے،،

ناظرین آپ بھی سمجھے کہ یہ ساری سختیاں کس مصلحت سے
رکھی گئی ہیں ،، دیکھیے سوامی جی فرماتے ہیں ،، سولھویں برس بعد
چوبیسویں برس تک بیاہ کیا جاوے تو عورت کا رحم پورا اور جسم
بھی طاقتور رہیگا اور طاقتور مرد کے پختہ نطفہ سے اولاد عمدہ پیدا ہوگی
ستیارتھ پرکاش صفحہ ،،

یہ بالکل سچ ہے کہ غیر معتدل صغرسنی میں یہ مصلحت نہیں حاصل
ہوسکتی مگر یہ بالکل غلط ہے کہ اس کے حصول کیلیے اوسط و اعلے
صورتوں کے گرھن (اختیار) کرنے کی ضرورت ہے،

ٹھاکر، راجپوت، گوالا وغیرہ اقوام میں جہاں اس قانون پر
ہرگز عمل نہیں ہوتا مضبوط، چست، قدآور لڑکوں کی پیدایش
سوامی جی کی غلطی کی روشن دلیل ہے، دیگر یہ کہ تعلق ازدواج میں
صرف اس ایک پہلو پر توجہ کرنا اور دوسرے پہلو جذبات انسانی
کو نظرانداز کردینا کسقدر خطرناک مسئلہ ہے، اور اسے کاش دوسرے
پہلو کا خون کر کے بھی یہ مقصد حاصل ہوتا میں جیسا بتا چکا ہوں
وہ مقصد عام طور پر ہرگز نہیں حاصل ہوسکتا بلکہ اکثر نقصانات
پیدا ہوجاتے ہیں اعلے صورت پر عمل کرنے سے موجودہ حالت

مین ایک اور بڑی خرابی یہ ہوگی کہ بچے کم پیدا ہونگے اور جلد یتیم ہوجاوینگے، کیونکہ آجکل تو رین بین کم، ۴۸ وین برس شادی ہوئی ۴۹ وین برس ایک لڑکا پیدا ہوا اور خدا جانے ہوا یا نہ ہوا، ۵۰ وین برس خود ہی رخصت ہوگئے، اچھی احتیاط ٹھہری اور عمدہ اولادون سے دنیا نے خوب ترقی کی۔

شکر ہے کہ اسلام نے اس قسم کے مضر اور ناممکن العمل شرائط مقرر کرنے دنیا کو ایسا مصیبت نہین بنایا بلکہ زوجین کی عمرون کے متعلق انسانون کو آزادی دی کہ وہ خصوصیت وقت و مقام وغیرہ کے لحاظ سے جیسا مناسب سمجھین کرین بانی اسلام نے ہر رنگ کی شادیان کرکے عملی طور سے اس آزادی کو ثابت اور پختہ کردیا جو قولی پیرایہ مین پیش کی گئی تھی، اور یہی دلیل ہی مسلمانون کی مضبوط ترین ترقی ہونیکی بالحال للہ ثم الحمد للہ

تیسرے قاعدہ کی نسبت اسوقت تک کوئی فتویٰ نہین دیا جاسکتا جب تک لفظ ورن کے مفہوم پر کافی بحث نہ ہولے۔

غالباً آریہ سماج کے موجودہ کل ممبر ورن کے لفظ سے انسان کی اوصاف ہی مراد لینگے کیونکہ سوامی جی نے نہایت صاف لفظون مین نسب کے لحاظ سے ورن کی تردید کردی ہے (دیکھو تمہیدی اصول کا نمبر ۲) اگر فی الحقیقت بھی اس قاعدہ کا یہی منشا ہے تو مین ایک حد تک سوامی جی کے ساتھ ہون، ایک حد تک ساتھ ہونیسے یہ مراد ہے کہ مین اس قاعدہ کو مناسب، اور اُسکے خلاف صورت کو نامناسب کی حد کے اندر اندر تسلیم کرتا ہون مگر اسکو وجوب و فرضیت

اور اسکی مخالف صورت کو ،حرمت و عدم جواز ،کا مصداق نہین مان سکتا اور منو کی جو شہادت مین نے اس قاعدہ کے ذیل مین نقل کی ہے وہ اس قاعدہ کو فرض اور اسکی مخالف صورت کو صاف لفظون مین ناجائز بتاتی ہے۔

مین اس قاعدہ کو منو کے بتاتے ہوئے حد پر کیون نہین تسلیم کرتا ،اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ صورت فرض قرار دیدی جاوے تو انسانی معاشرت کے راستہ مین ایسی مشکلات حائل ہوجائینگی ،جنکا دفعیہ قریب قریب ناممکن ہوگا۔

ایک نیکوکار ،شریف مزاج ،فاضل کو فرض کرو جو اپنی انہین صفتون کی لڑکی کو بیاہنا چاہتا ہے ، وہ ایک ایسے دیہات مین رہتا ہے جسکے اطراف وجوانب مین جہالت پھیلی ہوئی ہے ،خود بہت غریب اور بے وسیلہ ہے ،،آس پاس کہین ان صفات کا لڑکا نہین ملتا ، تعلقات خانہ داری لمبے سفرون کی اجازت نہین دیتے ،،اب وہ کیا کرے ؟ اگر کسی ناموزون لڑکے سے شادی کر دیتا ہے تو ناجائز صورت کو اختیار کرکے عمر بھر کی حرام کاریون کا وبال لیتا ہے ، غرض کہ قاعدہ کی سختی نے اسکو پابہ زنجیر کردیا ہو لیکن . اگر میری تجویز کے مطابق یہ قاعدہ مناسبت کی حد تک رہتا تو اس صورت مین اپنی ذات کے کسی لڑکے سے شادی کرسکتا تھا ،کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہ ایک نامناسب وخلاف اولے صورت ہوتی دنہ کہ ناجائز وحرام) اور ایسی صورتین بالعموم مجبوریون مین ہوا کرتی ہین - مین نے جو مثال پیش کی ہے یہ اسقدر عام اور بکثرت پائی جاتی ہے جس کو قانون

مین نظر انداز کرنا یقیناً سخت نادانی ہوگی۔ ایک اور صورت سے بھی قیود پڑھتی ہوئی نظر آتی ہین۔ وہ یہ کہ ایسے زمانہ مین (جیسے آج کل) جس مین استری سکشا (تعلیم نسوان) کا بالکل رواج نہ ہو یا بہت کم رواج ہو اس قاعدہ پر عملدرآمد کرنا بالکل ناممکن ہوگا، کیونکہ برہمن لڑکے، یا اعلیٰ عالم، تو بکثرت ملینگے مگر برہمن یا اعلیٰ عالمہ، لڑکیان قوم سے ناپید ہونگی، پھر یقیناً براہمن و شودر مین پیوند کرنا پڑے گا جو منو کے پرمان انوسار (فرمان کے مطابق) قطعی حرام ہے، پس یہ قانون موجودہ زمانہ اور اس جیسے دیگر زمانون کیلیے نہ ہوگا بلکہ اس مقدس زمانہ کیلیے جسکا صرف خیالی نقشہ آجکل سماجی دماغون مین موجود ہی، اور رکھتے ہین کہ تاریخی زمانہ سے پرے کسی وقت خارج مین بھی موجود تھا۔

میری یہ بحث اس تقدیر پر ہے جبکہ ورن سے انسانی حالت مراد لیجاوے، اور مین مانتا ہون کہ سوامی جی کا یہی منشا بھی ہو مگر مجھے ابھی یہ بحث کرنی ہو کہ آیا سوامی جی، اور سوامی جی کے روحانی استاد منوجی دونون اس خیال پر مضبوطی سے قائم بھی ہین یا نہین۔

مین اپنی تحقیقات کے بھروسہ پر دعوے کرتا ہون کہ دونون مین سے کوئی بھی اس خیال پر جمتا نظر نہین آتا، منوجی کا اصول ہی کے خلاف نظر آنا تو کچھ زیادہ حیرت انگیز نہ ہوگا کیونکہ وہ اس نئے دعویٰ کے مدعی اور محرک بھی نہین ہین، ہان انکے روحانی فرزند اپنا خیال ان کی طرف منسوب کرتے ہین، اور خدا جانے سچ کرتے ہین یا جھوٹ، مگر سوامی جی کا اضطراب ضرور تعجب پیدا کرنے والی بات ہی، کیونکہ وہی اس نئی ٹیشن کے بانی تھے، منوجی کے حسب ذیل ہدایات پر غور کرو اور نتیجہ نکالو کہ وہ

ان معنون مین ورن کو تسلیم کرتے ہین "شودر صرف اپنی ذات کی لڑکی سے اور ویشیہ اپنی ذات اور شودر کی لڑکی سے اور کشتری اپنی ذات اور ویشیہ و شودر کی لڑکی سے اور براہمن چارون ورنون کی لڑکی سے وواہ کرسکتا ہے" منو۔ ادھیاے ۳۔ سوتر ۱۳۔

"شودر کی لڑکی کو اپنے پلنگ پر بٹھانے سے برہمن نرک (دوزخ) مین جاتا ہے اور اس سے لڑکا پیدا ہونیسے دھرم کرم سے الگ ہوجاتا ہے" منو ادھیاے ۳۔ سوتر ۱۷۔

"وید و شاستر کا پڑھنے والا (اصلی برہمن) مرا ہو تو دوستی وغیرہ کرکے اسکے پاس رہنے والے کو یا اسکے گھر مین رہنے والے کو تین رات تک سوتک (سوگ) ہوتا ہے .... اور مورکھ (جاہل) برہمن کے مرنے مین اسکے گھر مین رہنے والون کو ایک دن تک سوتک ہوتا ہے۔۔ منو ادھیاے ۵۔ سوتر ۸۱ و ۸۲"

پہلے سوتر مین ورن سے ذات مراد ہونیکی یہ دلیل ہے کہ اگر شودر سے بقول سوامی دیانند ذلیل اوصاف کا آدمی مراد ہے تو مین نہین سمجھتا کہ شودر کا بیاہ اسکی ذات کی لڑکی پر کیون منحصر کیا گیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ شودر مرد کو ہر ذات کی ذلیل اوصاف والی لڑکی سے بیاہ کرنیکی اجازت دیجاے کیونکہ برہمن اور دیگر ذاتون مین بھی اس قسم کی لڑکیان جو حقیقی معنون مین شودر ہین، پائی جاتی ہین اگر یہ کہئے کہ اپنی ذات کی لڑکی کر اپنی صفات کی لڑکی مراد ہے تو مین آگے کے فقرون پر توجہ دلاتا ہوا پوچھون گا کہ شودر کی لڑکی اور چارون ورنون کی لڑکی سے کیا مراد ہے کیا پاجی کی لڑکی کے فقرہ سے، خود وہ لڑکی پاجی مراد ہوتی ہے؟

اسی طرح عالم کی لڑکی، کے فقرہ سے خود وہ لڑکی عالم مراد ہوتی ہے
یا یہ کہ لڑکی کا باپ پاجی ہو اور لڑکی کا باپ عالم ہے خواہ وہ لڑکی خود
پاجی ہو یا نہو، اور عالم ہو یا نہو، تب کس اصول پر ''اپنی ذات کی
لڑکی یا ''شودر کی لڑکی'' سے پاجی اور شودر لڑکی مراد لیجا سکتی ہے۔
اور جب ایسا نہیں ہی تو کیون شودر کو براہمن کی لڑکی سے (جسکا
شودر ہونا ممکن ہی) بیاہ کی اجازت نہین دی گئی۔ پھر اگر یہ معنے
تسلیم بھی کر لیا جاوے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ کیون شودر مرد کو
برہمن کی لڑکی سے بیاہ کی اجازت نہین دی گئی اور برہمن مرد کو
شودر لڑکی (بلکہ ہر ورن یعنی ہر صفت کی لڑکی) سے اجازت دیگئی
حالانکہ دونون صورتون مین ناموزون اشخاص کا میل جول لازم
آتا ہے جو سخت ممنوع ہی اگر ذات پات کا جھگڑا انصاف پسندی کا
فخر حاصل کرنے کیلیے مٹایا گیا تھا تو میرے خیال مین اس دوسری
بے انصافی کا قلع قمع بھی ضرور تھا جس کو باقی رکھکر ایک نیا الزام
سر لیا گیا ہے۔

بہرحال خواہ منوجی کی اس ہدایت کا کچھ مطلب بیان کیا جاوے
مگر بے انصافی کے الزام سے منوجی نہین بچ سکتے پس کیون نہ
صاف وہ معنے لیا جاوے جو سناتن دھرم کا قدیم خیال ہی یعنے
ورن بمعنے نسب اور ذات پات ''دوسری ہدایت قطع نظر اسکے
کہ وہ پہلی ہدایت سے متناقض ہو، یہی ذات پات کے معنون پر
زیادہ چسپان ہی کیونکہ اسمین بھی ''شودر کی لڑکی'' کہا گیا ہے اور
شودر لڑکی'' نہین کہا گیا''۔ اور یہ ظاہر ہے کہ شودر کی لڑکی کا شودر ہونا

ضروری نہین، پس اس ہدایت کا صاف مطلب یہ ہو کہ شودر ذات وخاندان کی لڑکی (خواہ وہ اوصاف کے لحاظ سے خود برہمن ہو) گو برہمن خاندان کا آدمی (خواہ خود شودر ہو ...... پلنگ پر بٹھاکر دوزخ مین جاتا ہو۔

تیسری ہدایت مین "مورکھ (جاہل) برہمن" کا لفظ واقع ہوا ہو اور اُسکے مقابلہ مین "وید وشاستر کا پڑھنے والا" اگر لفظ برہمن سے (اعلی علمی واخلاقی کمالات کا شخص) مراد ہو تو اُسکی صفت "مورکھ" بالکل غلط ہوجائیگی، کیونکہ برہمن کو مورکھ کہنا بعینہ ایک فاضل کو جاہل کہنا ہے نیز اس صورت مین "وید وشاستر پڑھنے والا شخص جو حقیقی برہمن ہی" کا مقابلہ اور اسکے لیے علیحدہ حکم مقرر کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ ان معنون مین برہمن اور یہ دونون بالکل ایک چیز ہین، حالانکہ دونون کیلیے دو مختلف حکم مقرر کیے گئے ہین، پس اس ہدایت کا صحیح مطلب یہی ہوسکتا ہو کہ برہمن خاندان کا کوئی جاہل آدمی مرجاوے تو اس کا یہ حکم ہو، ان تین سوترون سے صاف معلوم ہوگیا کہ منو جی نسب اور ذات پات کے معنون مین ورن کو تسلیم کرتے ہین، ہان مجھے اس سے انکار نہین کہ وہ ساتھ ہی اوصاف کی فضیلت کو مانتے ہوے یہ بھی مانتے ہین کہ شودر نسل کا ایک آدمی مہذب عالم نیکرعزت اور وقعت مین برہمن بن سکتا ہو مگر اس سے ذات پات کی تقسیم کا انکار نہین لازم آتا کیونکہ پرانے ہندو بھی جو ذات پات کے مسئلہ پر زور دیتے ہین اس سچی واقعیت سے انکار نہین کرتے اور کیسے کر سکتے ہین جب آنکھون سے دیکھتے مین کہ سیکڑون ویشیہ وشودر درن کا آدمیونے

علم و دولت سے عزت پیدا کر کے براہمنون کو اپنے گھر کا زر خرید
غلام بنا لیا۔

سوامی دیانند جی کی وہ تعلیم جو اس مسئلہ مین انھین تھی انکی مندرجہ ذیل بیان سے ظاہر ہے۔

"وہ نیوگ کے وشیو (بیان) پر فرماتے ہین، اپنے ورن یا اپنے سے اونچے ورن والے مرد کے ساتھ یعنی ویش عورت، ویش یا کھشتری اور براہمن مرد کے ساتھ۔ کھشترانی کھشتری اور براہمن کے ساتھ، براہمنی براہمن کے ساتھ نیوگ کر سکتی ہے"۔ ستیارتھ پرکاش صـ ۱۴۷

اگرچہ تمام آریہ سماجی یہی دعویٰ کرینگے کہ یہان، ویش و براہمن وغیرہ سے صفات کے مراتب مراد ہین، مگر دلیل بتاتی ہی کہ نسب کے سوا اور کچھ مراد نہین، کیونکہ اسکے خلاف صورت مین یہ لاینحل سوال پیدا ہوتا ہی کہ کیون، ویش عورت کو کھشتری و براہمن مرد سے نیوگ کی اجازت دی گئی اور براہمن عورت کو ویش و شودر سے اجازت نہین دی گئی حالانکہ اگر ناموزون ملاپ کی قباحت ہی تو دونون صورتون مین، اور اگر والدین کے اس بے جا خلط ملط کا اولاد پر اثر پڑے گا تو دونون میں۔ پس نسب و ذات پات کے جھگڑون کے مٹانے کا اصلی مدعا یعنے اجراء مساوات اب بھی پورا نہین ہوتا، لہذا یقیناً یہان اسی ذات پات کا جھگڑا ہے، اور سوامی جی کی برہمنی شرافت آخر یہان حرکت مین آہی گئی جس کے نشہ مین مست ہوکر پکار اُٹھے کہ کر براہمن ہر ورن کی عورت سے نیوگ کر سکتا ہی اور کسی دوسرے ورن کا آدمی براہمنی سی نیوگ نہین کر سکتا"۔

چوتھا قاعدہ وہی ہی جو عیسائیت و اسلام مین مدتون معرکۂ بحث رہ چکا ہی اور اسلامی مصنفین ایک سے زائد مرتبہ اس قاعدہ کے نقصانات کو روز روشن کی طرح صاف دکھا چکے ہین، اسلیے مجھے اس قاعدہ پر از سر نو بحث کرنے کی ضرورت نہین رہ گئی پھر بھی اپنا فرض انجام دینے کیلیے اور بخصوص اس لحاظ سے کہ ویدک دھرم اس مسئلہ کی سختی مین عیسائیت سے بھی ایک قدم آگے بڑھا ہوا ہی (عیسائیت، زنا، کی صورت مین طلاق کو جائز بتاتی ہی اور ویدک دھرم کا مطلقاً ناجائز کہتا ہی) کچھ نہ کچھ گذارش کرنی ضرور ہی۔ اس مین کچھ شک نہین کہ طلاق کی عام اجازت (جیسا یہودیت مین ہی) تعلق زناشوئی کو نہایت کمزور و خطرناک بنا دیتی ہی، اور وہ کل فوائد جو نکاح سے متصور ہوتے ہین رخصت ہو کر نقصانات کو اپنی جگہ دیتے ہین، مگر ساتھ ہی اسمین بھی کچھ شک و شبہہ نہین کہ طلاق کی قطعی ممانعت یا برائے نام ایسی اجازت جسپر عمل نہ ہو سکتا ہو) انسانی معاشرت کیلیے نہایت خطرناک چیز ہی، بیاہی عورتون مین زنا کی کمی نہین ہی، ایسی عورتون کے شوہرون کو اکثر انکی بدچلنیون کی خبرین بھی ہوتی ہین انکی ساری تنبیہین اور سزائین بھی بیکار ثابت ہوتی ہین۔ اب اگر طلاق قطعی ناجائز ہی، تو وہ کیا کرے گا، اسکو نہ گھر سے نکال سکتا ہی، نہ نان نفقہ سے غفلت کر سکتا ہو زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس سے محبت و مواصلت ترک کر دے گا، مگر اس عورت کو اسکی پروا کیا، وہ پرورش پائیگی شوہر کے سامان و اسباب سے، اور اسی کی چھاتی پر مونگ دلتی ہوئے مزے لوٹیگی دوسرون سے۔ یہ بیچارہ

مجبور اپاہج بنکر بے غیرتی سے نادیدنی باتین دیکھا کرے گا اور اگر کچھ غیرت ہوگی جان دیدے گا، گویا اس قانون سے فیصدی اکم از کم ۲۵ شوہرون کو یاتو جرم خودکشی کا ارتکاب کرنا پڑیگا یا بے غیرتی کا توبڑا گلے مین ڈال کر دیتو ساتھ زندگی بسر کرنا پڑیگی تمدن کی سنوار ہوا یسے قانون اور قاعدہ کو۔

صرف یہی ایک صورت نہین بلکہ بعض اور اسباب سے بھی میان بیوی مین ایسی گہری عداوت و منافرت جم جاتی ہے کہ دم کے ساتھ جاتی ہے اور یون دونون کی زندگیون کے خوشگوار چشمے مرتے دم تک کیلیے آلودہ و مکدر ہوجاتے ہین، طلاق کی قطعی ممانعت دونون گے گلو پر خنجر ستم پھیر کر انکو ذبوحی حالت مین تڑپتا چھوڑ دیتی ہے، غور کیجیے کہ طلاق کی ممانعت تھی کس لیے دونون کی زندگیون کو محبت و اتحاد کی مضبوط زنجیرون مین جکڑنے کیلیے، مگر اب وہی ممانعت دونون کی زندگیون کو عداوت و نفرت کے بیجان لیوا ہتکڑیون مین جکڑکر انکی تباہی کا باعث بنتی ہے۔

میرے دوستو کیا اس صورت مین بھی طلاق کی ممانعت کو بہتر قانون ماننا چاہیے؟

ایسی صورتون مین تو طلاق ہی انکے حق مین امرت "اور شہد ترین" ہے، اسلیے کاش مسئلہ طلاق مین اسلام کی معتدل صورت اختیار کیجاتی جسمین ایک طرف الطلاق ابغض المباحات طلاق مباح چیزون مین مکروہ ترین چیز ہے، کے ذریعہ سے اندھا دھند طلاق کو ناجائز بنایا گیا ہے، اور دوسری طرف لا جناح علیکم ان طلقتم النساء

(تم پر کچھ گناہ نہین ہو اگر تم لوگ عورتون کو طلاق دو) مگر ہمکو مجبوری کی حالتون اور نہ نبھنے والی صورتون مین مناسب طلاق کی اجازت دی گئی ہے۔

ناظرین کو غالباً یہ دیکھنے کا اشتیاق ہوگا کہ خود سوامی جی نے ان خاص صورتون مین بچاؤ کی کیا تدبیرین نکالی ہین، سوامی جی نیوگ کی جائز ہونے کی صورتین بتاتے ہوے فرماتے ہین "اور جو بد کلام بولنے والی ہو تو جلدی ہی اُس عورت کو چھوڑکر دوسری عورت سے نیوگ کی اولاد پیدا کرلے ویسی ہی اگر مرد نہایت تکلیف دہندہ ہو تو عورت کو چاہیئے کہ اُس کو چھوڑکر دوسرے مرد سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے"۔ ستیارتھ پرکاش صـ۱۵۲

اس ارشاد مین صرف مجبوری کی ایک صورت بتاکر اسکی تدبیر بتائی گئی ہی اور گویا باقی صورتون کو اسی صورت پر قیاس کرلینے کی اجازت دی گئی ہی یہ تدبیر نیوگ ہی، مگر میرے خیال مین اس تدبیر سے وہ دقتین نہین اُٹھین جنکا اوپر تذکرہ ہوچکا ہی، کیونکہ اگر عورت زانیہ ہے تو مرد دوسری عورت سے نیوگ کرکے اس عورت کا کیا بگاڑیگا اور بے شرمی کی بلا سے نجات کیونکر پاے گا، اگر جھگڑالو ہے تو نیوگ کرکے اس سے کیونکر پیچھا چھڑائے گا، اس سے تعلقات باقی رکھنے مین روز کی جوتی پیزار گلے پڑتی ہی، تعلقات ترک کردینے مین ایک طرف خود ہر لحظہ کی کشمکش مین مبتلا رہتا ہی کیونکہ نیوگ تو ایک گھنٹہ کا کام ہی پھر نیوگ کردہ عورت سے سال بھر تک کوئی تعلق نہین رہ سکتا، دوسری طرف عورت کو مصائب مین پھنساکر سیکڑون بدنام خرابیون

کا خود سبب بنتا ہی، اسی پر عکس صورتون کو قیاس کرلو۔

مختصر یہ کہ ویدک دھرم کا یہ نیم رقانون، نہایت خطرناک سہے اور سوامی جی کی تدبیر بالکل بیکار، پانچوان قاعدہ اپنے ایک حصہ مین اسلام کا موافق ہی، اور دوسرے حصہ مین اس کا مخالف، موافق حصہ یہ ہے کہ عورت ایک حالت مین کئی مردون سے شادی نہین کرسکتی۔ اور مخالف حصہ یہ ہی کہ مرد بھی ایک وقت مین کئی عورتون سے شادی نہین کرسکتا، موافق حصہ پر مجھے بحث کرنیکی ضرورت نہین ہی کیونکہ وہ عقل کے موافق ہو، مخالف حصہ البتہ قابل بحث ہی اور مین دعوی کرتا ہون کہ یہ بھی اپنے پیشرو مسائل کی مانند بے اعتدالی کا پہلو لیے ہوئے غیر معقولیت سے مملو ہو گیا ہی۔ ویدک فلسفہ نے مرد و عورت مین مساوات کی حد قائم کرنے کیلیے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا اور دونون کو ایک صورت مین داخل کرنا چاہا ہے مگر یاد رہے کہ نہ وہ خود دیگر مسائل مین اس مساوات کو برت سکا ہے نہ فی نفسہ دونون مین ہر قسم کی مساوات ہو سکتی ہی۔ ویدک وہ مسائل جن مین وہ مساوات کی حد سے باہر ہو گیا ہی حسب ذیل ہین ملاحظہ کیجیے۔

ڑات دن عورت کو پتی (شوہر) کے ذریعہ سے بے اختیار رکھنا چاہیے .... لڑکپن مین باپ اور جوانی مین شوہر اور بڑھاپے مین بیٹا عورتون کی حفاظت کرے کیونکہ عورتین خود مختار رہونیکے لایق نہین ہین (منو ادھیاے ۹ - سوتر ۲۰۲) کسی مقام پر مردون کو عورتون کی اختیار مین نہین دیا گیا حالانکہ یہ حضرات بھی ہوتے ہین پرلے سرکیے ہماتما)

"تھوڑی صحبت سے بھی خصوصاً عورتون کی حفاظت کرنی چاہیے عورتین غیر محفوظ رہنے سے دونون کل خاندان کو رنج پہونچاتی ہین

ادھیاے ۹ - سوتر - ۵-

"بدن کی طہارت کے واسطے تین دفعہ پہلے آچمن (ناک مین پانی ڈالنا) کرے تب دو دفعہ منھ دھووے اور استری (عورت) اور شودر صرف ایک ہی دفعہ منھ دھوین اور اچمن کرین، منو ادھیاے ۵ - سوتر ۱۳۹ -

"چونکہ عورتین شادی ہونے پر شوہر کا ادھا انگ (عضو) ہو جاتی ہین اسواسطے عورتون کے لیے علیحدہ یگیہ (قربانی خواہ ہون) اور برت (روزہ) کرنا پاپ (گناہ) ہے صرف شوہر کی خدمت کرنی چاہیے یہ ہے مرد وعورت مین عبادت کا فرق، دھن ہو ایسے دھرم کو) منو - ۵ - ۱۵۵"

ایسا مذہب جس نے سیکڑون جگہ مرد وعورت مین جائز مساوات کا خون کیا ہو ایک جگہ مساوات کی اوج سے تو یہ رنگ سکے چہرہ پر کھل نہین سکتا -

اب مین بتانا چاہتا ہون کہ اس خاص مسئلہ مین مساوات فی نفسہ کیون ناموزون ہی، سنئے، مسئلہ تعدد ازدواج (اور اس جیسے دوسرے مسئلے) محض ضرورت اور مجبوری سے تجویز کئے جاتے ہین اور ضرورت و مجبوری کا لحاظ بھی اُسی وقت تک ہوتا ہی جبتک اس مسئلہ کے عملدرآمد سے دوسرے نقصانات نہ پیدا ہون ورنہ اس سے کیا فائدہ کہ لینی کی دینی پڑ جائے -

اس قاعدہ کا لحاظ کرتے ہوے، مرد کو تو بحالت مجبوری، تعدد ازدواج کی اجازت ہونی چاہیے اور عورت کو نہین، کیونکہ مرد کو

بعض اوقات جو مجبوریان پیش آتی ہین، وہ اکثر عورتون کو نہین آتین ور اگر پیش آتی بھی ہین تو اُن مجبوریون کو تعدد ازدواج کے فائدہ سے، اُٹھانے مین دوسری عظیم الشان نقصانات پیدا ہوجاتے ہین، فرض کرو ایک مرد کو بانجھ عورت سے سابقہ پڑا، اولاد کی ضرورت سکو ہوتی ہی، اب اس کیلیے دو صورتین ہین (اور سوامی جی کی خاطر سے تین یعنی ایک نیوگ بھی) یا تو نیوگ کرے، مگر زمانہ ابھی اتنا بیدار نہین ہی، نیوگ سے لوگ ہچکچاتے ہین خصوصًا نیوگ کرانے مین، اب وہ دروازے دروازے ڈھونڈے بجاتا پھرتا ہی، کہین بھیکھ نہین ملتی بھکشوون کی طرح ہر دروازہ سے دردرایا جاتا ہے، یا اس بیوی کو طلاق دے، مگر یہ رحم و ہمدردی کے خلاف ہی، اس بیچاری کا کوئی قصور نہین قسمت سے لاچار ہی، اور وہ یہان سے نکلے تو بیچاری کو پوچھے کون، تیسری صورت یہ ہی (اور نہایت بہتر صورت ہے) کہ وہ اسکے ہوتے ہوی دوسری شادی کرے اور حتی الامکان دونون کو خوش رکھے، ابھی یہ دوسری قابل معذرت صورتون کو قیاس کرلو، اب ایک عورت کو فرض کرو جسکا مرد بچہ پیدا کرنے کی قابلیت نہین رکھتا دنیا کی جہالت مرد و عورت کو نیوگ کی اجازت نہین دیتی غور کیجیے تو طلاق، خلع مین اسکو بھی یہی وقت ہی، تو اب تعدد ازدواج کے مخالفین ہمسے کہین گے کہ اس عورت کو بھی تعدد ازدواج یعنی اس شوہر کے ہوتے ہوے دوسرا شوہر کرنیکی اجازت دیجائے، مین عرض کرون گا بیشک تعدد ازدواج انھین مجبوریون کے دفعیہ کے لیے ہی مگر افسوس کہ یہان اس مجبوری کے دفعیہ مین

دوسرے نقصانات سر پڑتے ہین، وہ نقصانات یہ ہیں۔

(۱) چونکہ عورتین مرد کی بالا دست حاکم نہین ہوتین (خدا کا شکر ہو کہ اس مسئلہ مین آریہ سماج ہمارا ہم آہنگ ہو) بلکہ حکومت مردون کے ہاتھون مین ہو اسلیے عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک مرد کی حکومت مین بسر کر سکتی ہو اور اگر حاکم عادل ملجائے اور ایسے ہی حاکم کو اس حکومت کی اجازت بھی ہو تو ذرا صبر و تحمل کے ساتھ عمدہ بسر کر سکتی ہو مگر ،، دو بادشاہے در اقلیمے نگنجند، کے مطابق دو مرد ایک عورت مین مشترک ہو کر کبھی نہین بسر کر سکتے، اور آپسمین خون خرابہ ہونا ناگزیر ہو خواہ اسے مردون کی زبردستی کہی جاوے خواہ اور کچھ کہا جائے،

(۲) جن بعض قومون (پہاڑی وحشی اقوام) مین اس کا رواج ہو اُن مین جذام وغیرہ مہلک بیماریون کے لازمی ہونیکی شہادتین ہمکو اس یقین پر مجبور کرتی ہین کہ ایسی صورتین ایک دوسرے کی تندرستی کے لیے سم قاتل ثابت ہونگی۔

(۳) اگر بچے ہوے تو اُن کی نسب و وراثت مین ایسا سخت اختلاف پڑے گا جسکا تصفیہ قریب ناممکن ہو گا، پہلے شوہر کا ناقابل تولید ہونا اس اختلاف کو نہین مٹا سکتا اسلیئے کہ اوّل تو ایک مدت محدود مین کسی شخص کی نسبت عقم (بانجھ پن) کا فیصلہ قطعی نہین سمجھا سکتا، دوم یہ کہ اس قسم کے عیوب ہمیشہ راز ہوتے ہین، پس فرض کیجیے کہ بیوی کو بچے کی نسبت کو متعلق کامل یقین بھی ہو مگر ایک دنیا کو کیونکر یقین ہو سکتا ہو اس قسم کے عظیم الشان نقصانات کا لحاظ رکھتے ہوے ماننا پڑتا ہی

کہ عورتون کو تعدد ازدواج کے باب مین مردون سے یقیناً مختلف حال رہنا چاہیے، یعنی یہ مسئلہ عورتون کیلیے ناجائز اور مردون کے حق مین جائز ہونا چاہیے؛ انہین مصالح کا لحاظ کرتے ہوے اسلام نے اس اعتدال کو اختیار کیا ؛ اور ویدکو یہ بات نہ سوجھی، مگر افسوس کہ آریہ سماج جلد بازی کرکے اسلام پر منھ آتا ہی اور بجاے شکرگذاری کے ارتکاب ناشکری کرتا ہو اعاذنا اللہ منہ -

چھٹا قاعدہ بھی دو حصون پر منقسم ہو، ایک یہ کہ مجامعت سے بچے ہوے میان بیوی عقد ثانی کر سکتے ہین؛ دوسرا یہ کہ مجامعت کئے ہوئے میان بیوی ایسا نہین کر سکتے -

اس قاعدہ مین دوسرا حصہ ہی قابل بحث ہو مگر اظہار خیال سے پہلے میرا فرض ہو کہ مین سوامی جی کے اُن دلائل کی سیر کرون جنپر دوسرے حصہ کی بنیاد ہو، وہ دلائل نمبروار ذیل مین لکھے جاتے ہین

"(۱) عورت اور مرد مین محبت کا کم ہونا کیونکہ جب چاہین گے تب مرد کو عورت اور عورت کو مرد چھوڑ کر دوسرے کے ساتھ تعلق کرلین گے"

(۲) جب عورت اپنے خاوند کے مرنے پر یا مرد اپنی عورت کے مرنے کے پیچھے دوسرا بیاہ کرنا چاہین تب پہلی عورت کی یا پہلے خاوند کی جائیداد کو اڑا لیجانا اور اُن کے کنبہ والون کا اُن سے جھگڑا کرنا

(۳) بہت سے اچھے خاندانون کا نام و نشان بھی مٹ کر انکی جائداد کا برباد ہوجانا ،

(۴) پتی برت (خاوند کا خلف) اور استری برت (بیوی کا خلف) دھرمون کا برباد ہونا ،، ستیارتھ پرکاش صـ۱۴۴

اب پہلی دلیل کی حقیقت سنیے ، پہلی دلیل مین ،، بالکل غور و خوض سے کام نہین لیا گیا ، یہ کیا ضروری ہو کہ محض عقد ثانی کی اجازت معلوم ہونے سے ازدجین ، مین محبت کم ہو جاوے ،، غالباً اسلامی دنیا کے ہر ایک شخص کو اس مسئلہ کا علم ہی ، مگر یہ نہین کہ سکتا کہ مسلمانون کے گھر دن مین ہندؤن کی بہ نسبت ، تعلق زناشوی کسی قدر بھی کمزور ہو ، یہ ضرور ہو کہ مسلمانون کی سوسائٹی مین طلاق کے کچھ واقعات ہوتے ہین (وہ بھی بہت کم) اور ہندؤن مین نہین ، مگر یہ تو لازمی نتیجہ ہی ایک مین طلاق کے جواز کا اور دوسرے عدم جواز کا ، بحث تو یہ ہو کہ مسلمان میان بیوبون مین ہندو ؤن سے استری (خاوند زوجہ) کے بہ نسبت محبت کم ہوتی ہو یا نہین ، تو محبت کی کمی کوئی دکھا نہین سکتا ، رہی طلاق کے واقعات تو اسکے مقابلہ مین ہندؤن کے ہان اور بجز طلاق واقعات زیادہ پیش آتے ہین ، جو عقد ثانی کے ناجائز ہونے کا نتیجہ ہوتے ہین میں کہ سکتا ہون کہ عقد ثانی کے فقط علم سے ، مرد و عورت خواہ خواہ اپنے تعلقات ترک نہین کر سکتے ، بلکہ ہر ایک (خواہ سوسائٹی کی شرم سے خواہ اپنی مجبوریون سے نباہ کی پوری کوشش کرتا ہو البتہ ہر ایک کو یہ تسلی ہوتی ہو کہ مجبوری پر ہم آزاد ہو سکتے ہین ، اور زیادہ مجبوری پر وہ ایسا کر بھی لیتے ہین مگر ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہو اس سے انکی معاشرت نہایت اعتدالی حالت مین گذرتی ہو ،، بخلاف ہندؤن کے کہ میان بیوی اگر باہم ہل مل گئے تو خیر ورنہ ان بن کی صورت مین وہ ایسی مایوسانہ مجبوری مین پھنستے ہین کہ موت سے پہلے رہائی کی کوئی شکل ...

پڑتی اب یا تو موت سے بدتر جینا جیتے ہین یا ہولناک گناہون مثلا
خودکشی و حرام کاری وغیرہ مین پھنس کر خود کو اور اپنے خاندان کو
تباہ کرتے ہین بعقد ثانی کی اجازت کی صورت مین وہ ہر پہلو آزاد
ہوتے اگر محبت کے سامان جمع ہوتے چین سے زندگی کاٹتے کیونکہ
انہین سے کوئی خواہ مخواہ جدائی کیون پسند کرنے لگا ور نہ بصورت
مجبوری علحدگی اختیار کر لیتے ۔

پس عقد ثانی مین واقعی اور معتدل محبت کی نفی نہین ہو ہان اس
خیالی جنون آمیز محبت کی البتہ نفی ہو جو اکثر موقعون پر انسانون کو جام زہر
نوش کراتی ہے،

دوسری دلیل تو بس کھلی ہوئی خود غرضی اور بنیے پن پر مبنی ہو اس سے
دانی جی کی ناستا بکری ہوئی آتما اور انکے انصاف پسند ہردے
دل کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے،

افسوس شوہر کے خاندان کی ایسی طرفداری کہ اسکی جائداد کی
لالچ سے بیچاری اس بیوہ عورت کے گلے پر چھری پھیری جاتی ہو خیال
اس غریب عورت کو بخشئے جائداد بھی لیجیے مگر للہ اسکو آزاد کیجیے
جائداد جائے چولھے بھاڑ مین کنبے والون کے جھگڑنے کی بھی ایک
ہی کہی وہ خلاف انصاف جھگڑا کرین اور آپ اسکے لیے عورت
کا گلا دبا دین، اور کہیون جناب اگر نیوگ کے بارہ مین یہ لوگ نیوگ
تعصب سے جھگڑین تو کیا آپ انکی خاطر سے نیوگ کو بھی ناجائز قرار
دیدین گے ۔

تیسری دلیل کوئی نئی نہین ہو بلکہ اسی دوسری دلیل کا اعادہ ہو،

چوتھی دلیل عجیب و غریب سادگی سے تیار کی گئی ہے، افسوس سوامی جی اتنا نہین سمجھتے کہ دنیا مین جسقدر معاہدے ہوتے ہین خواہ صاف لفظون مین کوئی شرط نہ لگائی جاوے، ان سب مین معنوی طور پر مصالحت باہمی کی شرط ضرور ہوتی ہے جسکے فوت ہوتے ہی معاہدے خود بخود فسخ ہو جاتے ہین، اور طرفین مین سے کسی کو فسخ کی باقاعدہ شکایت نہین ہوسکتی، مثلاً بیوپار کے معاہدہ کو لو، تو خواہ کوئی شرط صاف لگائی جاوے یا نہ لگائی جاوے مگر یہ شرط ہوتی ضرور ہے کہ اگر دونون مین سے کوئی بھی کسی معاملہ مین بدنیتی کرے گا تو یہ معاہدہ فسخ ہوجائیگا پھر معاہدہ نکاح ان معاہدون سے کیون مستثنیٰ ہوگا، معاہدہ نکاح کا بھی یقینی یہی مطلب ہے کہ اگر انمین سے ہر ایک نکاح کے ضروری معاملات کو انجام دیتا رہے تو انمین سے کوئی جدائی کا مجاز نہ ہوگا ورنہ بحالت مجبوری وہ مختار رہے، پس اگر عورت خواہ مرد کسی بے عنوانی کی صورت مین جدا ہونا چاہے تو وہ خلاف معاہدہ کرنیکا ہرگز ملزم نہ ہوگا، اور اگر اس حلف کا وہی منشا ہے جو سوامی جی سمجھے ہین تو بنی نوع انسان کو سب سے پہلے اس سخت اور تباہ کن معاہدہ پر اعتراض ہے، کیا کوئی عقلمند لین دین کے اس سخت معاہدہ کو پسند کریگا کہ قرض دار خواہ روپے نا بیٹھے مگر قرض خواہ، چار و ناچار قرض دیتا جائے اور چند دنون مین خود لنگوٹی باندھ لے، کیا کوئی اس بیوپار کے اس سخت معاہدہ کو منظور کرے گا، کہ آڑھتیا خواہ بیوپاری کا کل مال دبا بیٹھے مگر بیوپاری خواہ مخواہ اسکی آڑھت کا پیٹ بھرتا رہے پھر کیون کر کوئی عقلمند نکاح کے اس سخت معاہدہ کو منظور کریگا کہ مرد خواہ عورت کا گلا کاٹ ڈالے اور خواہ وہ اپنی موت کی مجبوری سے عورت کو بیکس و ناچار

ور پاگل بنا جاوے، اگر عورت اسکے پاتون یا اسکے گھر کی دیوارون سے
پٹتی رہے۔

وسیلین تو ختم ہو چکین اور ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکین، اب سوامی جی
کی ایک تدبیر بھی سن لیجیے جو عقد ثانی نہ ہونے کی خرابیون کو دور کرنیکے
لیے بتائی گئی ہے ۔

ایک سوال کے جواب مین فرماتے ہین، اگر عورت مرد برہم چریہ
تجرد مین قائم رہنا چاہین تو کوئی بھی خرابی برپا نہ ہوگی اور اگر خاندان
کے سلسلہ کو جاری رکھنے کے لیے کسی اپنی ذات والے کا لڑکا گود لے
لین گے اُس سے خاندان چلے گا اور زنا کاری بھی نہو گی اور اگر برہم چریہ
بھی نہ رکھ سکین تو نیوگ کر کے اولاد پیدا کر لین، اس تدبیر پر سرسری
بحث یہ ہوتی ہی، کہ فیصدی کے آدمی برہم چریہ رکھینگے، ایک
یا ایک بھی نہین، پس یہ صورت تو ناممکن العمل ہے، دوسری صورت دفع
شہوت کیلیے نہین ہی، بلکہ بقائے نسل کیلیے، تیسری صورت بھی حصول
اولاد کے لیے ہی نہ رفع خواہش کے لیے (دیکھو تمہیدی اصول نمبر ۲)
پس اس درد کی کوئی دوا نہین، ہان اُس درد کی دوا ہے جو
دوسرے درجہ مین محسوس ہوتا ہی، علاوہ برین تیسری صورت (نیوگ)
مین جو کرورون خرابیان پنہان ہین اور جنپر ابھی مستقل بحث کرنیوالا
ہون، وہ سرے سے اس صورت ہی کو ناجائز ثابت کرتے ہین
دوسری صورت جس فائدہ کے لیے تجویز کی گئی ہی اس فائدہ کو بھی پورا
نہین کر سکتی، کیونکہ اوّل تو برہم چریہ کی رواج کی صورت مین بچے ہی
بہت کم ہونگے اگو دینے کو ہاتھ کہان آئینگے، اور یون بھی والدین اپنے

بچہ کو مجبوری ہی پڑی اس کام کیلیے دیتے ہین، دوم یہ کہ دوسرونکے بچون سے اپنی نسل کیون کر چلیگی، کیا محض گود لینے سے کسیکا بچہ ہمارا بچہ ہوسکتا ہی، ہان یون کہیے کہ گھردوار دھن دولت چلین گے، مگر وہ تو یون بھی چلتے، کوئی نہ کوئی ان چیزون پر قبضہ جماتا ہی،

دوسرا باب
نیوگ

ناظرین، از دواج، کے موضوع کے اندر کیا، نیوگ کی بحث درست ہوگی اس فیصلہ کے لیے تمہیدی اصول کا نمبر ایک، دیکھیے جس مین بتایا گیا ہے کہ آریہ سماج مین نیوگ، بیاہ ہی کی ایک قسم ہی، پس اگر اس رسالہ مین، نیوگ، کی بحث چھیڑی جاتی ہی تو شاید خلاف موقع نہوگا۔

پہلے نیوگ کے بنیادی اصول جنکی تردید یہ نیوگ کی تردید ہوگی، سوامی جی کے ہوبہو الفاظ مین پیش کرتا ہون، اسکے بعد اُنکی جانچ پڑتال کیجائیگی۔

سوامی جی پنربواہ (عقد ثانی) اور نیوگ مین فرق بیان کرتے ہوے تحریر فرماتے ہین۔

"(۱) بیاہ کرنے مین لڑکی اپنے باپ کا گھر چھوڑ خاوند کے گھر جاتی ہے (..... مگر نیوگ کی صورت مین عورت اُسی بیاہی خاوند کے گھر مین رہتی ہی،

(۲) اُسی بیاہی عورت کے لڑکے اُسی بیاہے خاوند کے وارثہ

ہوتے ہین مگر نیکتا (نیوگی) عورت کے لڑکے (بیج دینا نیوگی) کے نہ بیٹے کھلاتے ہین (دران حالیکہ عورت نے نیوگ اپنی اولاد کے لیے کیا ہو) نہ اُس کا گوتر (نسب) ہوتا ہی اور نہ اُس کا اختیار اون لڑکون پر رہتا ہی بلکہ وے متوفی خاوند کے بیٹے کھلاتے ہین اُسی کا گوتر رہتا ہی اور اُسی آدمی کی جائداد کے وارث ہوکر اُسی کے گھر مین رہتے ہین،

(۳) بیا ہی عورت مرد کو باہم خدمت اور پرورش کرنی لازمی ہی نیوگ مین عورت مرد کا اس قسم کا کوئی تعلق نہین رہتا،

(۴) بیا ہی عورت و مرد کا تعلق دونون کی موت تک رہتا ہی مگر نیوگ شدہ عورت مرد کا تعلق کاریہ (کام) کے بعد چھوٹ جاتا ہی

(۵) بیا ہے مرد عورت باہم گھر کے کامون کو سرانجام دینے مین کوشش کیا کرتے ہین اور نیوگ شدہ عورت مرد اپنے اپنے گھر کے کام کیا کرتے ہین

(۶) بیا ہی عورت مرد ایک خاوند اور ایک ہی عورت مل کر دس اولاد پیدا کر سکتے ہین مگر نیوگ شدہ مرد و عورت دو یا چار سے زیادہ اولاد نہین پیدا کر سکتے۔

(۷) جیسے کنوارے اور کنواری ہی کا بیاہ ہوتا ہو ویسی ہی جسکی عورت یا مرد مر جاتا ہی انہی کا نیوگ ہوتا ہی کنوارے کنواری کا نہین

(۸) جس طرح بیاہے عورت مرد ہمیشہ اکٹھے رہتے ہین ویسے نیوگ شدہ عورت مرد کا برتاؤ نہین بلکہ بغیر رتو دان (جماع) کے وقت کے اکٹھے نہ ہون۔

(۹) اگر عورت اپنے لیے نیوگ کرے تو جب دوسرا حمل ٹھہر جائے

اسی دن سے عورت مرد کا تعلق قطع ہو جاتا ہی اور اگر مرد اپنے لیے گر
تو بھی دوسرے حمل کے ٹھہرنے سے تعلق قطع ہو جاتا ہی لیکن وہی
نیوگ شدہ عورت دو تین برس تک ان لڑکون کی پرورش کر کے
نیوگ شدہ مرد کو دیدیوے ،، ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵

(۱۰) جس طرح بیاہ مین نیک اشخاص کی صلاح اور دولہا دلہن کی
رضامندی ہوتی ہی ویسی نیوگ مین بھی ہونی چاہیے

(۱۱) اپنے ورن مین یا اپنے سے اونچے ورن والے مرد کیساتھ
یعنی ویش عورت ویش کھشتری اور براہمن مرد کے ساتھ کھشترانی و
کھشتری برہمن کے ساتھ براہمنی براہمن کے ساتھ نیوگ کر سکتی ہی

(۱۲) بیاہ یا نیوگ اولاد ہی کے لیے کیے جاتے ہین اندھا دھند
شہوت رانی کے لیے نہین -

(۱۳) اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کے عرصہ
مین مرد سے یا دائم المرض مرد کی عورت سے نہ رہا جائے تو کسی سے
نیوگ کر کے اُس کے لیے اولاد پیدا کر دے ،، ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۵۱
آپ کو اوپر کے بیانات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ویدک دھرم نے
عقد ثانی کو نا جائز بتا کر نیوگ کو اسکی جگہ مقرر کیا ہے ،، اور اسی لیے
سوامی جی نے عقد ثانی اور نیوگ مین فرق دکھانے کی کوشش کی ہی
مجھے اجمالی طور پر پہلے یہ دکھانا ہے کہ آیا نیوگ مین عقد ثانی سے
نسبتاً کچھ زیادہ خوبی اور اہمیت ہی یا برعکس معاملہ ہو اگر پہلی صورت
ثابت ہوئی تو چار و نا چار نیوگ کی معقولیت تسلیم کرنی پڑیگی، ورنہ
مین سوامی جی کے علم و فضل بلکہ ویدک دھرم کے معرفت و گیان پر افسوس

کرتا ہو اور اسکے تجن سنتا نون اور لایق فرزندون سے آشنا اور امید کرون گا کہ وہ جلد سے جلد غور کر کے اس مسئلہ سے زبانی طور پر بھی بیزار ہو جائین جیسا کہ عملی طور پر بیزار ہین، عقد ثانی مین جو کچھ نقائص تھے انکو تو سوامی جی کی زبانی آپ سن چکے اور میری زبان سے آپکو ان نقائص کی وقعت بھی معلوم ہو چکی اور انکے مقابلہ مین اسکی خوبیان بھی معلوم ہو گئین - گویا عقد ثانی ایک بہتر اور بے عیب مسئلہ ثابت ہو چکا، اب نیوگ مین جو خوبیان سمجھی جاتی ہین انکو سُنئے اور اسکے بعد اسکے نقائص کو ملاحظہ کیجیے -

سوامی جی "نیوگ" اور رووداہ "کے فوائد" کے عنوان سے نیوگ کی خوبیون کے متعلق ارشاد فرماتے ہین "اس سے زنا کاری کا کم ہونا - محبت سے عمدہ اولاد ہو کر انسانون کی ترقی ہونا ممکن ہے اور حمل کا اسقاط کرانا بالکل بند ہو جاتا ہے، ستیارتھ پرکاش ص ۱۴۷

نیوگ کی ان خوبیون کے متعلق میرے حسب ذیل سوالات ہین

(۱) کیا یہ فائدے پُنر وواہ (عقد ثانی) مین نہین ہین کیا اس سے زنا کاری کی کمی کی امید نہین ہے کیا اس سے عمدہ اولاد نہ ہوگی، کیا اسمین اسقاط حمل کے واقعات بند نہ ہونگے، مین سننا چاہتا ہون، نیوگ کی وہ جادو نما خصوصیت جس سے یہ فائدے حاصل ہوتے ہین اور عقد ثانی سے نہین، اور اگر عقد ثانی مین یہ فوائد نہین ہین تو بیاہ مین کیسے ہو سکتے ہین، اور جب یہ فوائد عقد ثانی سے بھی حاصل ہوتے ہین اور زیادہ یقین کے ساتھ حاصل ہوتے ہین، پھر کیا وجہ ہے، عقد ثانی کو ناجائز اور نیوگ کے جائز کرنے کی -

(۲) کیا آپ سچ مچ عمدہ اولاد سے انسانی ترقی ہونی پسند فرماتے ہین ہان بیشک آپ پسند فرماتے ہین اور ضروری سمجھتے ہین کیونکہ آپ نے ایک جگہ نہایت علانیہ فرمایا ہی ،،عورت اور مرد کی پیدائش کا یہی مدعا ہی کہ دھرم سے یعنے وید کے مطابق بیاہ یا نیوگ سے اولاد پیدا کرین ،، ستیارتھ پرکاش صد ۱۴۸

مگر اب میری سمجھ مین نہین آتا کہ آپنے کس مصلحت سے برہمچریہ (تجرد) کو افضل اور نیوگ کو ادنے درجہ (اور حالت مجبوری) کا مسئلہ قرار دیا ہی، کیا انسانی پیدائش کا اصلی مدعا ادنے درجہ ہی مین رکھنے کے قابل ہوتا ہی، افسوس، اگر آپ کو میری اس گذارش مین کچھ شبہہ ہو تو دیکھیے (تمہیدی اصول نمبر ۲)

اس کے علاوہ ایک اور جگہ آپ یون ارشاد فرماتے ہین ،، اگر نفس پر قادر رہ سکین یعنی بیاہ یا نیوگ بھی نہ کرین تو ٹھیک ہے لیکن جو ایسے نہین ہین ان کا بیاہ، اور آپت کال (یعنے لاچاری کی حالتون ہین نیوگ ضرور ہونا چاہیے ،، ستیارتھ پرکاش صد ۱۴۷

(۳) آپ نے ،نیوگ، کے جو شرائط مقرر فرمائے ہین اُن کا لحاظ کرتے ہوے اور زناکاریان تو کیا کم ہونگی اکثر حالتون مین خود ،نیوگ، ہی زناکاری بن جائے گا اور اُسکی آڑ مین اس طرح زناکاری پھیلیگی، جسکا سمجھنا پہلی مشکل ہوگی اور اُسکا دفع کرنا دوسری مشکل، تمہیدی اصول کے نمبر ۳ مین جتایا گیا تھا کہ ،نیوگ، صرف اولاد حاصل کرنے کیلیے جائز کیا گیا ہی نہ رفع شہوت کے لیے دوسری جگہ یہی شرط زیادہ صاف لفظون مین یون بتائی گئی ہے

کہ ار جب عورت مرد کا نیوگ ہوتا ہو تب اپنے خاندان مین مرد عورتون کے سامنے ظاہر کرین کہ ہم دونون اولاد پیدا کرنیکی غرض سے نیوگ کرتے ہین - جب نیوگ کا مدعا پورا ہو جائیگا تب ہمارا قطع تعلق ہوگا اگر اسکے خلاف کرینگے تو گناہ گار اور ذات یا راجا کی سزا کے مستوجب ہونگے"۔ ستیارتھ پرکاش صـ ۱۴۷ ۔

حضرت یہ وہ کڑی شرط ہے، جو فیصدی ۹۹ آدمیون سے نہین اُٹھ سکتی یاد رکھیے کہ عورت ہو خواہ مرد، اسکی پہلی خواہش رفع شہوت ہوتی ہے! اور اولاد مل جاتی ہے نتیجہ مین) دنیا مین جو عیاشی کا ایک عام بازار گرم ہے اسی زبردست خواہش کا نتیجہ ہے پس اولاد کی غرض سے تو آپ جیسے کسی سوامی یا سوامن کو نیوگ کی ضرورت پڑیگی اور وہی اسے پورا پورا کر بھی گذرینگے مگر فیصدی ۹۹ آدمی (جنکو نیوگ کی ضرورت ہے) خواہ مخواہ یہی کرینگے کہ لوگون کے سامنے اپنے کو اولاد کا شائق بتائینگے اور خلوت مین جا کر اپنے دیو کام (خواہش جماع) کی پوجا کرینگے تبلائیے انکو نیوگ ہی زناکاری ہوا یا نہین، اگر یہ کہیے کہ خیر جنکے اولاد نہین ہے انکا منتر تو چل جائے گا مگر جنکے اولاد موجود ہے وہ کیون کر لوگون کو دھوکا دے سکتے ہین، مین عرض کرونگا کہ ایک حصہ مین تو آپ زناکاری تسلیم فرماتے ہی ہین، رہا دوسرا حصہ تو وہ اسی خفیہ زناکاری اور اسقاط الحمل کی دلدل مین جا گھسیگا جس سے بچانے کیلیے آپ نے نیوگ کی پختہ سڑک تیار کی تھی۔

زناکاری کے کم ہونیکا دعوی دوسرے پہلو سے بھی غلط ہے یعنے یہ مان بھی لیجیے کہ نیوگ ہمیشہ مسلمہ اصول کے مطابق ہی ہوگا، تو بھی زناکاری

مین کمی نہ ہو گی ، کیون کہ نیوگ کے شرائط مین سخت بس ضرورت والون
مین فیصدی ایک آدمی ، نیوگ ، کیلیے تیار ہو گا (کیونکہ اور لوگ اپنے
کو نیوگ کے نا قابل سمجھکر خاموش رہینگے) اب ۹۹ آدمی کیا کرینگے
وہی زنا کاری ، سوامی جی بتائیے آپ نے نیوگ سے کیا نبا لیا ،،
اجی یا تو آپ چپکے رہتے ، بیاہ ، پر کفایت کرتے اور دنیا کو اسکے
حال پر چھوڑتے یا تدبیر نکالی تھی تو اپنی طرف سے تو آسانی کا کوئی
دقیقہ نہ اوٹھا رکھا ہوتا ،،

اسقاط حمل کے بند ہونے کی بھی ایک ہی کہی ، خفیہ زنا کاری رہی
بدستور رہے تو اسقاط حمل مین کمی بھی نہ ہو گی چہ جائیکہ بالکل بند ہو جائے
اور اگر خفیہ نہین بلکہ نیوگ کے پردہ مین زنا کاری ہو تو گو بالکل سد باب بھی
نہ ہو گا) پھر بھی کمی ہو جائیگی مگر یہ کمی بھی سراہ کے قابل نہ ہو گی ، کیونکہ اس سے
بڑھکر تو اسوقت کمی ہو گی جب اباحیہ فرقے کی اصول پر زنا کاری بالکل
عام اور جائز محض کر دی جاوے ، ایسی تدبیرین تو ہر ایک کو سوجھتی
ہین ، اب عقد ثانی کی خوبی پر غور کیجیے ، اسکی حالت بالکل پہلے
بیاہ کی سی ہوتی ہی ، پس جس طرح بیاہ کے پردہ مین زنا کاری نہین
ہو سکتی کیونکہ بیاہ مین نہایت باقاعدہ طور پر مرد عورت کے
کل معاشرتی تعلقات عمر بھر کیلیے مستحکم و متحد کر دے جاتے ہین ،
اور یہی ایک بات ہی جو بیاہ کو زنا کاری سے جدا کرتی ہے ،
اسی طرح عقد ثانی مین بھی نہین ہو سکتی ، نہ عقد ثانی مین خواہش اولاد
وغیرہ جیسے لغو اور ناممکن العمل شرائط ہین جن کو ہر ایک پورا نہ کر سکنے
کی وجہ سے باقاعدہ مجبور ہو کر زنا کاری کی طرف جھکے ،،

پس برکت اور ہزار برکتین اسلام کے لیے جسنے ایک طرف عقد ثانی کے بہترین قاعدہ کو تجویز کر کے دنیا کو نہایت آسانی کے ساتھ اخلاقی تباہیون سے بچانیکی راہ نکالی۔ اور دوسری طرف نیوگ سے نفرت دلا کر غیر تمدن اور شریف طبیعتون کو بے عزتی وحیا سوزی کے شرمناک ارتکاب سے بچایا۔

ابتک جو کچھ بحث تھی وہ نیوگ کی اصلی خوبی اور اسکے اصل مقصد سے متعلق تھی اب وہ بنیادی اصول ہین کا تذکرہ او پر گذر چکا ہی بیلک پیش پر لائے جاتے ہین جنکی بحثونکی ذیل مین یہ دکھایا جائے گا کہ نیوگ زنا ہے یا کچھ اور۔

(۱) پہلی دفعہ مین ہمکو بتایا جاتا ہے کہ نیوگن عورت اپنے پہلے خاوند ہی کے گھر رہتی ہی اور نیر بواہ مین دوسرے خاوند کے گھر۔

ناظرین انصاف کرین کہ اس فرق مین پنربواہ قاعدہ کے مطابق پسندیدہ معلوم ہوتا ہی یا نیوگ؟ کیا یہ بہتر ہی کہ ایک مرد جس سے کوئی معاشرتی تعلق آئندہ نہین رکھنا ہو آکے اور بھاڑو کے ٹٹو کی طرح کام نکالکر چمپت ہو جائے اور اصلی شوہر صاحب تعلقات رکھتے ہوے اسکی ان حرکتون کو برداشت کرین یا یہ بہتر ہی کہ پہلے شوہر سے قطع تعلق کر کے نہایت باقاعدہ طور پر دوسرے مرد سے پہلا ہی جیسا مضبوط اور گہرا تعلق پیدا کیا جاوے۔ اور وہ دوسرا مرد بالکل پہلے ہی مرد کے مانند اپنی اور اس عورت کے معاشرت کو ہمیشہ کیلیے متحد اور مستحکم بنالے۔

اب بتاؤ پنربواہ افضل ہی یا نیوگ؟

اسی ذیل مین یہ بھی لحاظ کر و کہ نیوگ، عیاشی و زناکاری سے

قریب تر ہو یا نکاح سے بہتر ہوا، تو خود نکاح ہی ہے! اگر سوامی جی یہ کہیں جیسا اُنھوں نے ایک جگہ کہا ہے کہ "جیسا قواعد کے مطابق بیاہ ہونے پر زنا کاری نہیں کہلاتی تو باقاعدہ نیوگ ہونے پر زنا کاری نہ کہی جائیگی جیسے ایک لڑکی کا دوسرے کے کمار کے ساتھ شاستر کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق بیاہ ہونے پر مجامعت میں زنا کاری یا گناہ یا شرم نہیں ہوتا ویسے ہی وید شاستروں کے فرمان کے مطابق نیوگ میں زنا کاری گناہ اور شرم نہ ماننی چاہیئے" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۲ -

تو میں عرض کرونگا کہ سوامی جی، نیوگ میں اتنی باقاعدگی تو ہے ہی نہیں جتنی بیاہ میں ہے اور اسکو آپ بھی مانتے ہیں کیونکہ آپ نے خود دونوں میں بیسوں فرق بیان کرکے باقاعدگی اور بیقاعدگی کی قلعی کھولدی ہے اور اسمیں جتنی باقاعدگی ہے اتنے تو باقاعدہ عیاشیوں میں بھی ہے ملاحظہ ہو، ایک رنڈی کمرہ سجے ہوئے علانیہ بیٹھی ہوئی ہے، اسکے والدین اور برادری کے سب آدمی موجود ہیں، ایک مرد خود آتا ہے یا چھانس کر بلایا جاتا ہے، خاندان کے سامنے مسئلہ پیش ہو کر طرفین اور رنڈی کے بزرگوں کی رضامندی سے طے ہوتا ہے. گھر کے لوگ خوشی خوشی اس متبرک کام میں شرکت کرتے ہیں، مرد کام کے بعد بے غرض بنکر چلتا نظر آتا ہے، غور کیجیے یہ وہی تو قاعدے ہیں جو نیوگ میں رکھے گئے ہیں

ہاں شاید سوامی جی یہ عذر کریں کہ رنڈیوں نے تو اسی کام کو بسر اوقات کا ذریعہ بنا لیا ہے تو واضح ہو کہ اوّل تو محض اتنا فرق بیقاعدگی کا الزام

نہیں قائم کرسکتا ورنہ اسقدر بہت بڑے فرق بیاہ اور نیوگ میں موجود ہیں جن کے اعتبار سے ہم نیوگ کو بے قاعدہ کہہ سکتے ہیں، دوسرے ایسی صورتیں بھی تو ہیں جنہیں اشخاص سے بجائے لینے کے خود انکو دیا جاتا ہے۔

ہان نیوگ کے جواز کے متعلق ایک دلیل نہایت عمدہ بیان کی گئی ہے وہ یہ کہ نیوگ وید کے ... کے مطابق ہرگز نہیں یہ کسی بغیر نہیں رہ سکتا کہ جناب یہ کھلے خزانے کی عیاشی بھی تو گورنمنٹ کے قانون کے خلاف نہیں ہے یہانتک تو سنا ہے کہ ان پیشہ ور عورتوں سے سرکار ٹیکس بھی وصول کرتی ہے، اب بتائیے! ہاں شاید آپ یوں ٹالنا چاہیں کہ گورنمنٹ کا مذہبی قانون نہیں ہے مگر ایک شخص یہ عرض کرسکتا ہے کہ وید کا بھی تو مذہبی قانون نہیں ہے بلکہ وید زمانہ گذشتہ کے راجاؤں کا تعزیرات ہند ہے، اسے بھی جانے دیجئے وام مارگ والے (ویدک دھرم کا ایک فرقہ) بھی ان عیاشیوں کو مذہبی قانون دیکھنے ویدک تعلیمات کی رو سے جائز بتاتے ہیں، ان کو بھی چھوڑیئے تو تاریخ اقوام بتاتی ہے کہ کیقباد شہنشاہ فارس کے زمانہ میں فارس میں مزدک نامی ایک شخص نے اپنے ملہم ہونے کا دعوے کر کے عام طور سے زناکاری جائز کر دی اور ایک مدت تک اسکا رواج رہا، تو اب مزدکیہ فرقہ کا ایک آدمی، عیاشی، کو مذہبی قانون کے مطابق کہے گا یا نہیں آخر نیت آپ کا یہ ارشاد کہ یہ لوگ اپنے دعاوی میں جھوٹے ہیں اور وید صحیح مذہبی کتاب ہے تو قبل بحث دور کی چھڑتی ہے، مگر مختصر یہ ہے کہ ہم بھی وید کو سچا نہیں سمجھتے اور درحقیقت وہ سچا نہیں ہے۔

(۲) دوسری دفعہ کا فرق بھی بیاہ کو اعلے اور نیوگ کو ادنے ظاہر کرتا ہے، نیز یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ نیوگ عیاشی اور زناکاری ہے

قریب تر ہی کیونکہ عیاشی مین بھی، لڑکا اپنے یکروزہ باپ سے کچھ تعلق نہین رکھتا نہ اسکی جائداد کا وارث ہوتا ہو البتہ دونون مین ایک فرق ہے، وہ یہ کہ بچہ نیوگ (بعض صورتون مین) باوجود علم کے نیوگی کا بیٹا نہین کہلاتا، اور عیاشی کا ناجائز بچہ (اگر علم ہو) تو اپنے باپ کا بیٹا کہا جاتا ہے، مگر یہ کوئی حقیقی فرق نہین ہو صرف اصطلاح کا پھیر ہی

(۳) تیسری دفعہ بھی یہی فائدے بخشتی ہی کیونکہ اس دفعہ کی رو سے بنر بواہ مین ایک بھاری ذمہ واری ہو اور نیوگ مین نہین، نیز عیاشی مین بھی نیوگ کے مانند، مرد و عورت سے کوئی تعلقِ خدمت و پرورش نہین رہتا،

(۴ و ۵) چوتھی اور پانچوین دفعہ بعینہ تیسری دفعہ ہو مجھکو انکے علیحدہ علیحدہ لکھنے کی بھی ضرورت نہین تھی مگر محض، سوامی جی کا علم پرکاش (ظاہر) کرنے کیلیے علیحدہ علیحدہ لکدی گئین۔

(۶) چھٹی دفعہ اگرچہ بیاہ کو بھی ایک ایسی فضول حد سے مقید کرتی ہے جسکو دنیا کی عقلین نہین سمجھ سکتی ہین نہ دنیا کے لوگ اسپر عمل ہی کر سکتے ہین، کیونکہ دراصل مرد و عورت کے متعلق ازدواج کے دو منشا ہوتے ہین (اگرچہ ویدک دھرم کے دماغ سے یہ بات رہ گئی) ایک قدرتی جذبات کی بھڑکی ہوئی آگ کو فرو کرنا، دوسرا حصول اولاد و بقائے نسل، پس یہ بالکل سمجھ سے خارج بات ہی کہ جن منشاؤن کے لیے مرد و عورت کے باہمی تعلقات ملائے گئے ہین انھین منشاؤن مین سے ایک کو ممکن ہوتے ہوسے کسی حد پر بالکل روک دیا جاوے، کیا دس اولاد کے بعد پہلے منشا کے پورا کرنے کا امکان جاتا رہتا ہی، یا اسکی ضرورت نہین رہتی،

سیکڑوں ہزاروں ایسے ملینگے جنکی خواہشین اسکے بعد بھی بدستور قائم رہتی ہین، دنیا اسپر عمل اسلیے نہین کرسکتی کہ ۱۰ اولاد کے بعد لوگ اپنی خواہشون کو کیا کرینگے (بہ ہجر یہ بنتا تو ٹیڑھی کھیر ہی) ویرج (منی) ضائع کرنا گناہ ہے ایسی کوئی صورت نہین کہ ویرج ضائع نہو اور نتیجہ (اولاد) کے نہ ہونے پر قطعی یقین ہو اب اُسی زنا کاری کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا، تاہم نیوگ اسکے اعتبار سے بیاہ مین پھر بھی آزادی ہے کیونکہ نیوگ مین ۴ اولاد تک حد ہے اور بیاہ مین ۱۰ اولاد تک اور اسی سے اس بات پر ضروری روشنی پڑتی ہی کہ نیر بواہ (اصلی بیاہ کے مانند) افضل ہی، اور نیوگ عیاشی کے لگ بھگ ہی کیونکہ رنڈیان بھی اولاد کی کمی کا لحاظ رکھتی ہین اور دو چار سے زیادہ کو جائز نہین رکھتین

(۷) ساتوین دفعہ مین، نیوگ، کے متعلق ایک ایسی قید کا تذکرہ ہے جسکا کوئی خاص اثر (برا یا بھلا) نہ تو نیوگ ہی پر پڑتا ہی نہ نیر بواہ ہی پر یعنی اس قید سے دونون مین کسی کی ترجیح نہین نکلتی،

(۸) آٹھوین اور نوین دفعین چوتھی اور پانچوین — کے ہم معنے ہین لہذا انپر مزید بحث کی ضرورت نہین البتہ نوین دفعہ مین ایک خاص بات یہ لکھی گئی ہی کہ عورت بچہ پرورش کرکے دو تین سال کے بعد اپنے نیوگی خاوند کو دیدے، غالبًا اس کا یہی مطلب ہی کہ وہ بچہ آیندہ سے نیوگی مرد سے تعلق رکھے گا۔

ذرا یہ لطیفہ دیکھیے، نیوگی صاحب کی وہ عزت اور قدر و منزلت کہ ایک طرف تو ان کو بے غل وغش مزے لوٹ کر چلدینے کی اجازت ہے، نہ آیندہ عورت کے رنج وغم سے بحث) نہ بچہ کے غور و پرداخت

سے مطلب، اگر نیوگی عورت کا اصلی خاوند موٹا آسامی ہوا توخیر
غرے سے گذری ورنہ بیچاری افلاس وغربت، ذلت ونکبت،
بیماری وموت مصیبت وبلا مین پڑی تڑپا کرے اور بچہ کا وبال سر
لیکر کانٹو نپر لوٹا کرے۔ نگران بزرگوار کو مذہب کی طرف سے امداد
واعانت کی کچھ تحریک نہین۔ ولے بیدردی وسنگدلی اسپر طرہ یہ کہ
اگر یہ وعدہ ٹھہر گیا ہے کہ بچہ مرد کا ہو گا تواب غریب عورت اُن
مصائب مین مرمر کر خود بچہ پالے اور تین برس کی گودیون کا کھلایا ہوا
بچہ ہمیشہ کے لیے اس مرد کے حوالے کر دے اس قاعدہ کو رگوید
کا ایک منتر سے زیادہ مفصل دکھا کر اس پر ایک فلسفی نظر ڈالنا چاہتا ہون
ملاحظہ کیجیے ”اگر تجھ بیوہ کے دوبارہ پانی گرہن یعنی نیوگ کرنیوالے
خاوند کے لیے نیوگ ہو گا تو یہ پیدا شدہ بچہ اسی نیوگ کرنے والے خاوند
کا ہو گا اور اگر تو اپنے لیے نیوگ کرے گی تو یہ اولاد تیری ہو گی“ رگ وید

م ا ۔ ۸ ۔

یہ ہے ویدک فلاسفی کہ ایک ہی فعل جماع کو مرد کی طرف منسوب
کر دیا جائے تو بچہ اسکا ہو جاتا ہے اور اگر وہی فعل عورت کی نام مان
لیا جاوے تو بچہ اس عورت کا ہو جاتا ہے گویا بچہ اور اسکے نسب
کو اصلیت سے کچھ تعلق نہین ہوتا۔ بلکہ فرض واعتبار سے تعلق ہوتا ہے
ماشاء اللہ

(۱۰) دسوین دفعہ پر ایک جگہ مفصل بحث ہو چکی ہے دیکھو صفحہ ؟
(۱۱) گیارہوین دفعہ بھی گو ایک جگہ ضمناً بحث مین آ چکی ہے مگر مین
ذرا زیادہ تشریح کے لیے اس کا اعادہ کرنا چاہتا ہون، نیوگ مین درن

خواہ صفت ہی کے معنون مین لیا جاوے، کا لحاظ کن معنون مین قائم کیا گیا ہے،، مین اپنی تلاش کی بنا پر یقین کر کے کہتا ہون کہ ورن کے مراتب کا لحاظ صرف اس بنا پر ہی کہ مخلوط قسم کے والدین کا بچہ ناقص پیدا ہوتا ہی میرے اس خیال کی تائید منو کے مندرجہ ذیل کلام سے ہوتی ہی، وہ لکھتے ہین،

،، کہین تخم بڑا ہی کہین ظرف بڑا ہی جہان دونون برابر ہین وہ اولاد بہت اچھی ہی،، منو ادھیاے ۹ - سوتر ۳۴ -

قطع نظر اسکے کہ یہ خیال تجربات کی رو سے کہانتک درست ہی اپنے صحیح ہونے کی صورت مین کیا رکھتے ہین قاعدہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ کیون اعلے ورن کو ادنے ورن کی عورت سے نیوگ کی اجازت دیجاتی ہی اور ادنے ورن کو اعلے ورن سے نہین، کیا صرف دوسری صورت مین خلط مبحث ہی اور پہلی صورت مین نہین، یا صرف دوسری صورت کا خلط بیجا بچہ پر برا اثر ڈالے گا، اور پہلی صورت کا خلط نہین اگر یہ دعوے کرتے ہو تو آنکھ اٹھا کر دیکھو کہ منو جی کیا لکھتے ہین اور ممکن ہو تو اس فرق کے لیے تجربات کی شہادتین پیش کرو تجربات تو یہ بتاتے ہین کہ بعض نیکو کار والدین کے بچے قطعی نہایت شریر پیدا ہوتے ہین، بعض تعلیم یافتہ مان باپ کی اولاد نہایت غبی اور بد شوق پیدا ہوتی ہی، کبھی بدکار والدین کے بچے سعادتمند ہوتے ہین اور جاہل مان باپ کی اولاد ذہین اور تعلیم کی شایق پیدا ہوتی ہین۔

گو مین اس بات کا قائل نہین کہ خواہ مخواہ ناموزون مرد و عورت

کا پیوند کر دیا جاوے، مگر کم از کم یہ بے انصافی بھی اچھی نہین معلوم ہوتی جو اس قاعدہ مین برتی گئی ہی، اور وہ فلاسفی تو اور زیادہ ناگوار معلوم ہوتی ہی جو اس بے انصافی کیلیے منوجی نے تراشی ہی۔ دیکھو اسلام نے۔ آیۂ

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ	بری عورتین برے مردون کیلیے اور برے مرد بری عورتون کیلیے
وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ	اور اچھی عورتین اچھے مردون کیلیے اور اچھے مرد اچھی عورتون کیلیے

کے ذریعہ سے کس اعلی مساوات کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اور پھر بھی اسکو لازم اور جبری نہین بنا دیا تاکہ انسانون کو پریشانی ہو اور اعتراض کا موقع ملے۔

(۱۲) بارہوین دفعہ پر کافی بحث ہو چکی ہی دیکھو ص

(۱۳) تیرھوین دفعہ ایسے گول مول الفاظ مین بیان کی گئی ہی جسکا کوئی مفہوم صاف متعین نہین ہو سکتا، کیونکہ، نہ رہا جائے، کا لفظ، عورت و مرد کی خواہش جماع کی طرف اشارہ کرتا ہی جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رفع شہوت کیلیے بھی نیوگ جائز ہی، مگر آگے بڑھکر اولاد پیدا کرنے، کا لفظ، یہ بتاتا ہی کہ اولاد ہی کی خواہش کو نیوگ کا اصلی محرک ہونا چاہیے، گویا اس گول مول فقرہ سے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہی۔

؟ مگر مین اب یون بحث کرتا ہون کہ اگر اس فقرہ سے پہلی بات مراد ہے تو یہ قاعدہ تمہیدی اصول نمبر   ) کے صریح مخالف ہی اگر دوسری شق مراد ہی تو یہ دفعہ جس سوال کے جواب مین قائم کی گئی ہی وہ سوال نہین اٹھتا، وہ سوال یہ ہی، ،جب ایک بیاہ

ہوگا ایک مرد کیلیے ایک عورت اور ایک عورت کیلیے ایک مرد رہیگا
اس عرصہ مین عورت حاملہ۔ دائم المرض۔ یا مرد دائم المرض ہوجاوے
اور دونون کا عالم شباب ہو اور رہا نہ جائے تو پھر کیا کرین۔ بریکٹ
کے اندر کا فقرہ بتا رہا ہی کہ سوال کا رخ مرد و عورت کی شہوت و مستی
کی طرف ہی نہ بے اولادی کی طرف اور اسی شہوت و مستی کو رفع کرنیکی
تدبیر سوچی گئی ہے۔ نہ کہ بے اولادی کی۔ تب سوامی جی کا جواب۔ دوسری
شق کی صورت مین اس سوال پر کیونکر منطبق ہوسکتا ہے۔
یہ وہ بحث ہی جس سے تیرھوین اور دوسرے لفظون مین آخری دفعہ
بالکل تاریکی مین پڑجاتی ہی اور سوامی جی دو الزامون (تناقض یا سوال
و جواب مین عدم مطابقت) مین سے ایک الزام سے ہرگز بری نہین
ہوسکتے۔ اب سوامی جی کے روحانی فرزند آپس مین مشورہ کرین کہ وے
دونون مین سے کسکو اپنے لیے موزون سمجھتے ہین آخرین مین نہایت آزادی
اور انصاف کے ساتھ اس راے کا اظہار کیے بغیر نہین رہسکتا کہ ویدک دھرم
کے یہ قوانین و اصول ازدواج جو اس رسالہ مین تنقیدانہ پیش کیے گئے ہین
اگرچہ موجودہ زمانہ کی تہذیب و تمدن کیلیے جس قدر ناموزون سمجھے جائین
مگر اس ابتدائی وحشیانہ دور کے لیے جو زیادہ ناموزون نہین تھے۔
جس مین ہندون کی حالت قریب قریب وحشی انسانون کی سی تھی۔
میرے اس خیال کی تائید گذشتہ صدی کے مشہور مورخ ہند۔
الفنسٹن، کے اس قول سی ہوسکتی ہی جسکو مین بغرض ناظرین پیش کرتا ہون
وہ اپنی مشہور تصنیف تاریخ ہند مین ویدک اصول ازدواج پر بحث کرتا ہوا
نتیجہ مین لکھتا ہی کہ بیاہ سے جو قوانین تعلق رکھتے ہین دجیسا کہ وہ دیکھے گئے ہین

اگرچہ بعض حصوں مین وحشیانہ دور کے سخت نشانات رکھتے ہین پھر بھی ایک نہایت کمزور ترین پارٹی کے نامزدون نہین ہین تاریخ الفنسٹن صہ ۴۹

ناظرین بین رسالہ کی : دلون ضروری بابون پر کافی بحث کر چکا، اور مین خیال کرتا ہون کہ شاید یہ رسالہ ملک کیلیے ایک نئی چیز ثابت ہوگا مگر ساتھ ہی اس امر کا اظہار بھی نہایت ضروری ہو کہ مین نے اختصار کے لحاظ سے اس مضمون کی صرف اصولی باتون پر بحث کی ہو اور اسکے متعلق بہتیری فرعی باتون کو قصداً نظر انداز کر دیا گیا ہو کیونکہ وہ اپنے لیے ایک مستقل رسالہ کا تقاضا کرہی تھین، لیکن مین یقین کے ساتھ امید کرتا ہون کہ اس رسالہ کی اصولی مباحث اسقدر محیط اور روشن ہین کہ غالبا تھوڑی سی سمجھ کا آدمی ان کے اندر سے وہ ساری فرعی بحثین خود مستنبط کر سکتا ہو جو مجبوراً ترک کر دی گئی ہین،

آخری التماس

عموماً ملک کے باشندون کو اور خصوص آریہ بھائیون کو مین اس ضروری بات پر توجہ دلانی چاہتا ہون کہ اس رسالہ کی تصنیف سی میرا اور مدرسہ الٰہیات کے شغل کا ہرگز یہ مقصد نہین ہو کہ ملک کو یا آریہ لوگون کو اپنی قابلیت کا جو ہر اور ذہنی طاقت کا اندازہ دکھایا جاوے نہ یہ کہ اپنے سر سے اس فرض کا بوجھ اُتار دیا جائے جو بدقسمتی سے اس ملک کے لوگون نے اپنے سر لے رکھا ہو یعنی اپنے مذہب کی اندھا دھند طرفداری اور دوسرے مذہب کی متعصبانہ تردید بلکہ میرا اور اس مبارک مشن کا عموماً یہ مقصد ہو اور رہے گا کہ ملک کے تمام باشندون کو غلطی سی بچا کر راستی

وصداقت کے راستہ پر لایا جاوے اور جہانتک ممکن ہو ملک کی
متعصبانہ مخالفت کی اس خطرناک روش کو ایک حدتک روک دیا جاوے
جو قوم کو ہلاکت کے طرف لیے چلی جاہی ہی اسی مقصد کو لحاظ سے ایسے شوخ مضمون جس کے
متعلق جانبین سے ملک مین نہایت گندہ لٹریچر کا ایک عظیم الشان
ذخیرہ تیار ہو گیا ہے جس کو ایک ہی نظر دیکھکر ملک کی خلاقی زندگی پر
نہایت دردناک افسوس سے تعزین کرنا پڑتی ہی - یہ رسالہ بہت بڑی تہذیب
سنجیدگی کے لہجہ مین لکھا گیا ہی، اگر کہین الفاظ مین شوخی آ بھی گئی ہو
تو ہر منصف شخص اسکی سادگی کو دیکھکر اندازہ کرسکتا ہی کہ وہ بالکل
دوستانہ مذاق کا ایک نمونہ ہی جو رنج پہونچانے کیلیے نہین پیش کیا گیا ہی
بلکہ دوستون کی تفریح کیلیے، پھر بھی میری مقابل احباب کو اعتراض کا
حق ہی اور اسلیے مین نہایت بے تکلفانہ دوستی کی لہجہ مین اپنی اس گستاخی
کی معافی اور ساتھ ہی رخصت کی اجازت چاہتا ہوا ناظرین کو الوداع
کہتا ہون -

آزاد سبحانی پروفیسر مدرسۂ الٰہیات

آریہ مہاتماؤن سے سوالات

سلسلہ کیلیے دیکھئے ٹریکٹ نمبرا

(۱۴) روح مجرد ہی یا مادی اگر مجرد ہی تو اسمین حسب
کیون کر پاے جا سکتے مین۔ ذوق۔ لمس۔ شم وغیر
ہی تو القول سوامی جی صاحب حادث و مرکب ہے
قدیم اور بسیط مانتا ہی۔

(۴۲) آریہ سماج جو ہر چیز کے وجود کیلیے مشاہدہ طلب کر
چیز (خواہ خدا ہو خواہ روح) کے وجود پر مشاہدہ
کر سکتا ہے صاف لفظون مین یون سمجھو کہ خدا اور
چیزون کی کوئی نظیر ہمارے مشاہدات اور تجربات

(۴۳) مکتی (نجات) مین جیو (روح) پرمیشور کی طرح علیم
یا نہین، پہلی صورت قطع نظر اسکے کہ آریہ سماج کے
جیو محدود العلم محدود المقام ۔۔۔۔۔ اور پرمیشر
ہمہ دان سب جگہہ موجود ہی ستیارتھ پرکاش صفحہ
کی عبارت ذیل "تمام اشیا کو حواس (جیو)
ہین بخوبی معلوم کر لیتا ہے کے بھی منافی ہی کیونکہ
مین قریب کی قید صاف بتاتی ہی کہ جیو بعید چیزون
ہوتا ہی یا اُن کا ناقص علم رکھتا ہی۔ دوسری صو
ناقص رہتی ہی کیونکہ مکتی کا کمال و نقصان گیان
بیشی پر منحصر ہے، جیسا کہ خود سوامی جی فرماتے ہین

بڑھتا ہی اُسکو اتنا ہی زیادہ انند (خوشی) بڑھتا ہی سب بعض چیزون سے ناواقف رہنے یا ناقص العلم ہونیکی صورت مین جیو کو پورا آنند نہ حاصل ہوگا بلکہ خوشی مین غم ملکر اُسکی مکتی کو دوبھر بنا دیگا''

۴۴ کثرت کیلیے امتیاز اور امتیاز دہندہ چیز ضروری ہی اب غرض یہ ہے کہ تمام جیو پرلے (فنا کلی) مین یا پرلے مین بھگت کرتے واحد (ایک چیز) بنجاتے ہین یا بدستور کثیر و متعدد رہتے ہین ؟ پہلی صورت مین یہ لازم آتا ہی کہ پرلے کے بعد دوبارہ سرشٹی سے دنیا بنانے کیوقت اسی ایک روح کے ہزارون لاکھون ٹکڑے بنائے جاوین (کیونکہ دنیا مین سب کی روحین مختلف ہوتی ہین) حالانکہ تجزی و تقسیم (ٹکڑے کرنا) روح کے تجرد (مادیت و جسمانیت سے خالی ہونا) کے خلاف ہی دوسری صورت مین ان روحون مین امتیاز و امتیاز دہندہ چیز بتاؤ مگر بتاتے وقت سوامی جی کے اس منشا کا بھی لحاظ رکھو کہ جیو سب یکسان ہین انمین فرق صرف نیکی و بدی کی تاثیر سے ہی ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۶۹

۴۵ روح سوامی جی کے قول کے مطابق درخت وغیرہ جڑ (جامد) قالبون مین جنم لیتی ہی اور پنڈت لیکھرام کے فلسفہ کی بنا پر روح کا جنم دھارن (قالب اختیار کرنا) چیتن (ذی احساس) قالبون سے مخصوص ہی ملاحظہ ہون دونون کے اقوال۔ اب ہماری تسلی کرو کہ ہم دونون سے کسکے خیال کو سماج کا مسئلہ سمجھین اور اسپر بحث کرین ؟

۴۶ کیا خدا اس روح کے حق مین ظالم نہ ٹھہرے گا جسکو بلا وجہ یعنے بغیر کسی گذشتہ جرم کے بجائے مرد وعورت کے قالبون کے مخنث قالب مین داخل کرتا ہی، بغیر کسی گذشتہ جرم کے ایسا کرنیکی شہادت سوامی جی کے ارشاد ذیل سے حاصل کرو اگر کرم عورت کا جسم حاصل کرنیکے لایق ہون تو عورت کے جسم مین اور اگر مرد کا جسم حاصل کرنے کے کرم ہون تو مرد کے جسم مین داخل ہوتا ہی اور حمل ٹھہرنے کے وقت عورت و مرد کے جسم مین بوقت ہم بستری حیض اور منی کے برابر ہونے کی وجہ سے مخنث پیدا ہوتا ہی ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۹ اگر تم سوامی جی کے اس قول کو غلط مانکر، مخنث ہونے کو بھی گذشتہ کرم کا نتیجہ قرار دو تو ہم اسکی بھی اجازت دیتے ہین مگر مہربانی کرکے اس عجیب وغریب کرم کا نام ضرور بتاؤ جسکا یہ عجیب وغریب نتیجہ ہے۔

۴۷ آریہ سماج کا یہ عقیدہ کہ) برہم (خدا) ہر جگہ، بھرپور کامل ہی اسی برہم مین مکت، جیو (نجات یافتہ روح) بے روک ٹوک، گیان (علم ومعرفت) اور آنند کے ساتھ پھرتا ہی ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۱۱ کیا معنے رکھتا ہو، آیا یہ کہ خدا روح کیلیے حقیقی معنون مین ظرف ہے یعنے جیسے گھڑا پانی کیلیے اور اکاش (خلا) پرتھوی (زمین) کیلیے ظرف ہی بعینہ اسی حیثیت سے خدا مکتی مین، روح کے لیے ظرف بنجاتا ہے، یا یہ کہ یہ ایک استعارہ ہے اس مضمون کا کہ، روح مکتی مین، دنیاوی تعلقات سے علحدہ

ہوکر خدا کے ادراک مین ہمہ تن مشغول ہوتی ہی، دوسری صورت قطع نظر
اسکے کہ سماج کی اس روش کے منافی ہے جو قرآن پاک کے استعارات
کے مقابلہ مین عموماً برتی گئی ہو اور شروع سے آج تک قائم ہے
سوامی دیانند کے اقوال ذیل کے صحیح منشا کے بھی خلاف ہے
وہ جب سننا چاہتا ہے (جیو) تو کان چھونا چاہتا ہے تو جسم
دیکھنے کے ارادہ سے آنکھ، مزا لینے کیلیے زبان، سونگھنے کیلیے ناک،
...... اہنکار (خودی) کیلیے انانیت کی قابلیت والا اپنی
ذاتی طاقت سے مکتی مین جیو آتما (روح) بن جاتا ہو۔ گویا بعض ادقات
جسم ہوتا ہی)، زور، ہمت، کشش، تحریک، حرکت، خوف،
تمیز، فعل، حوصلہ، یاد، یقین، خواہش، محبت، نفرت، ملاپ،
جدائی، ملانا، جدا کرنا، سننا، چھونا، دیکھنا، چکھنا، سونگھنا اور
گیان، یہ ۲۴ قسم کی طاقتین جیو رکھتا ہو اس وجہ سے مکتی مین بھی آنند
کو حاصل کرکے بھوگتا ہی ستیارتھ صفحہ ۲۶۱ ان اقوال کا نہایت صحیح منشا یہ ہو کہ جیو
مکتی مین دنیا وی تعلقات کا پابند ہوتا ہو، کیونکہ ہو بیس طاقتون
مین اکثر طاقتین (خوف۔ محبت، بصر، ذوق، لمس، شم وغیرہ
مادی طاقتین اور مادی افعال سے مخصوص ہین، اور یہ ظاہر
ہے کہ ان کا وجود مکتی مین محض بیکار تو ہوتا نہین پس یقیناً ان سے
کام بھی لیے جاتے ہونگے جسکی تصریح سوامی جی نے بھی کر دی ہی
فرق صرف یہ ہو کہ دنیا مین (جیو) مادی جسم رکھتا ہو اور مکتی مین
اراد۔ جسم، پس ہم نہین سمجھ سکتے کہ روح کا دنیا وی تعلقات سے
علیحدہ ہوکر خدا کے ادراک محض پر قانع رہنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہو

....

پہلی ....

صورت خدا اور روح دونون کے تجرد کے خلاف ہی

۴۸ تم روح کو مجرد مانتے ہوے یہ بھی مانتے ہو کہ وہ محض ارادہ سے ذوق، لمس، شم، چکھنا، چھونا، سونگھنا، وغیرہ صفات اپنے اندر پیدا کر لیتا ہی جیسا کہ سوال نمبر (۴۴) کے اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہی، مگر افسوس کہ تم اتنا نہین سمجھ سکتے کہ یہ طاقتین بغیر مادی اتصال کے ہرگز نہین حاصل ہو سکتین کیونکہ ان کی تعریفون اور حقیقتون ہی مین، مادہ، داخل ہی، مثلاً ذوق یا ذائقہ جلد زبان کی اس طاقت کا نام ہی جو لعاب زبان کے واسطہ سے مطعوم چیز کا مزا دریافت کرتی ہی پس مجرد روح مادہ سے علیحدہ ہو کر کیونکر فقط ارادے سے ان طاقتون کو حاصل کر سکتی ہی اور اگر ایسا ممکن ہو تو خدا بھی باوجود مجرد ہونے کے اپنے ارادہ سے ان صفات کو حاصل کر سکتا ہی حالانکہ مانا جاتا ہی کہ خدا مین یہ صفتین نہین ہو سکتین چنانچہ خود سوامی جی ایک جگہ انہین صفات کا ذکر کرتے ہوے لکھتے ہین جیوآتما (روح) کے یہ صفات پرماتما (خدا) سے جدا ہین ۔ ستیارتھ پرکاش صـ ۲۵۲

۴۹ نمبر ۴۸ کے اقوال سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ روح صفات مذکورہ کو صرف ارادہ سے پیدا کر لیتی ہی، اور اسکے ساتھ کسی قسم کا مادی جسم نہین ہوتا، اب حیرت یہ ہی کہ سوامی جی تھوڑی ہی دور آگے بڑھکر

سوامی جی روح مین ایک جسم لطیف) جوکہ مادی جسم کی ایک قسم
ہے ہونا تسلیم فرماتے ہین۔ دیکھو وہ جسم کی بحث کرتے ہوے کہتے
ہین یہ لطیف جسم پیدا ہونے اور مرنے کی حالت مین بھی جیو کے
ساتھ رہتا ہی اسی دو تفریق ہین ایک بھوتک (عنصری) جو لطیف
عناصر کے اجزا سے بنا ہے دوسرا، سوبھاوک (طبعی) جو جیو کے
اوصاف طبعی ہین، یہ دوسرا بھوتک شریر (جسم لطیف عنصری)
مکتی مین بھی رہتا ہے اور اس سے جیو مکتی مین سکھ بھوگتا ہی۔
ستیارتھ پرکاش ص۔

یہ ایک صریح تناقض ہے۔ اور پہلے خیال کی ہوتے ہوی
دوسرا قطعی غلط ہی کیونکہ اگر روح ارادہ سے بہت کچھ صفات پیدا
کر لیتی ہی تو جسم (خواہ لطیف ہو خواہ کثیف) کا وجود لاشک ثانی ہوگا
اس لیئے اس تقدیر پہ کل صفات اس جسم مین فطری طور پر ہونگی
اور روح کا ان سے انتفاع بھی فطری ہوگا نہ کہ محض ارادی سے
پیدا ہونگے۔

٥٠ سوامی جی کے اس آخری اصول کو مدنظر رکھتے ہوے یہ سوال
پیدا ہوتا ہے کہ روح دنیا مین تو مادہ سے مجرد رہتی ہی نہین۔ اگر
مکتی مین بھی (لطیف مادہ سے) مجرد نہ ہوئی تو اب وہ زمانہ بتاؤ
جس مین روح مادہ سے مجرد ہو کر اپنی اصلی (بسیط) حالت مین آئی؟
اور سچ یہ ہی کہ روح کبھی اس حالت مین آ بھی نہین سکتی کیونکہ
روح کے وہ صفات جنکے ہونیکے لیے (مکتی مین) ایک جسم
کی ضرورت تسلیم کی گئی ہی۔

روح کے طبعی و فطری صفات ہین جو کبھی روح سے جدا نہین ہو سکتے
پس روح کسی زمانہ مین جسم یا مادے سے علحدہ نہین ہو سکتی
ہے: بتاؤ آریہ سماج کا یہ خیال کہ روح و مادہ ایک زمانہ
تک الگ رہتے ہین خدا انکو باہم ملاتا ہی کیون کر صحیح ہوگا
۵۱ جب صفات مذکورہ روح کے طبعی اور ذاتی اوصاف ہین
اور یہ جسم کے ذریعہ سے پیدا ہوتے ہین تب روح ذاتی ذاتی
صفات مین مادہ کی محتاج ہونے سے ، مادی ٹھہری نہ کہ مجرد ،
حالانکہ سماج اسکے مجرد ہونے کا مدعی ہی ، اور جب روح مادی
ٹھہری تو اب اصل چیز مادہ رہا (جس سے روح بھی بنجاتی
ہی پس اسی ایک مادہ کو خدا کے ساتھ قدیم کہنا چاہیے ۔ جیسے ، تین ،
قدیم کا مسئلہ بھی باطل ہو گیا ۔
۵۲ سوامی جی فرماتے ہین کہ جو جسم والے ہوتے ہین وہ دنیوی دکھ
سے بری نہین ہو سکتے ستیارتھ پرکاش ص۲۱۲

پھر دوسری جگہ روح کی مکتی کی بابت فرماتے ہین ۔
"مکتی تو جیو کی یہ ہی کہ دکھ سے چھوٹ کر راحت مطلق ۔۔۔
پرمیشور مین آنند کے ساتھ رہے ستیارتھ پرکاش ص۲۱۲ "
اس سے پہلے تمکو معلوم ہو چکا ہی کہ سوامی جی مکتی مین بھی روح کے
ساتھ جسم (اگرچہ لطیف ، عنصری مانتے ہین ، اب اگر نمبر ۱۲)
کے پہلے قاعدہ کا لحاظ کرو تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ روح
مکتی مین دکھ سے چھوٹ نہین سکتی حالانکہ نمبر ۱۲ کا دوسرا قاعدہ
اسکے بالکل برعکس تعلیم کرتا ہے ، جسم مین لطیف و کثیف کا

فرق سوال نہین اٹھا سکتا ہی کیونکہ اصل مادیت وجسمانیت کچھ کا
گھر ہے (خواہ وہ لطیف ہو خواہ کثیف)۔

۵۳ چیوگی نکتی۔ روحانی مانتے ہو یا جسمانی دوسری صورت تمہارے
مسلمہ عقیدے کے خلاف ہی اور پھر تم مین اور جسمانی نجات ماننے
والون مین بحث پر تم اسباب مین اعتراض کرتے ہو کیا فرق ہوگا
پہلی صورت اگر تمہارے محل عقیدے کے موافق ہے مگر اصول
متذکرہ بالا کے خلاف ہی کیونکہ روح کی ۲۴ طاقتون مین
اکثر طاقتین مادی ہین علاوہ برین ایک مادی جسم روح
کے ساتھ ساتھ ہے اب ان مادی صفات اور اس مادی
جسم) کیلیے مادی اور جسمانی نعمتون کی ضرورت ہے ورنہ بالکل
بیکار ہونگی جسکو عقل کے علاوہ آریہ سماج بھی ممنوع سمجھتا ہی اور
جب مکتی مین جسمانی نعمتین ثابت ہوگئین اور خود روح بھی جسمانی
ٹھہری تو اب مکتی کے جسمانی ہونے مین کیا باقی رہا اور روحانی کہنا
کیون کر صحیح ہوگا۔ اسی ذیل مین یہ واضح رہنا چاہیے کہ اسلام
بھی جسمانی نجات مین روح کیساتھ اسی جسم لطیف اور اسکے
اسی قسم کی لطیف جسمانی چیزون کا قائل ہی۔

۵۴ پر ے کا زمانہ محدود ہی یا غیر محدود اگر محدود ہی تو وید سے اسکی
مدت بتاتے ہوے یہ بتلاؤ کہ اتنے مدت مقرر کرنیکی کیا فلاسفی ہے
غیر محدود کی شق آریہ سماج کے مسلہ کے خلاف ہے۔

۵۵ اسمین تو کسی کو شک نہین کہ مذہب کی جان توحید کامل ہی اور توحید
کامل جب ہی ہوتی ہی جبکہ توحید فی الذات، توحید فی الصفات،

توحید فی العبادت، تینون توحیدین جمع ہون اب بتاؤ کہ آریہ سماج کیون کر موحد کامل ہو سکتا ہی جبکہ وہ روح و مادہ کو قدیم مان کر دو توحید وان (توحید فی الذات و توحید فی الصفات) کا منکر ہوگیا اور جب وہ سناتن دھرم ہندو ون کو صرف ایک توحید (توحید فی العبادت) پر عمل نکرنیسے مشرک بتاتے ہین تو خود وہ دو دو توحید ون پر عمل در آمد نہ کرنیسے کتنے بڑے مشرک ٹھہرے۔

۵۶ فرض کرو ایک شخص، عمر بھر تحقیق مذہب مین سرگرم رہا مگر مرتے دم تک اسکو ویدک دھرم کی صداقت نہ معلوم ہوئی، تم اس شخص کے حق مین کیا فتوی دیتے ہو۔

نیز اگر یہ شخص ناستک (کافر) رہا تو بتاؤ کہ تحقیق مذہب کی یہ ضرر انگیز حالت اسکی کسی گذشتہ گناہ کا نتیجہ ہے یا خدا کے صریح ظلم کا۔

۵۷ عبادت کا مقصد تزکیۂ روح ہے یا محض دنیاوی نفع، دوسری صورت مین عبادت اور دیگر دنیاوی تدابیر (جن سے دنیاوی منافع متصور ہون) مین کیا فرق رہا۔ پہلی صورت مین — ہون، وسندھیا، جنکی فلاسفی حفظان صحت کے سواے اور کچھ نہین بیان کیجاتی، کیون کر مذہبی عبادتین ہو سکتی ہین

۵۸ جب وید، انسانون کے کرم پھل کے نتیجہ مین نازل ہوئے ہین تو پھر خدا نے انسانون پر کیا کرم کیا کہ اسکی حمد کی گیت گائے جائین پس اسکی اپاسنا وغیرہ سب لغو باتین ہین۔

۵۹ وید مقدم ہین یا کرم، پہلی صورت تمھارا ہے کیونکہ (بقول سماج)

ہر دنیا کے آغاز مین انسان اپنے کرم کے مطابق پیدا ہوتے ہین، وہ کرم ہی کی برکت سے انکی آتماؤن مین وید پرکاشت ظاہر ہوتے ہین۔ جیسا سوامی جی نے ایک جگہ لکھا ہی، پیدایش کے شروع مین پرماتما (خدا) نے اگنی وایو۔ ادیتہ۔ اور انگرا رشیون کے آتماؤن (ارواح) مین ایک ایک وید کو ظاہر کیا ستیارتھ پرکاش دوسری صورت مین یہ بتاؤ کہ کرم کس کتاب کے مطابق ہوئے جبکہ وید موجود ہی نہ تھے اگر یہ کہو کہ ایک دنیا سے پیشتر کی دنیا مین جو وید موجود تھے اُنکے مطابق کرم ہوئے تو ایک دنیا کے وید کا دوسری دنیا کے وید پر موقوف ہونا لازم آتا ہے، اور وید بحیثیت کلام ہونے کے، خدا کی صفت بلکہ (چونکہ خدا کی صفت عین ذات ہی) خدا کی ذات ہی، پس نتیجہ مین خدا کی ایک صفت کا خود اپنے بلکہ اسکی ذات کا خود اپنے پر موقوف ہونا لازم آیا جو یقینی بعید از عقل بات ہی،

٦٠ ہم سننا چاہتے ہین کہ اُن رشیون کو جنپر وید نازل ہوئے ایشور نے کس طریقہ سے وید کے مطالب تبلائے، سوامی جی کے طرف اس جواب کہ "پرمیشور آغاز پیدایش مین پیدا ہوئے (ہونیوالے) اگنی وغیرہ رشیون کا گرو یعنے پڑھانے والا ہے ستیارتھ پرکاش صفحہ ٢٦٥،، مطلب نہین حل ہوتا، کیونکہ اسمین تعلیم کا طریقہ نہین بتایا گیا ہے، ہم اس سوال کو یون صاف کر لینا چاہتے ہین کہ آیا رشیون کی تعلیم کا وہی طریقہ تھا جو انسانون مین مروج ہی یا کوئی غیر معمولی طریقہ تھا پہلی صورت آغاز پیدایش

مین ممکن نہین، دوسری صورت سے غیر معمولی اور خلاف عادت بات) آریہ سماج قطعی متنفر ہے - اور قطع نظر اسکے کیون معمولی طریقہ چھوڑ کر غیر معمولی طریقہ برتا گیا جسمین کرورون شبہات پیدا ہوگئے -

۶۱ سچی تعلیم کا ایک عرصہ تک دنیا سے مفقود رہنا ایشور کی مرضی و ارادہ سے ہوا یا بلا ارادہ و مرضی، دوسری صورت مین یا تو خدا غافل ٹھہرتا ہی جبکہ اسکی مرضی و ارادہ سر سے کچھ بھی نہ ہون نہ اسکے مخالف نہ موافق، یا عاجز جبکہ اسکے خلاف اسکی مرضی و ارادہ ہون پہلی صورت مین ظلم کا مورد الزام ٹھہرتا ہے - یہان یہ کہکر کہ اسکی یہ مرضی بھی انسانون کے اعمال کا نتیجہ تھی رہائی نہین ہو سکتی کیونکہ یہ انسانون کی شخصی حالت نہین ہو جسکو انکے اعمال کا نتیجہ کہا جاوے، بلکہ یہ خارجی واقعات ہین جنکو اسباب دنیا کے سلسلہ سے تعلق ہی -

۶۲ خدا کو مادہ و روح کے خواص اور انکی ترکیب کے نتائج کا کافی علم تھا یا نہین اگر تھا تو آیا وہ فعل ترکیب پر مجبور تھا یا نہین، پہلی صورت اسکے شان اختیار کے خلاف ہو نہ صرف اس لیے کہ وہ نفس تخلیق پر ذاتی اقتضا سے) مجبور تھا بلکہ اس لیے کہ وہ تخلیق (و ترکیب) کے نقصان خیز و فساد انگیز طریقے پر مجبور رہتا، دوسری صورت مین خدا مستوجب الزام ٹھہرتا ہی کیونکہ اسنے باوجود آزادی کے اس بری طریقہ کو اختیار کرکے روح و مادہ کو مبتلائے آفت ٹھہرایا -

٦٣ جب محض چیز محض ارادہ سے جسم پیدا کر سکتی ہی (جیسا کہ
بیشتر کہا گیا) تو خدا کیلیے اوتار دسی جسم کی شکل مین ظاہر ہونا کیا کیون غلط کہتے ہو

٦٤ بدکاروں کی بدفطرتین اُنکے گذشتہ گناہون کی سزا مین بالعوض
ملتی ہین، یا بلاعوض دوسری صورت مین خدا پر شروع سے
بے انصافی کا الزام قائم ہوتا ہی کہ اس نے بلا وجہ انسانون
مین نیک اور بد فطرتون کی حیثیت سے تفریق کی، پہلی صورت
مین بدکار انسان اپنے اعمال و افعال مین خودمختار نہ ٹھہرے
پھر اُنکو آیندہ جنم مین سزا و جزا کیسی، نیز آریہ سماج کا یہ مسلمہ کہ
انسان اعمال و افعال مین خودمختار ہی اور سزا و جزا مین تابع
مرضی ایشور کیون کر قائم رہے گا، اسی پر نیک انسانون کو بھی
قیاس کرلو۔

٦٥ انسان کی موجودہ زندگی کے افعال گذشتہ زندگی کے
کامون سے متاثر ہوتے ہین یا نہین، اگر متاثر ہوتے ہین
تو انسان اپنے اعمال مین آزاد کہان رہا۔
؟ اگر نہین ہوتے تو موجودہ زندگی کے سیکڑون ایسے حالات
جو اسی زندگی کے افعال سے پیدا ہوتے ہین گذشتہ زندگی
سے بالکل غیر متعلق ہونگے، اور اسلیے اُنکو گذشتہ زندگی
کے نتیجے بتانا غلطی ہوگی، پس آریہ سماج کا یہ دعوے کہ
کہ انسان کی غربت، ذلت، بیماری وغیرہ کل حالات (خواہ
اُنکے اسباب یہین موجود ہون) گذشتہ زندگی کے نتائج
ہین غلط ٹھہرا، یہ کہنا کہ بعض حالات گذشتہ زندگی کے نتیجے

ہین اور بعض موجودہ زندگی کو تو یہ اس قانون کے خلاف ہی
کہ موجودہ زندگی دار العمل ہی اور آئندہ زندگی دار الجزا ۔
۶۶ جن افعال کے نتیجے اسی زندگی مین ہمارے پیش نظر ہین ۔
انکے نتیجے آئندہ زندگی مین ملینگے یا نہین ، دوسری صورت
مین یہ دعوے کہ آج کل کے درخت پتھر وغیرہ گذشتہ زمانہ
کے چور اور زانی اشخاص ہین جو اپنے گناہونکی سزائین بھگت رہے
ہین یقینی نہ رہیگا کیونکہ کیا یقین ہی اس امر کے متعلق کہ ان آدمیون
نے گذشتہ زندگی مین اپنے گناہون کی سزا نہین پائی تھی ۔
بلکہ اگر روحانی سزا بھی کوئی چیز ہی تو ہر گناہ گار کو اپنے جرم کی
یہین سزا ملجاتی ہی اور جونون کی ضرورت نہین رہتی ۔
پہلی صورت مین ایک گناہ کی دو دو سزائین دو دو جگہ ماننی
پڑتی ہین جو صریح خلاف عدل ہی ،
۶۷ اسباب عالم مین خدا کے ارادہ کو دخل ہی یا نہین ، دوسری
صورت مین خدا عالم کا منتظم اور مدبر نہین رہتا بلکہ بیکار ٹھہرتا ہی
پہلی صورت مین انسان مجبور ثابت ہوتا ہی کیونکہ انسان کے
اکثر بلکہ کل اعمال و افعال اسباب عالم سے متاثر ہوتے ہین
اور ابھی مانا گیا ہی کہ اسباب عالم خدا کے ارادہ سے متاثر ہوتے
ہین پس نتیجہ یہ نکلا کہ انسانونکے اعمال و افعال ارادہ خداوندی
کے اثر مین ہین اور یہی مجبوری ہی ۔
۶۸ مفلس شخص تدبیرون سے اپنا پیدائشی افلاس دور کر سکتا ہی
یا نہین دوسری صورت دنیا کی ساری کوششون کو اور نیز ویدکی

بنائی تدابیر بہبودی و ترقی کو لغو و بے سود ثابت کرتی ہے،
پہلی صورت مین انسان سزا و جزا مین مجبور نہین رہتا کیونکہ
وہ افلاس جو سزا مین اسکے گلے لگایا گیا تھا اسکو ہر وقت تدبیر سے
دور کرسکتا ہے، اگر یہ کہو کہ جبتک سزا (افلاس) کی مدت ہے
تب تک افلاس دور نہین ہوتا اور بعد کو دور ہوجاتا ہے تو اس صورت
مین بھی انسانون کی کوشش بیکار ٹھہری، کیونکہ وقت سے
پہلے کوشش کا کچھ فائدہ نہین، اور وقت کے بعد وہ افلاس
خواہ مخواہ بلا کوشش دور ہوجائیگا، یہ خیال کہ وقت کے بعد بھی
بلا کوشش دور نہ ہوگا یہ نتیجہ پیدا کرتا ہی کہ بعض صورتون مین
مدت سزا (جو علم الٰہی مین مقرر ہوچکی ہی) مین اضافہ بھی ہوسکتا ہی
یہ عقیدہ کہ وقت کے بعد انسان خواہ مخواہ کوشش کریگا۔ انسان
کو مجبور ثابت کرتا ہی۔

ایک سنیاسی فقیر اپنی غربت مین بادشاہون کی بادشاہت
کے مانند راحت مطلق و سرور کامل پا رہا ہی، تباؤ اسکی یہ غربت اسکی
گذشتہ گناہ کی سزا ہے یا نیکی کی جزا، دوسری صورت اس قاعدہ
کلیہ کے خلاف ہی کہ افلاس گناہ کا نتیجہ ہی اور امارت نیکی کا
بدلہ، پہلی صورت واقعہ کے خلاف ہی کیونکہ سزا تکلیف کے
لیے ہوتی ہی، اور سنیاسی کی غربت اسکے آرام کا باعث ہی،
ہان تیسری شق یہ چھوٹ گئی ہی کہ یہ افلاس کسی نیکی یا گناہ یا گناہ و
نیکی کا نتیجہ ہی۔ مگر افسوس کہ اس شق کی تحلیل اسکو بھی پہلی دو
شقون مین داخل کرتی ہی کیونکہ آرائش کوئی چیز نہین واقعیت

ہی سے گناہ و نیکی کی تقسیم ہوتی ہے۔

۷۰ آواگون کی تسلیم سے کونسی ایسا نمایان نفع تبلاؤ جو آواگون کے خلاف صورتوں مین نہ ہو سکتا ہو، مگر نفع تباتے وقت آواگون کی ان پیچیدگیون کا بھی لحاظ رہے جو ابھی پیش کی گئی ہین۔

۷۱ اگر نیوگ یا دوواہ سے اولاد پیدا کرنا انسانی زندگی کا اعلی مقصد ہے (جیسا سوامی جی نے تحریر فرمایا ہے) تو منوجی جو نیوگ کی توہین کرتے ہین اسکا کیا مطلب ہوگا۔ دیکھو منوجی کہتے ہین۔

"جو عورت اولاد کی طمع سے دوسرے پت سے جماع کرتی ہے وہ دنیا مین بدنام ہوتی ہے، اور عاقبت مین پت لوک یعنی عالم شوہر کو نہین پاتی" ۵-۱۶۱-

۷۲ سوامی جی فرماتے ہین کہ نیوگ سے ۱۴ اولاد تک حاصل کرسکتے ہین، مگر منوجی فرماتے ہین کہ "والد کا حکم پاکر دیور مین گھی لگا کر خاموش ہوکر بیوہ عورت مین لڑکا پیدا کرے سوا سے ایک لڑکے کے دوسرا لڑکا کبھی نہ پیدا کرے منو۔ ۹-۶۰-"

۷۳ سوامی جی دفع شہوت کے واسطے بھی نیوگ جائز سمجھتے ہین جیسا حسب ذیل قول سے ظاہر ہے" اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کے عرصہ مین مرد سے یا دائم المرض مرد کی عورت سے نہ رہا جائے تو کسی سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے) ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۵۴

(واضح ہو کہ یہان اولاد کا لفظ نتیجہ کے اعتبار سے بولا گیا ہے نہ قصد کے اعتبار سے ورنہ رہا جائے کا لفظ بیکار ہوگا۔

وہ اولاد کی خواہش ہوتی تب تو عورت حاملہ ہی ہے اولاد
ہو ہی گئی پھر وقت سے پہلے جماع کی کیا ضرورت ہے (حالانکہ
منوجی لکھتے ہیں، خاندان کے بزرگوں کی اجازت سے نیوگ
کرنے پر اگر کام کی خواہش سے نیوگ کرے تو وہ زناکاری میں
داخل ہے منو ۹ - ۶۳ -

۴ - سوامی جی سیکڑوں فلاسفیان بیان کرتے ہوئے اس بات کی قائل
ہیں کہ صغر سنی میں شادی قطعی ناجائز ہے مگر منوجی فرماتے
ہیں اگر کل (خاندان میں بہت اچھا اچار رچ رنگ) ہمقوم اور
خوبصورت لڑکا ملے تب لڑکی چھوٹی بھی ہو یعنے وواہ کے لائق
نہ ہو تو بھی اسکا وواہ شاستر کے موافق کردینا چاہیئے منو ۹ - ۸۸

۵ - سوامی جی اور خود منوجی نے ورنوں کی تقسیم کرکے اس امر کی اجازت
دیدی ہے کہ شودر عورت کو شودر مرد (اور برہمنی کو برہمن
کے ساتھ وواہ دینا چاہیے۔

مگر ایک جگہ منوجی فرماتے ہیں "کنیا با حیض ہوکر بھی تا زیست
گھر میں رہے مگر اس کنیا کو کبھی بے ہنر آدمی کو نہ دیوے منو ۹ - ۸۹
اس منتر کا صاف مطلب یہ ہے کہ خواہ عورت بے ہنر (شودر)
ہو خواہ با ہنر (برہمنی وغیرہ) مگر اسکی شادی بے ہنر (شودر)
سے ناجائز ہے حالانکہ قاعدہ مذکورہ میں شودر عورت کی شادی
شودر مرد سے جائز بتائی گئی ہے۔

۶ - منوجی کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کی منگنی کی
نسبت بھی عورت کی اولاد جو اصلی شوہر سے پیدا ہو (

کو اسکی اولاد بنا دینے کے واسطے کافی ہی - مزید بران یہ کہ وہ خواہ زندہ بھی نہ ہو، دیکھو منوجی فرماتے مین "جس دختر کو کسی کو زبان سے دینے کو کہ چکے اور وہ شخص جسکو کہا قبل شادی ہونیکے مرگیا تو اسکا برادر حقیقی اس دختر کی شادی...... کرے ...... اس سے جو اولاد ہوگی وہ اسکی ہوگی جسکو وہ دختر زبانی اقرار پر پہلے دی گئی تھی" منو - ۹ - ۶۹ و ۷۰ -

اب بتاؤ کہ یہان کون سی فلاسفی ہی، نیوگ مین تو اصلی شوہر کی کم از کم کھیتی (عورت) تھی گرچہ بیج (نطفہ) نیوگی کا تھا، یہان تو یہ بھی نہین ہی بلکہ بیج کھیتی دونون اسی اصلی شوہر کے ہین اور بیچارے منکیتر کا کچھ نہین -

۷۷ بتاؤ عورت کس قصور مین عبادت سے محروم کردی گئی ہے اور کیا عورت کے لیے عبادت کو حرام قرار دینا عورت کی اعلی بے عزتی نہین ہی، کیا عورت مین عبادت کی صلاحیت نہین ہی یا انکو برہم انند کے حاصل کرنیکی ضرورت نہین ہی دیکھو منوجی تحریر فرماتے ہین "چونکہ عورتین شادی ہونے پر شوہر کا ادھا انگ (عضو) ہوجاتی ہین اسواسطے عورتون کیلیے علٰحدہ یگیہ دبرت کرنا پاپ (گناہ) ہی صرف شوہر کی خدمت کرلی جائے" منو - ۵ - ۱۵۵ -

۷۸ منوجی فرماتے ہین "عورت نابالغ ہو جوان ہو یا بڈھی، گھر مین کوئی کام خودمختاری سے نہ کرے" بتاؤ یہ انتہا درجہ کی سختی عورت پر ظلم ہی یا نہین -

اگر باہر کے کاموں مین خود مختاری چھینی جاتی تو وہاں تک
خیر تھی۔ غضب یہ ہے کہ خانہ داری (جس کا اسے تنہا خود مختار
مالک ہونا چاہیے) کے کسی کام مین بھی وہ آزاد نہین
رکھی گئی۔

۷۹ انسان کا پیشاب کسی چیز کو پاک کر سکتا ہے یا نہین، اگر نہین تو
گئو موتر (گائے کا پیشاب) مین انسان کے پیشاب سے کونسی
زیادہ خصوصیت ہے کہ وہ بقول منوجی "سنکھ کا برتن اور جانور
مثل ہاتھی وغیرہ چھونے کے قابل ہو سکے دانت اور سینگ
اور ہڈی کا برتن اُنھوں کی پاکی بذریعہ مٹی کے چھاننا یا گئو موتر
اور پانی سے سمجھنا" منو ۵-۱۲۱) برتن پاک کر سکتا ہے اور انسا
اور انسان کا پیشاب ایسا نہین کر سکتا؟ نیز یہ بتاؤ کہ گائے
کا پیشاب خصوصاً اور دیگر پیشاب عموماً خود پاک ہیں یا ناپاک

۸۰ اگر مُردے جلانا اچھی بات ہے تو کیا وجہ کہ چھوٹے بچے اگنی مین
نہ جلائے جائین جیسا کہ منوجی لکھتے ہین "بہت چھوٹے
بچوں کو اگنی مین جلانا ...... چاہئیے صرف جنگل مین
لکڑی کی طرح چھوڑ آنا چاہیے منو ۵-۶۹ کیا اسے علاوہ
تہذیب و تمدن کے اصول کی رو سے یہ وحشیانہ حرکت نہ ہوئی

بندہ محمد مظہر الدین متعلم مدرسہ الٰہیات کانپور جماعت

وظائف طلبائے مدرسۂ الٰہیات
کانپور

مدرسے ہذا مین وظائف حسب قابلیت ذیل ایسے طلبا کو دیے جاتی ہین جنکو مدرسہ ہذ کی سب کمیٹی تعلیمی حسب قواعد مدرسہ بعد امتحان انتخاب کرتی ہے۔

(۱) گریجویٹ جسکی سکنڈ لنگویج عربی رہی ہو یا جسکو معمولی طور پر علم ادب وصرف نحو مین واقفیت ہو ۔۔۔۔ عہ ۲۵ ماہوار

(۲) فارغ التحصیل عربی طالب العلم جو سنسکرت یا انگریزی سے معمولی طور پر واقف ہو یا انٹرنس پاس شدہ یا انڈر گریجویٹ جسکی سکنڈ لنگویج عربی رہی ہو یا معمولی طور پر علم ادب وصرف نحو سے واقف ہو۔ عہ ماہوار

(۳) فارغ التحصیل عربی طالب العلم .... ۵ ماہوار

(۴) قریب فارغ التحصیل عربی طالب العلم ۔۔۔۔ معہ ماہوار

درخواستین حسب ذیل پتہ پر آنا چاہئین

حافظ احمد اللہ آنریری سکریٹری مدرسۂ الٰہیات کانپور

مقاصد مدرسۂ الٰہیات کانپور

(۱) اشاعت و حفاظتِ اسلام۔

(۲) مقصد مذا کیلیے حسب ذیل امور جو نہایت ضروری ہین اختیار کیے گئے ہین۔

(الف) طلبائے عربیہ و انگریزیہ کو وظائف کی امداد سے رموز فطرت و قانون قدرت کے مسائل پڑھا نا لشیت کرا کر انت مناظرہ کی تعلیم دینا تاکہ وہ موازنہ کر سکین کہ دنیا مین خدا کے بھیجے ہوئے مذاہب اور انسان کے ترتیب دیئے ہوئے مذاہب مین کیا فرق ہے۔

(ب) اسی قسم کی تصانیف و رسائل ملک مین شائع کرنا و کرانا۔

(ج) واعظین اسلام کو متعدد آبادیات مین روانہ کر کے دیہات کے نومسلم مسلمانون پر خصوصیت کیساتھ اونکی زبان اور فہم کے مطابق صداقت اسلام ظاہر کرنا۔

(د) دیہات مین حسبِ ضرورت ابتدائی مذہبی مکاتب قایم کرنا (چنانچہ اسوقت تک مدرسہ کیجانب سے دس مکاتب قایم ہو چکے ہین)

(۳) عام مسلمانون کے جاہلانہ عقاید و رسوم کی اصلاح کرنا۔

اعلان

اہل نظر کو مژدہ ہو کہ مدرسۂ الٰہیات کانپور نے علاوہ اس موجودہ ٹریکٹ کے ویدک دھرم کے متعلق بہتیرے ایسے محققانہ ٹریکٹس تیار کیے ہین جنسے سماجی مذہب کی حقیقت پر کامل روشنی پڑ سکتی ہے۔ یہ کل ٹریکٹ جنکی فہرست حسب ذیل ہے وقتاً فوقتاً شائع ہو کر پبلک کی خدمت مین حاظر ہوتے رہینگے

(۱) سماجی پرمیشور۔	(۸) ویدک نجات۔
(۲) ابطال قدامت مادہ و روح	(۹) ویدک دھرم مین تقدیر کا ثبوت
(۳) ابطال تناسخ۔	(۱۰) ویدک دھرم مین معجزہ کا ثبوت۔
(۴) تحریف وید۔	(۱۱) وید کے الہامی ہونیکی جانچ۔
(۵) ابطال قدامت وید۔	(۱۲) ویدک دھرم کا مخرج۔
(۶) ویدک فلسفہ کی حقیقت۔	(۱۳) اسلامی تصوف و ویدک تصوف کا مقابلہ
(۷) ویدک عبادت۔	(۱۴) سماجک اصول پر ویدکا رد ہونیسے خالی ہونا

خاکسار { حافظ احمد اللہ
آنریری سکریٹری مدرسۂ الٰہیات کانپور